

إزالة الشكوك

ردّ عیسائیت میں سب سے زیادہ مفصل اور مدلل کتاب

جلد چہارم

تصنیف

حضرت علامہ مولانا رحمۃ اللہ کبیر انویٰ مہاجر مکیؒ

بانی مدرسہ صولتیہ - مکہ مکرمہ

تحقیق و تسہیل

مولانا عتیق احمد قاسمی ستوی

اُستاذ حدیث و فقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

مکتبہ معہد الشریعہ، لکھنؤ

إزالة الشكوك

روعیسانیت میں ایک مفصل اور مدلل کتاب

چہارم

حضرت علامہ مولانا شیخ رحمۃ اللہ الشکیر النوری مہاجر مکی

بانی مدرسہ صوفیہ، مکہ مکرمہ

تحقیق و تہئیل

مفتی مولانا عتیق احمد رفاہی بستوی

نام کتاب ازالۃ الشکوک چارم

مصنف: حضرت علامہ مولانا شیخ رحمت اللہ علی مہاجر مکی

تحقیق و تہذیب مفتی مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

ازالۃ الشکوک کی جلد چہارم پیش خدمت ہے، اس جلد میں عیسائی پادریوں کے درج ذیل سوالات کے جوابات ہیں، سوالات کے الفاظ میں کوئی تبدیلی نہیں کی جارہی ہے بلکہ انہیں کے الفاظ میں سوالات نقل کئے جارہے ہیں۔

(مفتی) عتیق احمد صاحب بستوی

سوال (۱۷) توریت اور انجیل کی تحریف کی دلیل کیا ہے؟

سوال (۱۸) یہ تبدیل کب ظہور میں آیا؟

سوال (۱۹) قرآن سے ثابت ہے کہ پیغمبر کے وقت تک کلام مجید سابق میں

کچھ تحریف نہ ہوئی تھی، بعد ان کے اگر ہو تو ثابت کرو۔

سوال (۲۰) کسی نے پچشم خود دیکھا کہ جبریل پیغمبر کے پاس وحی لاتا تھا؟

سوال (۲۱) کتب تاریخ کی جن کا تواتر قرآن کی طرح ثابت ہو، اصلیت کو

مانو گے یا نہیں؟

سوال (۲۲) کتب مذکورہ کی اصلیت میں شبہ کرنے سے کیا تم پر لازم نہ آئے

گا کہ قرآن کی اصلیت پر شبہ کرو؟

سوال (۲۳) کتب مذکورہ اور قرآن کے اختلاف میں کسے غلط کہو گے؟

سوال (۲۴) جب قرآن اور تواتر دو تواتر سے ثابت ہیں تو اب بتلائے کہ

دونوں میں شک کیجئے گا یا تواتر میں؟ یا اقرار کیجئے گا کہ قرآن کے مصنف کو حالات قدیمہ

سے آگاہی نہ تھی۔

سوال (۲۵) اگر کوئی قرآن کو کتاب اللہ نہ مانے، لیکن قرآن مروج کو جعلی اور

محرف بتلائے کیونکہ اس میں نامعقول باتیں پائی جاتی ہیں تو اس کا جواب کیا دیجئے گا؟

سوال (۲۶) جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے اور ایک کتاب بنا کر کلام اللہ قرار

دے، اور کتب سابقہ متواترہ کو محرف کہے تو صد ہا سال کے بعد اس کے معتقدین کس

وجہ سے تحقیق کریں گے کہ ان کے نبی والی کتاب اصلی ہے یا جعلی؟

سوال (۲۷) اس نبی کے قول سے معتبر تاریخوں کا اعتبار جاتا رہے گا یا قائم

رہے گا؟ یاد ہریت پھیلے گی یا خدا پرستی؟

سوال (۲۸) انبیاء اور کلام الہی کا انکار اس پر مبنی ہے کہ کتب سابق متواترہ جعلی

ہیں یا اس پر کہ ایسی کتابیں اصل اور درست ہیں۔

سوال (۲۹) ایک شخص بہت سی کرامات دکھلاتا ہے اور کہتا ہے کہ دوسو برس

سے ہندوؤں میں ذاتوں کا رواج پڑا ہے، اس صورت میں تاریخ اور تواترہ کو باطل

کہو گے یا اس شخص کو کاذب؟

فہرست جلد چہارم چھٹی ہدایت

صفحہ	عناوین
۱۵	(۱) اگر کسی آسمانی کتاب میں تحریف ہوگئی تو بعد میں آنے والے پیغمبر اس کی اصلاح کی جانب متوجہ نہیں ہوئے اور وہ تحریف اس سے ختم نہیں ہوئی
۱۵	(۲) کسی پیغمبر کے سکوت اور الزام نہ لگانے سے کتاب کی سچائی ثابت نہیں ہوتی، اور اس کے وجوہ
۲۳	(۳) مسیحی علماء کی تحقیق کے مطابق ثابت ہے کہ کسی قوم میں معروف و مشہور بات یا امر مروج سے دھوکہ کھا کر پیغمبر بھی غلطی میں پڑ جاتے ہیں
۲۳	ساتویں ہدایت
۲۴	(۱) عیسائی مذہب کے مخالف علماء بلکہ بعض بعض موافق فرقے کے علماء بھی سلف سے خلف تک تحریف کی دہائی دیتے چلے آئے ہیں
۲۵	(۲) ویریوس ریڈنگ کا بیان
۲۷	(۳) ویریوس ریڈنگ کے واقع ہونے کے اسباب
۲۷	(۴) موافقین کا اقرار
۲۵	(۵) مخالفین کا بیان
۲۶	(۶) فنڈر صاحب کے جھوٹ اور غلطی کا بیان
۲۶	(۷) تحریف معنوی تو بالاتفاق مسلم ہے
۲۸	آٹھویں ہدایت
۲۸	(۱) ان کی مقدس کتابوں میں ایسے اختلافات اور غلطیاں ہیں کہ اگر دوسرے امور سے قطع نظر بھی کریں تو وہ اس بات کی مقتضی ہیں کہ یا تو ان میں تحریف ہوئی ہے یا وہ الہامی نہیں۔

۴۸	(۲) ایسی ۳۶ غلطیوں اور اختلافات کی وضاحت
۶۰	(۳) خدا کے لفظ کا اطلاق شیطان پر بھی آتا ہے
۶۲	نویں ہدایت
۶۲	جو لوگ ان کتابوں کو الہامی کہتے ہیں وہ بھی بعض مقامات میں تحریف کے معترف ہیں، لیکن مدت دراز کے بعد وہ تحریف تمام نسخوں میں پھیل گئی۔
۶۹	دسویں ہدایت: (اس میں دو قسمیں ہیں)
۶۹	پہلی قسم: (۱) تحریف سے قطع نظر کرنے کے باوجود ان کتابوں کا تمام حالات اور گذارشات کے اعتبار سے الہامی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔
۶۹	(۲) ۲۳ حوالہ جات
۸۶	(۳) قسم اول کی تلخیص مع اضافہ
۹۲	(۴) حواریوں کے غلطی میں پڑ جانے، غلط عقیدہ رکھنے اور غلط لکھنے میں شک نہیں
۹۹	(۵) حضرت عیسیٰ کے اقوال اکثر اوقات ایسے مجمل ہوتے تھے کہ سننے والوں کی سمجھ میں نہ آتے تھے، اور حواری بعض وقت ادب و خوف کی وجہ سے پوچھتے نہ تھے
۱۰۶	(۶) مرقس کی انجیل کو پطرس حواری کا دیکھنا ثابت نہیں
۱۰۷	(۷) لوقا کی انجیل کو پولوس نے نہیں دیکھا
۱۱۲	(۸) اناجیل ثلثہ کو یوحنا نے نہیں دیکھا
۱۱۵	دوسری قسم: سینکڑوں علماء اہل کتاب نے اکثر مقامات میں دیدہ و دانستہ ان کتابوں کے مخالف کہا ہے۔
۱۱۷	گیارہویں ہدایت: (انبیاء کا معصوم نہ ہونا)
۱۱۹	اس ہدایت میں دو قسمیں ہیں
۱۲۰	پہلی قسم: (۱) ان کی مقدس کتابوں کے موافق پیغمبروں کا معصوم نہ ہونا

۱۲۰	(۲) آدم کی تین خطائیں
۱۲۲	(۳) نوح کی خطا
۱۲۲	(۴) ابراہیم کی چار خطائیں
۱۲۵	(۵) لوط کی چار خطائیں
۱۲۹	(۶) اسحاق کی تین خطائیں
۱۳۱	(۷) یعقوب کی آٹھ خطائیں
۱۳۱	(۸) ہارون کا گوسالہ بنانا، اور گوسالہ پرستی کرنا
۱۳۲	(۹) ہارون کی نبوت کا اثبات
۱۳۳	(۱۰) فنڈر صاحب کا رد
۱۳۵	(۱۱) شمشون پیغمبر کی خطا
۱۳۹	(۱۲) داؤد کی آٹھ خطائیں
۱۵۴	(۱۳) سلیمان کی چھ خطائیں
۱۵۶	(۱۴) ایک پیغمبر کا تبلیغی احکام میں جھوٹ بولنا
۱۵۹	(۱۵) دوسرے پیغمبر کا خدا کے حکم سے جھوٹ بولنا
۱۶۰	(۱۶) میخا پیغمبر کا جھوٹ بولنا، اور جھوٹ بولنے کی ان کی عادت ہونا
۱۶۱	(۱۷) یرمیا کا جھوٹ بولنا
۱۶۱	(۱۸) شاول کی خطائیں
۱۶۳	(۱۹) روح خدا کا اطلاق شیطانی روح پر ہی ہوتا ہے
۱۶۵	(۲۰) حواریوں کی خطائیں
۱۶۹	دوسری قسم: معجزہ اور کرامت نہ نبوت کی دلیل ہے اور نہ ایمان کی

بارہویں ہدایت
اس میں چار قسمیں ہیں

۱۷۲	پہلی قسم: بعض ترجموں کی حال کے بیان میں
۱۷۳	(۱) ترجمہ سپہواجنٹ
۱۷۳	(۲) جیروم سے پہلے کئے گئے بہت سے لاطینی ترجمے
۱۷۳	(۳) سپہواجنٹ کے سوا بہت سے یونانی ترجمے جو جیروم سے پہلے تھے
۱۷۳	(۴) مشہور لاطینی ترجمہ
۱۷۳	(۵) "ارازمس" کا یونانی ترجمہ
۱۷۴	(۶) "نڈیل" کا انگریزی ترجمہ
۱۷۶	(۷) "لوٹھر" کا ترجمہ
۱۷۷	(۸) "لوٹھر" اور اس کے ہم عصر علماء کے اقوال
۱۸۰	(۹) "بیزا" کا ترجمہ
۱۸۱	(۱۰) "کاسٹیلیو" کا ترجمہ
۱۸۱	(۱۱) علماء زورک کا ترجمہ
۱۸۱	(۱۲) ترجمہ ٹائکرین
۱۸۲	(۱۳) کتاب الصلوٰۃ کا ترجمہ
۱۸۲	(۱۴) ان ترجموں کی مذمت میں ان کے علماء کے اقوال
۱۸۴	(۱۵) تمام ترجموں اور شرح کی قدح میں ہارن کا قول
۱۸۵	(۱۶) ترجمہ انگریزی مہری پر ہارن اور شب ہارن کی تنقید
۱۸۶	(۱۷) مروج الحال ترجموں کے مابین کچھ اختلافات
۲۰۷	(۱۸) ترجموں کے اختلاف کے اسباب

۲۰۸	دوسری قسم: بعض پرانے نسخوں کے بیان میں
۲۰۸	(۱) کوڈکس اسکندر یانوس
۲۰۹	(۲) کوڈکس وائیگانوس
۲۰۹	(۳) کوڈکس افریقی
۲۰۹	(۴) کوڈکس اسکندر یانوس کا حال
۲۱۲	(۵) کوڈکس وائیگانوس کا حال
۲۱۳	(۶) کوڈکس افریقی کا حال
۲۱۳	(۷) خلاصہ کلام
۲۲۰	تیسری قسم: (۱) جناب مسیح اور حواریوں کی گواہی کا بیان
۲۲۰	(۲) انجیل مروج کے بعض درسوں سے پادری حضرات کا یہ استدلال کہ مسیح اور حواریوں نے عہد عتیق کی کتابوں کی صداقت کی گواہی دی ہے پانچ وجوہ سے مخدوش ہے۔
۲۲۰	(۳) پہلی وجہ
۲۲۲	(۴) دوسری وجہ
۲۲۶	(۵) تیسری وجہ
۲۲۷	(۶) ”پہلی“ کی تحقیق
۲۳۱	(۷) چوتھی وجہ
۲۳۳	چوتھی قسم: عہد عتیق اور جدید کے بارے میں میری رائے یہ قسم تین تنبیہات پر مشتمل ہے
۲۳۵	پہلی تنبیہ: (۱) عہد عتیق اور عہد جدید کے بارے میں عیسائی علماء کے اقوال
۲۳۵	(۲) انجیل کے حق میں اکھارن اور جمہور کی تحقیق
۲۴۰	(۳) عہد عتیق کے حق میں ”نورٹن“ کی تحقیق

۲۴۰	(۴) اکہارن وغیرہ کی تحقیق کے نتائج
۲۴۶	(۵) عہد عتیق سے شہادت کی تحقیق
۲۴۸	(۶) اس انجیل کی سند کامل نہیں
۲۴۸	(۷) سند متصل کا معنی
۲۵۱	(۸) ”کلیمنس“ کے بعض اقوال کا جائزہ
۲۶۰	(۹) اگناسیوس کے خطوط کا حال
۲۶۲	دوسری تنبیہ: (۱) عہد قدیم اور عہد جدید کے بارے میں علماء اہل اسلام کے اقوال
۲۶۲	(۲) علماء دہلی کے دو فتوے
۲۶۷	(۳) ان فتوؤں کی تائید
۲۶۹	(۴) مصنف ”استفسار“ کے اقوال
۲۷۰	(۵) ڈاکٹر محمد وزیر خاں کے اقوال
۲۷۱	(۶) علماء شیعہ کے اقوال
۲۷۳	تیسری تنبیہ: (۱) عہد عتیق اور عہد جدید کے بارے میں میری رائے
۲۸۲	(۲) اکبر آباد کا چھوٹا مباحثہ
۲۹۴	(۳) اکبر آباد کا دوسرا بڑا مشہور مباحثہ
۲۹۶	(۴) پہلا جلسہ
۳۱۱	(۵) تحریف کا مباحثہ
۳۲۳	(۶) دوسرا جلسہ
۳۲۴	(۷) مباحثہ کے اسباب و وجوہ
۳۲۷	(۸) مباحثہ کی تاریخ و سال

۳۴۹	اٹھارہواں سوال و جواب
۳۴۹	سوال: یہ تبدیلی کب ظہور میں آئی
۳۴۹	جواب: اس سوال کا جواب
۳۵۰	انیسواں سوال
۳۵۰	سوال: قرآن سے ثابت ہے کہ پیغمبر کے وقت تک کلام مجید میں کچھ تحریر نہ ہوتی تھی بعد میں اگر ہوئی ہو تو ثابت کرو۔
۳۵۰	جواب: ان آیات کا بیان جن کی وجہ سے سائل کو ”میزان الحق“ کی تحریر کے موافق دھوکا ہوا
۳۵۳	بیسواں سوال
۳۵۳	سوال: کسی نے ”پچشم خود دیکھا کہ جبریل پیغمبر کے پاس وحی لاتا تھا
۳۵۳	جواب:
۳۵۷	اکیسواں سوال
۳۵۷	سوال: ان کتب تاریخ کی اصلیت کو مانو گے یا نہیں جن کا تو اتر قرآن کی طرح ثابت ہے
۳۵۷	جواب:
۳۶۰	بائیسواں سوال
۳۶۰	سوال: کتب مذکورہ کی اصلیت میں شبہ کرنے سے کیا تم پر لازم نہیں آئے گا کہ قرآن کی اصلیت پر شبہ کرو۔
۳۶۰	جواب:
۳۶۱	تیسواں سوال
۳۶۱	سوال: کتب مذکورہ اور قرآن کے اختلاف کی صورت میں کسے غلط کہو گے؟
۳۶۱	جواب

۳۶۲	(۱) کتب تاریخ میں غلطیاں
۳۶۵	(۲) لب التواریخ میں ”ٹیلر“ کی غلطیاں
۳۶۸	(۳) ولیم میور کی غلطیاں
۳۶۹	(۴) یہودی مؤرخ یوسفس کی غلطیاں
۳۷۱	چوبیسواں سوال
۳۷۱	سوال: جب قرآن اور تواریخ دونوں بالتواتر ثابت ہیں تو بتلائیے کہ دونوں میں شک کیجئے گا یا تواریخ میں؟ یا قرار کیجئے گا کہ قرآن کے مصنف کو قدیم حالات سے آگاہی نہ تھی۔
۳۷۱	الزامی جواب
۳۷۳	تحقیقی جواب
۳۷۴	پچیسواں سوال
۳۷۴	سوال: اگر کوئی قرآن کو کلام اللہ تو تسلیم کرے، لیکن مروج قرآن کو جعلی اور محرف بتلائے کیونکہ اس کی بعض باتیں غیر معقول ہیں تو اس کا کیا جواب دیجئے گا۔
۳۷۴	جواب:
۳۷۷	چھبیسواں سوال
۳۷۷	سوال: جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے اور ایک کتاب بنا کر کلام اللہ قرار دے اور کتب سابقہ متواترہ کو محرف کہے تو سینکڑوں سال بعد اس کے معتقدین کیسے تحقیق کریں گے کہ ان کے نبی کی کتاب اصلی ہے یا جعلی۔
۳۷۷	جواب:
۳۷۹	سترائیسواں سوال
۳۷۹	سوال: اس نبی کے قول سے معتبر تاریخوں کا اعتبار جاتا رہے گا یا قائم رہے گا؟ دہریت پھیلے گی یا خدا پرستی

۳۷۹	جواب:
۳۸۰	اٹھائیسواں سوال
۳۸۰	انبیاء اور کلام الہی کا انکار اس پر مبنی ہے کہ کتب سابقہ متواترہ کو جعلی کہا جائے؟ یا اس پر کہ انہیں اصلی اور درست کہا جائے؟
۳۸۰	جواب:
۳۸۱	اٹھائیسواں سوال
۳۸۱	سوال: ایک شخص بہت سے کرامات دکھلاتا ہے اور کہتا ہے کہ دوسو برس سے ہندوؤں میں ذاتوں کا رواج پڑا ہے، اس صورت میں تاریخ اور تواریخ کو باطل کہو گے یا اس شخص کو کاذب؟
۳۸۱	جواب:
۳۸۲	خاتمہ
۳۸۲	پہلا امر: تمام اہل علم سے التماس
۳۸۳	دوسرا امر: پادریوں کی خدمت میں خصوصی التماس
۳۸۳	(۱) لوٹھر صاحب کے اقوال پوپ اور ہنری ہشتم بادشاہ انگلستان کے حق میں
۳۸۳	(۲) حضرت عیسیٰ کے اقوال علماء یہود کے حق میں
۳۸۷	(۳) مؤلف ”میزان الحق“ کے سخت و نامناسب الفاظ علماء اسلام کے بارے میں
۳۹۵	تیسرا امر: مناجات و دعا
۳۹۷	تصنیف کتاب کی تاریخ
۴۰۰	”اختتام دینی مباحث“ پر ایک نظر

چھٹی ہدایت

چھٹی ہدایت اس بات کے بیان میں کہ اگر کسی اگلے پیغمبر کی کتاب میں کچھ تحریف ہوگئی تو پچھلا پیغمبر اسکے سنوارنے کی طرف متوجہ نہیں ہوا، اور وہ تحریف اس سے نہیں نکلی۔

کہتا ہوں میں کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاری نہیں کہ اگر ایک کتاب پہلے نبی کی خراب یا محرف ہو جائے تو پچھلے نبی کو الہام جدید کر کے اس کی غلطیاں نکلوا دے، اور اس میں کچھ حکمت ہوگی جو ہم کو معلوم نہیں ہے، اور نہ یہ بات ضروری ہے کہ پچھلا نبی اپنے کلام میں تصریح کر دے کہ فلانی کتاب میں فلان مقام غلط ہے، اور نہ یہ ضروری ہے کہ مقابلے میں مخالف کو اس غلطی اور تحریف کا الزام لگا دے، اور یہ امور کئی وجہ سے ثابت ہیں۔

اول

اول یہ کہ اہل کتاب کے تسلیم کے موافق بخت نصر کے حادثے سے پہلے ہی عہد عتیق کے کتابوں کا بہت حال ابتر ہو گیا تھا، اور اس حادثے میں تو ایسا ابتر ہوا کہ اگر عزرا پیغمبر نہ ہوتے تو توریت وغیرہ کے نام کے سوا نشان بھی نہ ملتا، سو اس لحاظ سے حقیقت میں عہد عتیق کی ان سب کتابوں کے جو عزرا نبی سے پہلے تھیں عزرا نبی لکھنے والے ٹھہرتے ہیں، اور انہیں کی نقل پر ان عہد عتیق کی کتابوں کا اعتماد ہوا ہے، اور اس

عادت الہیہ کے موافق نقل کرنے کے وقت الہام جدید نہیں ہوا، بلکہ انہیں بعض باقی شدہ نسخوں سے انہوں نے نقل کیا، اور چونکہ ان نسخوں میں کثرت سے اختلافات اور غلطیاں تھیں تو ان میں سے جس جگہ میں صحیح کی غلط سے تمیز نہ ہو سکی، اس جگہ انہوں نے ویسا ہی غلط یا اختلاف کے ساتھ لکھ دیا ہے، اور جس کتاب کے نسخے بہت ہی خراب ہو گئے تھے، اس کتاب کو بالکل چھوڑ دیا ہے، اور اس باب میں اہل کتاب کے علماء انکار نہیں کر سکتے۔

آدم کلارک منسرا ایسے غلط لکھ دینے کے عذر میں اخبار الایام کے پہلی کتاب کے ساتویں باب کے چھٹے درس کی شرح میں یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء صفحہ ۱۳۸):

”اس جگہ بے تمیزی سے بیٹے کی جگہ پوتا اور بالعکس لکھا گیا، ایسے اختلافوں میں تطبیق دینی بے فائدہ ہے، یہود کے علماء کہتے ہیں کہ عزرا کو جس نے یہ کتاب لکھی معلوم نہ تھا کہ آیا بعض ان کے بیٹے تھے یا پوتے، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وے فردین جن سے اس نے نقل کیا اکثر باقص تھیں، اور یہاں ہم کو چاہئے کہ ایسے معاملوں کو چھوڑ دیں۔“

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا)

پھر اسی کتاب کے آٹھویں باب کے انیسویں درس کی شرح میں یوں لکھتا ہے کہ:

”اس درس سے اڑتیسویں درس کے آخر تک اور نویں باب کے پینتیسویں درس سے چوالیسویں درس تک نام کچھ اختلاف کے ساتھ پائے جاتے ہیں، اور علماء یہود کہتے ہیں کہ عزرا نے دو کتابیں پائی تھیں جن میں یہ فقرے ناموں میں کچھ اختلاف کے ساتھ پائے جاتے تھے، اور چونکہ عزرا کو تمیز نہ ہو سکی کہ کون ان میں بہتر ہے تو اس نے دونوں کو لکھ دیا۔“

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا)

دیکھو کہ یہ مفسر فقط اپنی ہی رائے نہیں لکھتا، بلکہ یہود کے علماء کے قول کو نقل کر کے آپ بھی تسلیم کرتا ہے، تو اس صورت میں یہ امر یہودیوں اور مسیحیوں کے نزدیک مسلم ہے، اور عبری لوگ کہتے ہیں کہ عزرا نے کتاب اول اور دوم اخبار الایام کو نئی پیغمبر کی مدد سے لکھا ہے، سو اس لکھنے میں یہ دونوں پیغمبر بھی شریک تھے، اور جب ان کے اقرار کے موافق ان مقامات میں فردوں کے نقصان یا کتابوں کے اختلاف کے سبب بے تمیزی سے بیٹے کی جگہ پوتا اور بالعکس لکھا گیا اور خرابی پڑ گئی، اور باوجودیکہ اس جگہ دو پیغمبر اور بھی ان کے مددگار تھے، تو ایسی ہی اگر اور جگہ بھی خرابی پڑی ہو تو کیا چیز مانع ہے، بلکہ وہ سبب چونکہ اکثر جگہ موجود تھا تو قیاس چاہتا ہے کہ صد ہا جگہ ایسی ہی غلطیاں ہوئی ہوں اور خرابیاں پڑی ہوں۔

تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں کتاب امثال کے اول میں یوں مرقوم ہے
(نسخہ ۱۸۲۸ء):

”اس بادشاہ روشن ضمیر (یعنی سلیمان) نے اس عقل سے جو خدا نے اس کو بخشی تھی خلق اللہ کی تعلیم اور سلطنت کے لئے بہت کتابیں بنائیں، اور ان میں سے فقط تین ہی کو عزرا نے کتب قانون میں داخل کیا، اور باقی کو اس لحاظ سے کہ ان کی تالیف سے تعلیم مذہبی مقصود نہ تھی یا اس لحاظ سے کہ اتفاق سے خراب ہو گئی تھی ناقص خیال کیا۔“

(یہاں تک ان مفسروں کا کلام تھا)

دیکھو اس قول کے موافق اس لحاظ سے کہ اتفاق سے خراب ہو گئی تھیں ناقص خیال کیا، صاف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عزرا پیغمبر نے سلیمان کے بعض الہامی کتابوں کو خراب اور محرف ہو جانے کے سبب چھوڑ دیا ہے، اور اگر تامل کرو تو صاف معلوم ہوگا، کہ چھوڑ دینے کی حقیقت میں یہی وجہ تھی، اور اول وجہ لغو ہے، کیونکہ اگر تعلیم

مذہبی منظور ہوتی تو نشید الانشاد کو کتب قانونی میں کیوں داخل کرتے، جس کو بعض عیسائی علماء راگ ادبائشانہ اور ناپاک بتلاتے ہیں، سودیکھو کہ خراب اور محرف ہو جانے کے سبب عزرا پیغمبر کو بعض الہامی کتابیں چھوڑنی پڑیں، اور الہام جدید سے ان کو سنوار کر کتب قانونی میں داخل نہ کر سکے، اور جب عزرا نبی سے جو گویا خود موجد ان کتابوں کا ہے، اگلی خرابی اور تحریف نہ نکلی تو دوسرے نبی سے کیا توقع؟ کیونکہ اور کوئی نبی ان کتابوں کے لکھنے اور سنوارنے کے درپے عزرا نبی کے بعد نہیں ہوا۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ کہ چونکہ ان کے علماء کی تحقیق کے موافق چونکہ نبی سے وہ غلطیاں ہو گئی تھیں ان کو بھی ان کے بعد حواریوں کے زمانہ تک نہ کسی پیغمبر نے سنوارا اور نہ کسی حواری نے درست کیا بلکہ بدستور باقی رہیں۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ کہ پہلی ہدایت کے اندر گذرا کہ ایوب کی کتاب کے حق میں رب ممانی ڈیز (جو مشہور یہودی عالم ہے) اور لیکرک اور میکالس اور سملر اور بشب اشاک وغیرہم کہتے ہیں کہ یہ کتاب تو محض ایک افسانہ اور جھوٹی کہانی ہے، اور ایوب محض ایک فرضی نام ہے، اور نشید الانشاد کے حق میں تہیودور بہت برائی کرتا ہے، اور سیمن اور لیکرک اس کی سچائی پر کلام کرتے ہیں، اور وسٹن اس کو ایک راگ ادبائشانہ اور واجب الاخراج بتلاتا ہے، اور سملر جعلی کہتا ہے، اور گاسپیٹر حکم کرتا ہے کہ ایک ناپاک راگ واجب الاخراج ہے، اور عزرا نبی نے ان کی بھی نقل کر کے عہد عتیق میں داخل کیا تھا، اور جب عزرا نے ایک ساری کتاب جھوٹی اور بری اور محض افسانہ کو اور ایک دوسرے راگ ادبائشانہ اور ناپاک راگ واجب الاخراج کو نقل کر کے عہد عتیق کی کتابوں میں

داخل کیا تھا، سو اس سے اب معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے فقط اتنا ہی کیا ہے کہ اس وقت میں یہودی جن کتابوں کی قدر کرتے تھے خواہ غلط اور محرف ہوں خواہ جھوٹی کہانی خواہ ایک جھوٹا ناپاک اور اوباشانہ راگ واجب الاخراج ہو، انہوں نے ان کتابوں کو لیکر نقل کر دیا، اور بغیر الہام کے جہاں غلطی صحیح ہو سکی صحیح بھی کر دی، اور یہ بات ان کو منظور نہ تھی کہ جس طرح ہو سکے صحیح کر کے لکھیں اور الہام جدید کے لکھنے کے وقت پابند رہیں۔

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ یہ کہ انبیاء بنی اسرائیل بخت نصر کے عہد سے جناب مسیح کے عہد تک اکثر اوقات میں ایسے ایسے حادثوں میں مبتلا رہے کہ ان کو اتنی فرصت نہ ملی کہ ایسے جلیل القدر امر کی طرف متوجہ ہوں۔

پانچویں وجہ

پانچویں وجہ یہ کہ اگر بالفرض فرصت بھی ملی تو نبی اسرائیل کی شرارت سے اپنی وہ بات چلتی نہ دیکھی۔

دیکھو حضرت یرمیاہ آواز بلند چلاتے تھے کہ امام سے نبی تک سب نے جھوٹی باتیں بنائیں، اور خدا کی باتوں کو بگاڑا اور تغیر کیا ہے، اور اسی طرح کی ان کی برائیاں ظاہر کرتے تھے۔

چھٹی وجہ

چھٹی وجہ یہ کہ یونانی ترجمہ مسیح سے دوسو پچاسی یا دوسو چھیاسی برس پہلے تیار ہو کے یہودیوں میں مستعمل تھا، اور حواریوں کے ہی عہد سے عیسائیوں میں بھی

مستعمل ہو گیا تھا، اور عہد جدید کے لکھنے والوں نے بھی اس سے بہت فقروں میں حوالہ لیا ہے، اور وہ عبری سے بلا شک بہت جگہوں میں ایسا مخالف ہے کہ ایک کے غلط کہنے کے سوا کچھ نہیں بن پڑتا، اور سلف کے مسیحی عبری کو غلط اور محرف جانتے تھے اور اب جمہور پر ٹسٹنٹ اس ترجمہ کو غلط کہتے ہیں، اور اس کے تیار ہونے کے وقت سے مسیح کے زمانہ تک جتنے نبی گذرے کسی نے ان میں سے وہ غلطیاں نہ نکالیں، اور نہ حواریوں نے جو عیسائیوں کے نزدیک پیغمبروں سے مرتبہ میں بڑھ کر ہیں وہ غلطیاں نکالیں، بلکہ کسی نبی یا حواری کے کلام میں یہ بھی صراحتہ مذکور نہیں کہ یونانی یا عبری میں فلانا لفظ یا فلانا فقرہ محرف یا غلط ہے، بھلا اگر غلط کو نکال سکتے اور صحیح کر سکتے تو پھر غلط کو کیوں رہنے دیتے، اور حواریوں کو الہام سے خدا نے اس بات سے بھی مطلع نہ کیا تھا کہ یہی یونانی ترجمہ بارہویں صدی تک سب مسیحیوں میں واجب التسلیم رہے گا، پھر بعض عبری کے طرف جھک جاویں گے، ورنہ سلف کی رائے کا لحاظ کر کے عبری کے طرف توجہ کرنے سے منع کر جاتے، اور جمہور پر ٹسٹنٹوں کی رائے کے موافق یونانی کے استعمال سے اس مدت دراز تک -----

ساتویں وجہ

ساتویں وجہ یہ کہ سامری اور عبری میں بعض جگہ ایسی مخالفت ہے کہ ایک کو غلط کہنے کے سوا چار نہیں، اور جناب مسیح کے کئی سو برس پہلے وہ سامری نسخہ بھی سامریوں میں مستعمل تھا، اور یہودی سامریوں کو اور سامری یہودیوں کو سلف سے خلف تک تحریف کا الزام لگاتے چلے آتے ہیں، اور بہت سے فاضل موسیٰ کے پانچوں کتابوں کی نسبت سامری کے نسخہ کو نہایت صحیح مانتے ہیں، اور ڈاکٹر کنی کاٹ تو کھلم کھلا سامری کا حامی بن کر یہودیوں کو بالقصد تحریف کا الزام لگاتا ہے، اور ہارن کے اصرار کے موافق

ڈاکٹر ہیلز بھی سامری کا حامی ہے، اور اس نے بڑے قوی دلیلوں سے اس کے تاریخوں کی صحت ثابت کی ہے، جیسا کہ دوسری ہدایت میں اس نسخہ کے بیان میں اور تیسری ہدایت میں چوتھے اختلاف کے بیان میں گذرا، اور جمہور پر وٹسٹنٹ جو عبری کے حامی ہیں اب تک بھی بعض مقامات میں لاچار ہو کر سامری کی طرف جھکتے ہیں، اور اسی کی عبارت کو پسند اور اختیار کرتے ہیں، جیسا کہ تیسری ہدایت کے اندر پانچویں اور چھٹے اور آٹھویں اور گیارہویں اور تیرہویں اور سولہویں اور سترہویں اور اٹھارہویں اور انیسویں اختلاف میں گذرا۔

اور جمہور پر وٹسٹنٹ سامری کو محرف بتلاتے ہیں، اور ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سامریوں نے عیال کی جگہ خریریم بنادیا ہے، اور احکام عشرہ میں ایک حکم اپنی طرف سے گھر کے داخل کر لیا ہے، بہر حال دونوں نسخوں میں سے ایک نسخہ بعض بعض جگہ میں غلط اور محرف ہے، اب بتلاؤ کہ مسیح کے زمانے تک جو صد ہائی گذرے کس نے ان غلطیوں کو نکالا، مسیح کے بعد حواریوں نے جو عیسائیوں کے زعم میں پیغمبروں سے بڑھ کر ہیں، کون سی غلطی اور تحریف کو سنوارا، بلکہ کسی کے کلام میں یہ بات بھی مذکور نہیں کہ فلانا لفظ یا فقرہ سامری میں یا عبری میں غلط اور محرف ہے، بلکہ ایک سامری عورت نے چھیڑا تھا کہ حضرت عیسیٰ کو کہا تھا کہ ہمارے باپ دادوں نے اس پہاڑ پر (یا جزیریم پر) سجدہ کیا، اور تم (یعنی یہودی لوگ) کہتے ہو کہ وہ مقام جہاں چاہئے کہ لوگ سجدہ کریں یہوشالم میں (یعنی عیال پہاڑ پر) ہے، جیسا کہ یوحنا کی انجیل کے چوتھے باب کے بیسویں درس میں ہے، اور اس بات میں چونکہ یہودی دور قدیم سے سامریوں کو اور سامری دور قدیم سے یہود کو تحریف کا الزام لگاتے ہیں، تو اب یہ بڑا موقع تھا کہ حضرت عیسیٰ اس کے جواب میں سامریوں کو تحریف کا الزام لگاتے، لیکن نہ

لگایا، بلکہ اس امر میں بالکل سکوت کیا، اور بات کو اور طرح پر پھیر کے اتنا ہی کہا ہے:
 اے عورت میری بات کو سچ جان کہ وقت آتا ہے کہ تم نہ اس پہاڑ میں اور نہ یروشالم
 میں باپ کو سجدہ کرو گے“ اور اس سکوت اور عدم الزام سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کسی
 پیغمبر کے الزام نہ لگانے اور خاموش رہنے سے کتاب کی سچائی اور عدم تحریف ثابت
 نہیں ہوتی ورنہ جمہور پر وٹسٹنوں کو لازم پڑے گا کہ سامری کو صحیح اور غیر محرف مانیں
 جیسا کہ ڈاکٹر کنی کاٹ اسی دلیل سے سامری کی صحت ثابت کرتا ہے۔

آٹھویں وجہ

آٹھویں وجہ یہ ہے کہ ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق (جس کی نقل پہلی
 ہدایت کے اندر متی کے انجیل کے بیان میں گذری، اور ساتویں ہدایت کے اندر بھی
 چودھویں قول کے بیان میں آتی ہے) متی کے انجیل کے اصل عبری نسخے کے گم
 ہو جانیکا یہ سبب ہوا کہ فرقتی ایونی نے اس میں تحریف کی تھی، سودیکھو کہ اس عہد میں
 بعض حواری موجود تھے، اور پادریوں کے قول کے موافق بعض بعض تابعی بھی صاحب
 الہام تھے، پھر بھی اس محرف نسخے کو ان میں سے کسی نے نہ سنوارا بلکہ بالکل چھوڑ دیا،
 یہاں تک کہ صفحہ جہاں سے جاتا رہا۔

فائدہ

عیسائی مذہب کے بعض محقق علماء کی تحقیق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب ایک قوم میں ایک بات بڑی مشہور ہو یا اس زمانے میں مروج عام ہو گو غلط ہی ہو تو اس سے خود پیغمبر بھی دھوکا کھا جاتا ہے، اور غلطی میں پڑ جاتا ہے، اور اپنی تصنیف میں اس کا اقرار کر بیٹھتا ہے، دیکھو بھوتوں کے تسلط کے معاملے کو کہ علماء یورپ کے نزدیک یقیناً باطل ہے، اور حواری لوگ (جو عیسائیوں کے اعتقاد کے موافق موسیٰ سے بھی رتبہ میں بڑھ کر ہیں) اور ان کے تابعین اس غلطی میں پڑ گئے ہیں، اور انجیل میں جا بجا اس کا اقرار کرتے ہیں، اور انجیل کا تقریباً آٹھواں حصہ اس حال سے مالا مال ہے، اور اس بات کو کسی طرح ان کی نبوت کے منافی یا انجیل کی صداقت کے مخالف نہیں سمجھتے، بلکہ عیاذ باللہ وہ غلطی حضرت مسیح کے قولوں میں بھی موجود ہے۔

پیلی نے اپنی کتاب الاسناد میں لکھا ہے (نسخہ ۱۸۵۰ء):

”اور وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ رائے غلط (یعنی بھوتوں کے تسلط کی) اس زمانے میں عام تھی اور انجیل کے مولف اور یہودی اس زمانے کے بھی اس میں پڑے، اس امر کے اقبال سے نہ چونکیں کہ اس سے دین عیسوی کی سچائی کو کوئی خوف نہیں۔“

(یہاں تک پیلی کا کلام تھا)

ساتویں ہدایت

ساتویں ہدایت اس بات کے بیان میں کہ عیسائی مذہب کے مخالف علماء بلکہ بعض بعض موافق فرقے کے علماء بھی سلف سے خلف تک تحریف کی وہائی دیتے چلے آئے ہیں۔

اور مخالف فرقوں کا ذکر کرنا اگرچہ الزاماً مناسب نہیں تھا، لیکن پادری لوگ کبھی کبھی مسلمانوں کے سامنے جو ان کی کتابوں سے واقف نہیں ایسی تقریریں کیا کرتے ہیں کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریف کا دعویٰ مسلمانوں نے ہی کیا ہے، کسی اور نے نہیں کیا، تو اس لحاظ سے مخالف فرقوں کا ذکر کرنا بھی مناسب ہے، سو اس ہدایت کو دو امر پر منقسم کر کے اول میں موافقین کا اقرار اور دوم میں مخالفین کا کلام نقل کروں گا، اور ان دونوں اموں کے لکھنے سے پہلے دیریوس ریڈنگ کے مستحق کو بیان کر دینا ضروری ہے، کیونکہ پادری لوگ عوام کو مغالطہ دینے کے واسطے اکثر دعویٰ کر بیٹھتے ہیں کہ جن کا ہمارے علماء اقرار کرتے ہیں، وہ تو دیریوس ریڈنگ ہیں نہ کہ تحریفیں، اور کبھی دیریوس ریڈنگ کے معنی غلطی کا تب بیان کیا کرتے ہیں، حالانکہ یہ دونوں صرف مغالطے ہیں۔

پارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء) "وَقَالَ جُولَانْدُن" میں تیسری دفعہ چھپا، صفحہ ۳۲۵)۔

”ارائزہ یعنی غلطی کا تب اور دیریوس ریڈنگ یعنی اختلاف عبارت میں

میکالیز کی تفریق اچھی معلوم ہوتی ہے کہ جب ایک سے زیادہ مختلف عبارتیں پائی جاویں تب ان میں ایک سچی ہو سکتی ہے، اور باقی یا تو قصداً تحریف ہے یا کاتب کی بھول، پر اصل عبارت کو جھوٹی اور ساختہ عبارت سے تمیز کرنا اکثر دشوار ہے، سو جب ذرا بھی شبہ رہے تب سب کو اختلاف عبارت کہیں گے، مگر جب صریح معلوم ہو کہ یہاں کاتب نے جھوٹ لکھا ہے تب اسکو غلطی کاتب کی کہیں گے۔

(یہاں تک ہارن کی عبارت تھی)

اور اس قسم کے (۱) دیریوس ریڈنگ فقط انجیل کے اندر متیل صاحب نے تیس ہزار اور گریباخ نے ایک لاکھ پچاس ہزار حساب کئے ہیں، اور شولز کا حال معلوم نہیں کہ اس نے جو زیادہ سعی کی اور آخری محقق ہے، کتنے ایسے دیریوس ریڈنگ شمار کئے ہیں۔ اور انسانی کلوپیڈیا برٹانیکا کی انسویں جلد کے اندر اسکرپچر کے بیان میں لکھا ہوا ہے کہ:

”وٹیس ٹین نے ایسے اختلافات دس لاکھ سے زیادہ جمع کئے ہیں، اور دین عیسوی کا منکر پاڑ کر صاحب ظرافت کی راہ سے یوں لکھا ہے کہ ”پروٹسٹنٹ قایل ہیں کہ مقدس کتابوں کا خدا حافظ ہے، اور اس میں غلطیاں نہیں، کیا پروٹسٹنٹ نے اختلاف عبارت کے مقدمہ میں غل کیا ہے، اور کیا کے پلوس اپنی کتاب کو جو اس نے عہد عتیق کے اختلاف کے اثبات میں لکھی ہے پروٹسٹنٹ کی عنایت میں چھپوا سکتا ہے، اور دین پروٹسٹنٹ کہتا ہے کہ معجزہ ازلی اور ابدی نے

(۱) اور جب دیریوس ریڈنگ کے یہ معنی ٹھہر چکے جو مذکور ہوئے، اور پھر دیریوس ریڈنگ ان کے محققین کے اقرار کے موافق تیس ہزار یا ڈیڑھ لاکھ یا دس لاکھ ان کے مقدس کتاب میں پائے گئے تو پھر اس قول میں کہ: کتب مقدسہ میں ایسے اختلاف عبارت کے بہت ہیں جو یقیناً نہیں معلوم ہو سکتا کہ ان میں مصنف کی اصل عبارت کون سی ہے اور محرف کون سی“ کوئی خلاف نہیں، اور پادری فنڈر صاحب نے جو اپنے خط محررہ ۱۲ اگست میں ڈاکٹر صاحب کے جواب میں اس قول کو خلاف کہا تو اس خلاف کہنے میں خود خلاف کہا، اور یقیناً عہد ایضاً جھوٹ بولا۔ ۱۲ مہرہ اللہ

عہد عتیق اور جدید کو ادنیٰ سے ادنیٰ صدمہ سے بھی باز رکھا ہے، لیکن یہ مسئلہ اس
 عمدہ فوج اختلاف عبارت کے سامنے جو تیس ہزار ہے کھڑا نہیں رہ سکتا۔۔۔
 (یہاں تک پار کر صاحب کا کلام تھا)

کہتا ہوں میں بلکہ ڈیڑھ لاکھ عمدہ بلکہ دس لاکھ عمدہ فوج کے مقابل ٹھہر نہیں
 سکتا، مگر یوں کہو کہ یہ ایسا مضبوط گڈھا ہے کہ اگر ایسے ایسے دس کڑوڑ اختلاف عبارت
 ہوں تو بھی اس مسئلہ کو کچھ ضرر نہیں، اور کتب مقدسہ میں ان سے کچھ تغیر نہیں آتا، بلکہ
 قول مشہور کے مطابق

چیزے کہ بہ کان نمک افتاد نمک شد
 (جو چیز نمک کی کان میں پڑی نمک ہو گئی)

ان کتابوں کا وہ حال ہے کہ جس واہی تباہی کا کلام ان میں مل جاتا ہے، وہ
 بھی کلام ربانی کے برکت سے کلام ربانی ہو جاتا ہے، تو اب اس صورت میں ہم کو
 سکوت کے سوا چارہ نہیں، ہم بھی جبراً مان لیں گے، اور یہ سمجھیں گے

این وثاقت نشکند در پیچ چیز چوں وضوئے محکم بی بی تمیز
 (یہ اعتماد کسی چیز سے نہیں ٹوٹتا، جس طرح بی بی تمیزن کا وضو کسی چیز سے
 نہیں ٹوٹتا تھا)

اور جب ہارن کی عبارت سے وہ فرق معلوم ہو گیا تو ان دونوں مغالطوں کا
 حال بھی کھل گیا، اور ہمارے نزدیک دیریوس ریڈنگ کا اقرار بعینہ تحریف کا اقرار ہے،
 اور اگر کوئی دیریوس ریڈنگ کا اقرار کرے اور لاعلمی سے تحریف کا انکار کرے تو ہم میں
 اور اس میں فقط نزاع لفظی ہوگی، چنانچہ انشاء اللہ مباحثہ کی نقل میں آجائے گا، اور ان
 دیریوس ریڈنگ میں سے بعض جملوں اور فقروں اور نقطوں میں ہیں، اور بعض اعراب

اور لفظوں اور حرفوں میں اور جب یہ بات معلوم ہوگئی تو مطلب میں شروع کرتا ہوں۔

پہلا امر
(موافقین کا اقرار)

اور اس امر میں ۲۴ قول نقل کروں گا۔

پہلا قول

(۱) ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد کے آٹھویں باب میں دیریوس ریڈنگ کے بیان میں یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):
”کہ ان کے وقوع کے چار سبب ہیں۔“

پہلا سبب

غفلت اور سہو کا تب اور یہ کئی وجہ سے ہو سکتا ہے۔

پہلی وجہ

پہلی وجہ یہ کہ لکھانے والے نے خود کچھ کا کچھ بتلایا یا لکھنے والے نے بتلانے والے کی بات نہ سمجھ کر کچھ کا کچھ لکھ دیا۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ کہ عبرانی اور یونانی حروف باہم مشابہ ہیں پس ایک کے عوض سہو اور دوسرا لکھا گیا۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ کہ کاتب نے اعراب کو لکیر سمجھایا لکیر کو جس پر لکھتا تھا حرف کا جزو جانایا اصل مطلب سمجھ کر عبارت بنادی اور یوں غلطی کی۔

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ یہ ہے کہ کاتب کہیں سے کہیں لکھ گیا اور جب اس کو خبر ہوئی تو اس نے نہ چاہا کہ اپنے لکھے کو چھیل ڈالے، سو اس نے جہاں سے چھوڑ دیا تھا، پھر وہیں سے لکھنا شروع کیا، اور جو عبارت کہ لکھ چکا تھا اسکو بھی رہنے دیا۔

پانچویں وجہ

پانچویں وجہ یہ ہے کہ کاتب نے کچھ چھوڑ دیا اور کچھ لکھ کر اس کو خیال آیا تو اس نے اس چھوٹی ہوئی عبارت کو لکھ لیا، سو اس صورت میں ایک جگہ کی عبارت دوسری جگہ چلی گئی۔

چھٹی وجہ

چھٹی وجہ یہ ہے کہ کاتب کی نظر چوک کر ایک سطر سے دوسری سطر پر جا پڑی اور کچھ عبارت رہ گئی۔

ساتویں وجہ

ساتویں وجہ یہ ہے کہ کاتب نے الفاظ مخفف اور کوتاہ کو کچھ سمجھ کر پورا لفظ لکھ دیا، اور اس طرح غلطی ہو گئی۔

آٹھویں وجہ

آٹھویں وجہ یہ ہے کہ جہالت اور غفلت کاتبوں کی دیریوس ریڈنگ کے وقوع کا بڑا منشاء و منبع ہوئی ہے کہ انہوں نے حاشیہ یا تفسیر کو متن کا جز سمجھ کر داخل کر لیا۔

دوسرا سبب

غلطی کا دوسرا سبب خود اس نسخہ کا ناقص ہونا ہے جس سے نقل کیا اور وہ بھی کئی طور پر ہے۔

اول

اول یہ کہ حرکات اور شوشے حروف کے اڑ گئے اور محو ہو گئے۔

دوم

دوم یہ کہ وہی حرکات اور شوشے جو صفحہ کے دوسرے طرف تھے پھوٹ کر اس صفحہ کے حروف کے ساتھ ایسے مل گئے کہ ان کا جز سمجھے گئے۔

سوم

سوم یہ کہ کوئی فقرہ کسی نسخہ میں چھوٹ گیا اور کاتب نے اسکو حاشیہ پر بے نشان کئے لکھ دیا سو اس سے دوسرے لکھنے والے کو غلطی ہوئی اور اسے معلوم نہیں کہ اس حاشیہ والی عبارت کو کہاں داخل کرے۔

تیسرا سبب

اختلاف کا، اس کی بھی کئی صورتیں ہیں تصحیح اور اصلاح کا ارادہ کرنا ہے۔

پہلی صورت

پہلی صورت یہ ہے کہ کاتب نے کسی عبارت کو جو حقیقت میں ناقص نہ تھی ناقص سمجھا، یا مطلب کے سمجھنے میں غلطی کی یا خیال کیا کہ اس عبارت میں قاعدے کی غلطی ہے، حالانکہ خود وہی غلطی پر تھا، یا وہ قاعدے کی غلطی جسکو وہ صحیح کرتا ہے حقیقت میں مضاف ہی سے واقع ہوئی۔

دوسری صورت

دوسری صورت یہ ہے کہ بعض محقق کاتبوں نے صرف قاعدے کی غلطی درست نہیں کی، بلکہ غیر فصیح عبارت کو فصیح کیا یا فضول لفظوں کو جن کا فرق انکو معلوم نہ ہوا حذف کر ڈالا اور اڑا دیا۔

تیسری صورت

تیسری صورت سب سے زیادہ یہ ہوئی کہ مقابل کے فقروں کو یکساں کیا، اور اس طرح کا تصرف انجیلوں میں خصوصاً ہوا، اور پولوس کے ناجبات میں اسکے سبب اکثر الحاق ہوا، تاکہ عہد عتیق سے جو حوالے اس نے دئے ہیں سپٹوا جینٹ کے موافق ہوں۔

چوتھی صورت

بعض محققین نے عہد جدید کو دلکیٹ (یعنی لاطینی ترجمہ) کے موافق بنا دیا۔

چوتھا سبب

اختلاف کا چوتھا سبب عبارت میں دانستہ تحریف ہے، جو کسی نے اپنے مطلب کے لئے کی ہو اور وہ تحریف کرنے والا خواہ دیندار ہو خواہ بدعتی، اور قدیم بدعتیوں میں ایرینیوں سے زیادہ کسی پر تحریف کا الزام نہیں لگایا گیا ہے، اور نہ کوئی ایسی حرکت ناشایستہ کے سبب اس سے زیادہ ملامت کا مستحق تھا، اس کے علاوہ یہ بات بھی محقق ہے کہ بعض تحریفیں قصداً ان لوگوں نے بھی کی ہیں جو دیندار کہلاتے تھے، اور ان کے بعد وہی تحریفیں ترجیح دی جاتی تھیں، تاکہ کسی مسئلہ مقبولہ کی تائید ہو یا جو کچھ اعتراض اس پر وارد ہوتا ہے اٹھ جائے۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا، جو خلاصہ کے طور پر نقل ہوا)

اور ہارن صاحب نے ہر سبب کے بیان میں اس قسم کی بہت سی مثالیں نمونے کے طور پر لکھی ہیں، اور ان سب کے بیان میں چونکہ طول ہوتا ہے اس سبب سے ان کو چھوڑا گیا (۱)، مگر کئی مثالیں جو اس نے دینداروں کی تحریف کی بابت قاف صاحب

(۱) اس لئے کہ بعض دیندار عیسائیوں نے خیال کیا کہ فرشتے کی خداوند کو قوت دینی خداوند کے درجہ الوہیت کے نقصان کا سبب

۳۱
کی کتاب سے نقل کی ہیں، نقل کر دیتا ہوں۔

لکھتا ہے مثلاً لوقا کے ۲۲ باب کا ۲۳ درس جس کا ذکر اوپر ہو چکا قصداً چھوڑا گیا۔

اور متی کے پہلے باب کے ۱۸ درس میں یہ الفاظ ”قبل اس کے کہ وہ ہم بستر

ہوں“ اور ۲۵ درس میں یہ الفاظ ”اس کا پہلو تابیٹا“ قصداً چھوڑے گئے ہیں تاکہ مریم کی

دائگی دوشیزگی پر شبہ نہ پڑے۔

اور نامہ اول گرنٹیوں کے ۵ باب کے ۵ درس میں ”بارہ“ کی جگہ ”گیارہ“

بنائے گئے، تاکہ پولوس پر جھوٹ کا الزام نہ لگے، کیونکہ یہود ایش کر یوتی تو مرچکا تھا۔

اور مرقس کے ۱۳ باب کے ۲۳ درس میں کچھ لفظ چھوڑ دئے گئے، اور بعض

مرشدوں نے بھی ان الفاظ کو رد کیا ہے، کیونکہ ان کو یہ خیال تھا کہ وہ لفظ ایرین فرقے

کے مؤید تھے (۱)۔

اور لوقا کے پہلے باب کے ۳۵ درس میں کچھ لفظ سریانی اور فارسی اور عربی اور

اتھیوپک اور دوسرے ترجموں کے نسخوں میں اور بہت مرشدوں کے حوالوں میں

بڑھائے گئے، یوٹی کینس کے فرقے کے مقابلہ میں وہ اس بات کا منکر تھا کہ حضرت

عیسیٰ میں دونوں صفتیں ہیں۔

اور ہارن کی اس تحریر سے منصف ناظرین پر یہ بات ظاہر ہے کہ تحریف کی

جتنی صورتیں وہم اور خیال میں گزرتی ہیں، سوسب اس نے بیان کر دیں، اور ہر ایک

کی مثال بتلا کے یہ دکھا دیا کہ مقدس کتابوں میں سب صورتوں سے تحریف ہوئی ہے،

اور سچ تو یہ ہے کہ جب کبھی کاتبوں نے حاشیہ کی عبارت متن میں داخل کر لی، اور کبھی

محققین نے غیر فصیح کو فصیح بنا دیا، اور کبھی الفاظ فضول اور مترادفہ کو اڑا دیا، اور سب

(۱) انبروس کہتا ہے کہ بہت نسخوں میں جو میرے وقت میں رائج ہیں وہ الفاظ چھوڑ دیے گئے، کیونکہ وہ الفاظ ایرین کے مسئلہ کے

مؤید تھے۔ ۱۲، ہارن صفحہ ۳۳۱ جلد ۲

کتابوں میں عموماً اور انجیلوں میں خصوصاً اور پولوس کے نامجبات میں اکثر فقروں کے یکساں کرنے کو الحاق کیا، اور بعض محققین نے ولکیٹ ترجمہ کی موافقت کے واسطے کمی و بیشی کی، اور کبھی دیندار حضرات نے قصداً تحریف کی، اور کبھی بدعتیوں نے خاک اڑائی، تو بھلا تب کوئی صورت تحریف کی باقی رہ گئی، جس کا پادری لوگ انکار کرتے ہیں، اور جب ہارن نے جو بڑا دیندار اور متعصب کہلاتا ہے، باوجود غایت تعصب کے مجبوراً اتنا لکھا تو اس سے کسی پروٹسٹنٹ کو انکار نہیں ہو سکتا۔

دوسرا قول

(۲) بشب ہارسلی اپنی تفسیر کی تیسری جلد میں صفحہ ۲۸۱ و ۲۸۲ کے اندر کتاب یوشع کے مقدمہ میں یوں لکھتا ہے:

”بشب ارج نیو کم اقرار کرتا ہے کہ محرف عبارتوں سے جو مطبوعہ کو خراب کئے ہوئے ہیں بڑی مشکلات واقع ہوتی ہیں۔“

پھر بشب ہارسلی اس قول پر اعتراض کرتا ہے، اور خود یوں لکھتا ہے:

”اور یہ بات کہ پاک متن نے تحریف پائی تھی، بلاشبہ ہے، اور نسخوں کے اختلاف سے یہ ظاہر ہے، اس لئے کہ مختلف عبارتوں میں سے صرف ایک ہی درست ہو سکتی ہے، اور یہ بات بھی غالب ہے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ یقین کے قریب ہے کہ خراب سے خراب عبارتیں بعض دفعہ چھپے ہوئے متن میں راہ پا گئی ہیں، مگر یہ کہ یوشع کی کتاب میں عہد عتیق کی اور کتابوں سے تحریفات زیادہ ہیں مجھے اس کی کوئی دلیل نظر نہیں آتی، اور میں اس بات کا انکار کرتا ہوں کہ کسی جگہ اتنی بہت تحریفات ہیں یا وہ ایسی ہیں کہ اس کتاب کی عبارت کے مبہم ہونے کا سبب بنی ہیں۔“

(یہاں تک بشب ہارسلی کا کلام تھا)

دیکھو یہ محقق گویشب ارج نیوکم پر اعتراض کرتا ہے، مگر اتنی بات وہ مانتا ہے کہ پاک متن نے (یعنی بائبل کے متن نے) تحریف پائی تھی یہ بات بلاشبہ ہے اور یہ بات بھی یقین کے قریب ہے کہ خراب سے خراب عبارتیں بعض دفعہ چھپے متن میں راہ پا گئی ہیں۔ پھر اسی تیسری جلد کے صفحہ ۲۸۵ میں لکھتا ہے کہ:

”یہ بات یقیناً بہت درست ہے کہ عبرانی متن بخت نصر کے ہیکل غارت کرنے کے بعد بلکہ شاید کچھ زمانے کے پیشتر سے ان نقلوں میں جو لوگوں کے پاس تھیں بہت بری تحریف کی حالت میں تھا، بہ نسبت اس کے کہ اسکا یہ حال عزرا کے تصحیح کے بعد کبھی ہوا ہے۔“

(یہاں تک بشب ہارسلی کا کلام تھا)

سوان عبارتوں کے موافق یہ مشہور فاضل جناب مسیح کے زمانے کے پہلے اور بعد میں تحریف کا قائل ہے۔

تیسرا قول

(۳) یوسی بیس اپنی تاریخ کی چوتھی کتاب کے اٹھارہویں باب میں یوں لکھتا ہے کہ:

”جسٹن شہید نے طریقوں کے مقابلہ میں چند پیشین گوئیاں ذکر کر کے

دعوے کیا ہے کہ یہودیوں نے انہیں مقدس کتابوں سے نکال ڈالا۔“

اور وائٹسن کی تیسری جلد کے صفحہ ۳۲ میں ہے کہ:

”البتہ اس بات میں مجھے کچھ شک نہیں ہے کہ جسٹن نے طریقوں کے ساتھ مباحثہ

کرنے کے وقت میں جن عبارتوں کے نکال ڈالنے کا الزام یہودیوں کو لگایا تھا گواہ

عبری اور سپٹواجنٹ کے نسخوں میں نہیں پائی جاتی ہیں، پر حقیقت میں جسٹن اور

ارینیوس کے وقت میں دونوں کے اندر موجود تھیں اور کتاب مقدس کا جزو تھیں، خصوصاً

وہ عبارت جس کی نسبت جسٹن یہ کہتا ہے کہ:

”وہ یرمیا کے کتاب میں تھی۔“

سلبر جیس جسٹن کے حاشیہ میں اور ڈاکٹر گریب ارینیوس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

”معلوم ہوتا ہے کہ پطرس کو اپنے پہلے خط کے چوتھے باب کے چھٹے

درس کے لکھنے کے وقت اسی پیشین گوئی کا خیال تھا۔“

اور ہارن چوتھی جلد کے صفحہ ۶۲ میں لکھتا ہے کہ:

”جسٹن اپنی کتاب میں طریقوں یہودی کے مقابلہ میں دعوے کرتا ہے

کہ عزرا نے لوگوں سے کہا تھا کہ یہ عید فسخ کا کھانا ہمارے خداوند نجات دہندہ کا

کھانا ہے، تو سمجھو کہ اگر تم خداوند کو اس نشان یعنی کھانے سے اچھا سمجھو گے اور

اس پر ایمان لاؤ گے تو یہ زمین کبھی ویران نہ ہوگی اور اگر تم اس پر ایمان نہ لاؤ

گے، اور اس کا وعظ نہ سنو گے تو تم غیر قوموں کی ہنسائی کا سبب ہو گے۔

اور وائی ٹیسکر لکھتا ہے کہ:

”یہ فقرہ غالباً عزرا کی کتاب کے چھٹے باب کے درس ۲۱ و ۲۲ کے

درمیان ہو۔“

اور ڈاکٹر اے کلارک جسٹن کی تصدیق کرتا ہے۔“

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

ان عبارتوں سے واضح ہے کہ جسٹن شہید نے طریقوں یہودی کے مقابلہ میں

کئی پیشین گوئیاں ذکر کر کے دعوے کیا ہے کہ یہودیوں نے ان کو تحریف کر کے کتب

مقدسہ سے نکال ڈالا ہے، اور گریب اور سلبر جیس اور وائی ٹیسکر اور اے کلارک اور

وائسن نے اس کے دعوے کی تصدیق کی ہے، اور وائسن مدعی ہے کہ گواب عبری اور

سپتواجنٹ کے نسخوں میں نہیں پائی جاتیں پر حقیقت میں جسٹن اور ارینیوس کے وقت

میں دونوں میں موجود اور مقدس کتابوں کی جزء تھیں، پس ان علماء کے اقرار کے موافق

جسٹن اور ارینیوس کے عہد کے بعد یہ تحریف ہوئی ہے۔

چوتھا قول

(۴) تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

”اگسٹائن یہودیوں کو ان بزرگوں کی نسبت جو طوفان سے پہلے ہوئے
یا اس کے بعد حضرت موسیٰ کے زمانے تک گزرے ہیں، تاریخوں کی تبدیل
اور تحریف کا الزام لگاتا تھا، اور الزام کی وجہ یہ کہتا تھا کہ انہوں نے یونانی ترجمہ
کے غیر معتبر کرنے کے واسطے اور دین مسیحی کی دشمنی سے یہ امر کیا تھا، اور معلوم
ہوتا ہے کہ یہی رائے قدامت مسیحیوں میں عام تھی، اور یہ کہتے تھے کہ قریب ۱۳۰ء
کے یہود نے یہ تحریف کی ہے۔“

(یہاں تک ان مفسروں کا کلام تھا)

اور جاننا چاہئے کہ تفسیر ہنری واسکاٹ وہ تفسیر ہے جس کو ایک سو کئی علماء کی
کتابوں سے جمع کیا گیا ہے، اور عیسائیوں کے نزدیک بڑی معتبر ہے، اور لنڈن کی
ٹرکٹ سوسائٹی نے بھی اس کو معتبر اور مستند سمجھ کر چھپوایا ہے، سو ان مفسروں کے قول سے
معلوم ہوا کہ سلف کے مسیحی اور اگسٹائن یہودیوں کو دانستہ تحریف کا الزام لگاتے تھے،
اور مدعی تھے کہ انہوں نے یہ تحریف ۱۳۰ء کے قریب میں کی ہے۔

اور اب ایک جھوٹ پادری فنڈر صاحب کا دیکھو کہ حل الاشکال کے صفحہ ۱۵۷

میں لکھتے ہیں کہ:

”اگسٹائن لکھتا ہے کہ کتب مقدسہ کو خراب کرنا کبھی ممکن نہ تھا الخ۔“

حالانکہ مفسرین مذکورین اقرار کرتے ہیں کہ وہ یہودیوں کو تحریف کا الزام لگاتا

تھا، اور یہی رائے قدامت مسیحیوں میں عام تھی، پادری صاحب کسی معتبر کتاب کا حوالہ

دیں کہ اگسٹائن کا وہ قول اس میں منقول ہے۔

پانچواں قول

(۵) چوتھی ہدایت کے اندر نویں وجہ میں گزرا، کہ ممفرد کیتھولک اولاً گریزا سٹم کا قول یوں نقل کرتا ہے کہ:

”یہود نے غفلت بلکہ بے دینی سے بعض کتابیں کھودی ہیں اور بعض کتابیں پھاڑ ڈالیں، اور بعض جلادیں۔“
پھر آپ لکھتا ہے کہ:

”یہ بات کہ انہوں نے وہ کتابیں پھاڑ ڈالیں اور جلادیں، نہایت غالب معلوم ہوتی ہے۔“

چھٹا قول

(۶) واٹسن اپنی کتاب کی تیسری جلد میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۷۹۱ء صفحہ ۲۸۳):
”مدت ہوئی کہ ارجن ان اختلافوں کی شکایت کرتا تھا، اور ان کو مختلف سببوں کی طرف نسبت کرتا تھا، مثل تغافل اور بد ذاتی اور بیباکی کاتبوں کی اور جیروم کہتا ہے کہ جب اس نے عہد جدید کے ترجمہ کرنیکے واسطے اور نسخوں کو جو اس کے پاس تھے ملایا بڑا اختلاف پایا۔“

اور صاحب اکیسہو مو اپنی کتاب میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۱۳ء صفحہ ۱۰):
”ارجن تیسری صدی میں نسخوں کے خراب ہونے کی بڑے زور سے فریاد کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ ہم کاتبوں کی غلطی اور اس بددیانتی اور بے باکی کا کہ جس سے انہوں نے متن کو صحیح کیا ہے، کیا حال بیان کریں، اور اسی طرح ان کی بے قیدی کا جس سے انہوں نے زیادہ یا کم کیا ہے، کیا حال کہیں۔“

ساتواں قول

(۷) آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں مقدمہ کے اندر لکھتا ہے کہ:
”جیروم کے پہلے مختلف مترجموں نے بہت سے ترجمے لاطینی زبان میں

کئے تھے، اور بعض ان کے پرلے درجے کے محرف تھے، اور بعض مقامات ان کے دوسرے مقامات سے متناقض تھے، جیسا جیروم فریاد کرتا ہے۔“

آٹھواں قول

(۸) وارڈ صاحب اپنی کتاب اغلاطنامہ کے مقدمہ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء صفحہ ۷۱ اور ۱۸۴۲ء صفحہ ۷۱):

”ڈاکٹر ہمفری صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۷۸ میں لکھتا ہے کہ: ”یہودیوں کے وہم نے (عہد عتیق کی کتابوں کو) کئی جگہ ایسا خراب کیا ہے، کہ پڑھنے والا اس کو سہولت سے معلوم کر سکتا ہے۔“

پھر لکھتا ہے کہ:

”یہود کے علماء نے مسیح کی بشارات کو بہت بری طرح سے بگاڑ ڈالا ہے۔“

پھر لکھتا ہے کہ:

”ایک دوسرا پروٹسٹنٹ لکھتا ہے کہ:

”پرانے مترجم نے ایک طور پر پڑھا ہے، اور اب یہودی اس کو اور طرح پڑھتے ہیں۔“

اور میرے نزدیک یہود کے کاتبوں اور ان کے ایمان کی طرف خطا کی نسبت کرنی بہتر ہے، اس سے کہ اس کو پرانے مترجم کی جہل اور سستی کی طرف نسبت کریں، اس لئے کہ یہودی لوگ مسیح کے قبل اور بعد زبور کی حفاظت اپنے راگوں کی نسبت کم کرتے تھے۔“

(یہاں تک وارڈ کا کلام تھا)

یہاں بھی دیکھو کہ یہ عالم یہود کو تحریف کا الزام لگاتے ہیں۔

نواں قول

(۹) تیسری ہدایت کے اندر چوتھے اختلاف کے بیان میں آدم کلارک مفسر کا قول

گذرا، کہ ڈاکٹر کنی کاٹ سامری کا بڑا حامی ہے، اور بہت لوگ کنی کاٹ کی دلیلوں کو لا

جواب سمجھتے ہیں، اور انہیں شبہ نہیں کہ یہودیوں نے سامریوں کی عداوت سے تحریف کی ہے، اور ہارن کا قول اس امر میں دوسری ہدایت کے اندر گذرا۔

دسواں قول

(۱۰) تیسری ہدایت کے اندر آدم کلارک مفسر کا قول ۲۹ اختلاف کے بیان میں گذرا کہ:

”یوسفیس کے وقت میں یہودیوں کو خیال تھا کہ مقدس کتابوں کی تاریخ کو جلا دیں نمازیں اور گیت اور تاریخ کی نئی باتیں ایجاد کریں۔

دیکھو بہت سے الحاق کتاب استیر کے اور شراب اور عورتوں اور سچ کی بڑی کہانی جو عزرا اور نحیا کی اصل تاریخ کے بیچ میں بنائی گئی ہے، اور اب وہ عزرا کی پہلی کتاب کہلاتی ہے، اور دیکھو تین لڑکوں کا گیت جو دانیال کی کتاب میں داخل کر دیا، اور دیکھو بہت سے الحاق یوسفیس میں۔“

(یہاں تک آدم کلارک کا قول تھا)

دیکھو اس میں یہودیوں کے بارے میں تحریف کا الزام اور زمانہ تحریف کا

دونوں مصرح ہیں۔

گیارہواں قول

(۱۱) فیلیس کوڈنوس راہب اپنی کتاب خیالات میں جس کو اس نے احمد شریف

بن زین العابدین اصفہانی کے جواب میں لکھی ہے، اور ۱۶۳۹ء میں چھپی ہے، چھٹی فصل کے اندریوں لکھتا ہے کہ:

”نسخہ قصاعہ میں بہت ہی تحریف پائی جاتی ہے، خصوصاً کتاب امثال

سلیمان میں، اور رب اقلانے جو انگلیس کر کے مشہور ہے، سب توریت کو نقل

کیا ہے، اور اسی طرح رب یوشا بن عزریاں نے کتاب یوشع بن نون اور کتاب

القصاصات اور کتاب السلاطین اور کتاب اشعیا اور انبیاء کی باقی کتابوں کو نقل کیا ہے، اور رب یوسف اعمیٰ نے زبور اور کتاب ایوب اور راغوث اور استیر اور سلیمان کی کتابوں کو نقل کیا ہے، اور ان سب نے تحریف کی ہے، اور ہم نصرانیوں نے ان کی کتابوں کی محافظت سے رکھا ہے، تاکہ یہودیوں کو تحریف کا الزام دیں، اور ہم ان کی ابا طیل کو نہیں مانتے۔“

(یہاں تک فیلیس کو اڈنوس کا کلام تھا) وہ صاف اقرار کرتا ہے کہ ان سب یہودیوں نے کتب مذکور میں تحریف کی ہے۔

بارہواں قول

(۱۲) چوتھی ہدایت کے اندر ساتویں وجہ کے بیان میں ریس کی انسائیکلو پیڈیا سے منقول ہوا، کہ یہود نے ایک کونسل جما کے مقدس کتابوں کے نسخوں کو جو آٹھویں صدی تک کے تھے، تحریف اور غلطی کا الزام لگا کر جلوادیا تھا۔

تیرہواں قول

(۱۳) لارڈنراپنی کتاب الاسناد کی پانچویں جلد کے صفحہ ۱۲۴ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۷ء):

”کہ جب قسطنطنیہ میں مسالہ حاکم تھا، پاک انجیلیں مصنفوں کی جہالت کے سبب سے بحکم بادشاہ اناطیشوس کے بری ٹھیرائی گئیں، اور ان کی پھر کر تصریح ہوئی۔“

(یہاں تک کلام لارڈنر کا تھا)

اب خدا کے واسطے دیکھو کہ یہ انجیلیں اگر الہام سے لکھی گئی ہیں، جیسے پادری دعویٰ کرتے ہیں تو پھر مصنفوں کی جہالت اور بری ٹھیرائے جانے کے اور پھر تصحیح ہونے کے کیا معنی، کیا عیاذ باللہ روح القدس جاہل ہے، اور تحریف میں اب پھر کیا حالت منتظر

باقی رہی، اور اگر یہ انجیلیں کونسل گھر کی گھڑی ہوئی ہیں، جیسے اور بہت سی تھیں جن کا ذکر چوتھی ہدایت کے اندر بارہویں وجہ کے بیان میں گذرا، تو البتہ اب ان سب امروں کے معنی صاف ہیں، مگر اب سب مجموعہ کے جعلی اور محرف ہونے میں کیا اشتباہ رہا، اور اس جگہ یہ شبہ بھی زائل ہو گیا، جو پادری لوگ کہا کرتے ہیں، کہ ہماری مقدس کتابوں میں کسی بادشاہ یا حاکم نے دست اندازی نہیں کی، یہ محض جھوٹ ہے، اور حق یہ ہے کہ یہ انجیلیں بھی کونسل گھر کی ساختہ اور گھڑی ہوئی ہیں، سرکار انگریزی کے قانون کے موافق ان میں وقت کے تقاضے کے تحت ترمیم ہوتی رہی ہے۔

چودھواں قول

(۱۴) تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

”انجیل متی کے عبری نسخے کے گم ہو جانے کا یہ سبب ہوا کہ فرقہ ایونی نے جو جناب مسیح کے الوہیت کا منکر تھا، اس نسخے میں تحریف کی تھی، اور یروشلم کی تباہی کے بعد وہ نسخہ جاتا رہا۔“

اور بعض کہتے ہیں کہ:

”ناصریوں نے یا یہودی مریدوں نے عبری انجیل کو محرف کیا تھا، اور فرقہ ایونی نے بہت سے فقرے اس کے نکال ڈالے تھے۔“

پندرہواں قول

(۱۵) ہارن صاحب پہلی جلد کے صفحہ ۲۸ میں لکھتا ہے کہ:

”الحاق کی بابت مانا جاوے کہ توریت میں ایسے فقرے (یعنی الحاقی)

موجود ہیں۔“

پھر دوسری جلد کے صفحہ ۴۴۵ میں لکھتا ہے کہ:

”عبرانی متن میں محرف مقامات تھوڑے ہیں۔“

یعنی صرف نو ہی ہیں، جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے۔

سولہواں قول

(۱۶) دوسری ہدایت کے اندر ہارن کی تحریر سے معلوم ہو چکا کہ دوسری صدی کے شروع میں یہودیوں نے بہت سے فقرے ترجمہ سپٹوا جنٹ سے نکالنے شروع کئے تھے، اور اس کے نسخوں میں بہت غلطیاں یہودی دانستہ تحریف کے سبب اور اسی طرح حاشیہ اور شرح کے متن میں داخل ہونے کے سبب بھی ظہور میں آئی تھیں، اور بقول مورخ انگریزی کے اس ترجمے میں بہت غلطیاں بعض سہو کاتب سے اور بقول ڈاکٹر کنی کاٹ بعض کاتبوں کی شرارت سے پائی جاتی ہیں، اور بقول وارڈ کے اس میں مشرق کے ملحدوں نے تحریف کی ہے۔

سترہواں قول

(۱۷) چوتھی ہدایت کے اندر چودھویں وجہ کے بیان میں ہارن کے قول سے معلوم ہو چکا کہ پانچویں صدی سے پندرہویں صدی تک ترجمہ لاطینی میں بہت سی خرابیاں اور الحاق ہوئے ہیں، اور اس کے مانند کوئی ترجمہ خراب نہیں کیا گیا، اس کے نقل کرنے والوں نے بہت ہی ناجائز بے قیدی سے عہد جدید کی ایک کتاب میں دوسری کتاب کے فقرے داخل کئے اور حاشیوں کی عبارت متن میں درج کر لی۔

اٹھارہواں قول

(۱۸) پہلی ہدایت میں گذرا، کہ ان کتابوں کے حق میں جن کو روسن کیتھولک مانتے ہیں پروٹسٹنٹ نہیں مانتے، پروٹسٹنٹ لوگ نہ ماننے کا ایک یہ بھی عذر بیان کرتے ہیں

کہ وہ محرف اور جعلی ہیں، خصوصاً مقابلیں کی دوسری کتاب۔

انیسواں قول

(۱۹) آدم کلا رک مفسر اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں سموئیل کی دوسری کتاب کے ۲۴ باب کے ۹ درس کی شرح میں لکھتا ہے:

”عہد عتیق کی تاریخ کی کتابوں میں اور جگہ کی نسبت بہت سی تحریفیں ہوئی ہیں، اور ان کی تطبیق میں محنت کرنی عبث ہے، بہتر یہ ہے کہ ایک ہی دفعہ اس بات کو قبول کر لیں، جس کا انکار فتیابی سے نہیں ہو سکتا، گواصل عہد عتیق کے لکھنے والے الہامی تھے، لیکن نہیں کہہ سکتے کہ وہ الہام نقل نویسوں کو بھی تھا۔“
(یہاں تک اس مفسر کا کلام تھا)

دیکھو عہد عتیق کی ساری کتابوں میں عموماً اور تاریخ کی کتابوں میں خصوصاً تحریف کا صاف صاف اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بہتر یہی ہے کہ اس بات کو قبول کر لیں، جس کا انکار فتیابی سے نہیں ہو سکتا۔

پھر وہی مفسر اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۱۳ باب کی شرح میں لکھتا ہے:
”اور ان تاریخ کی کتابوں کے عدد میں ہم کو اکثر تحریف کے وقوع کی فریاد کا موقع ہوا ہے۔“

(یہاں تک اس مفسر کا کلام تھا) سو اس جگہ بھی صاف صاف اقرار کرتا ہے۔

بیسواں قول

(۲۰) اکھارن جو ایک بڑا عالم عیسائی مذہب میں گذرا ہے، اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

”کلیمنس دوسری صدی کے آخر میں ان آدمیوں کا ذکر کرتا ہے جو انجیلوں کو محرف کرتے تھے، سو اس کے موافق عیسائی مذہب کے علماء نے دوسری ہی صدی سے اس امر کی فریاد کی ہے جیسے مخالفین بھی دوسری صدی سے اس امر

کی فریاد کرتے ہیں۔“

جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب دوسرے امر کے بیان میں تیسرے قول میں معلوم ہو جائے گا، اور اکھارن کی تمام عبارت کی نقل بارہویں ہدایت میں آتی ہے۔
اکیسواں قول

(۲۱) بادشاہ جیمس اول کے عہد میں پروٹسٹنٹوں نے بادشاہ کو عرضی اس مضمون کی دی تھی کہ ہماری نماز کی کتاب میں جوزبور داخل ہیں، ان میں عبری کے مخالف دوسو جگہ کے قریب زیادتی اور کمی اور تبدیلی پائی جاتی ہے۔
بائیسواں قول

(۲۲) مسٹر کارلائل کہتا ہے کہ:

”انگریزی مترجموں نے مطلب کو فاسد کیا، سچ کو چھپا دیا، اور جاہلوں کو فریب دیا، اور انجیل کے سیدھے مطلب کو ٹیڑھا کیا، اور ان لوگوں کو نور سے ظلمت اور سچ سے جھوٹ زیادہ پسند ہے۔“

تیسواں قول

(۲۳) مسٹر پروتن نے کونسل کے لارڈ لوگوں سے درخواست کی تھی کہ ایک نیا ترجمہ انگریزی تیار ہو، کیونکہ جو ترجمہ اب انگلستان میں مروج ہے وہ غلطیوں سے پر ہے، اور بشب لوگوں سے کہا تھا کہ تمہارا مشہور انگریزی ترجمہ ایسا ہے، کہ عہد عتیق کی کتابوں کی عبارت کو ۸۴۸ جگہ الٹا ہے، اور کروڑ ہا آدمیوں کو عہد جدید کے کتابوں کے رد کرنے اور دوزخ میں پڑنے کا سبب ہوا ہے، دوسرے ترجموں کی بابت اور بھی ایسے قول ہیں، جن کا بیان بارہویں ہدایت کے پہلی قسم میں تفصیل سے آتا ہے۔

چوبیسواں قول

(۲۴) اکبر آباد کے مباحثہ میں علی رؤس الاشہاد پادری فرنیچ صاحب نے کہا تھا کہ:

”صاحب (یعنی پادری فنڈر صاحب) بھی اس بات کو مانتے ہیں، کہ سات آٹھ جگہ تبدیل و تحریف ہوئی ہے۔“

اور میں نے ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ میں ایک خط فرنیچ صاحب کو لکھا تھا، انہوں نے اس کے جواب میں صاف اقرار کیا تھا کہ:

”چار پانچ آیتوں میں قریب یقین ہوا کہ یا سہو یا عمدہ راہ تحریف متن کے (یعنی انجیل کے متن کے) درمیان آئیں۔“

اور اس کی نقل پہلی جلد کے اندر مقدمہ میں بھی گزری ہے، اور اسی طرح اور قول (۱) ہیں، کہاں تک لکھیں، انہیں قولوں سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ موافق والے بھی سلف سے خلف تک تحریف کا اقرار کرتے چلے آتے ہیں، اور اس قدر اقرار مسلمانوں کے دعوے کے واسطے شافی و کافی ہے، کیونکہ اہل اسلام کا بھی سچا دعویٰ ہے کہ یہ بائبل کا موجودہ مجموعہ سب کا سب یقین کے ساتھ خدا کا کلام نہیں ہے، اور سند کے نہ ہونے اور بعض مقامات میں تحریف واقع ہو جانے کی وجہ سے مشکوک ہو گیا ہے، سو یہ دعوے بفضل اللہ بخوبی ثابت ہے۔

(۱) مرآۃ الصدق میں (جس کا مصنف پادری تھامس (ٹامس) ہے جو کیتھولک مذہب کا ماننے والا انگریز ہے) یوں ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء ص: ۱۷۶، ۱۷۷): فقط چودہویں مزمور کو جو کتاب عام نماز میں موجود ہے اور جس پر پرنٹسٹ پادری حلقہ اپنی پذیرائی اور رضامندی کا اقرار کرتے ہیں دیکھو، اور پھر اس مزمور کو پرنٹسٹوں کی کتاب مقدس میں مطالعہ کرو تو دیکھو گے کہ چار آیتیں نماز کی کتاب میں کتاب مقدس کی بہ نسبت کم ہیں، اگر یہ چاروں آیتیں کلام الہی سے ہیں تو کتاب مقدس میں کیوں چھوڑ دی ہیں اور اگر کلام الہی سے نہیں ہیں تو پرنٹسٹ عام نماز کی کتاب میں ان آیتوں کی عدم صداقت کیوں ظاہر نہیں کرتے، صریح حقیقت یہ ہے کہ پرنٹسٹوں نے یا کچھ بڑھانے سے یا گھٹانے سے اس پیشین گوئی کے لفظوں کو اور خدا کے کلام کو بگاڑا ہے (یہاں تک مرآۃ الصدق والے کا کلام تھا) ۱۲ منہ

دوسرا امر (مخالفین کا بیان)

(۱) لارڈز اپنی کتاب الاسناد کی تیسری جلد میں فرقہ مانی کینز کے حال میں لکھتا ہے کہ:

”یہ فرقہ عہد جدید کی مقدس کتابوں کو تو مانتا ہے لیکن الحاق کا ان میں قائل ہے۔“

(۲) پھر فاسٹس کا قول جو اس فرقہ کا ایک مشہور عالم چوتھی صدی میں گذرا ہے، اور اگسٹائن کے مقابل تھا یوں لکھتا ہے کہ:

”ان چیزوں سے انکار کروں جنکو فریب سے تمہارے باپ وادوں نے اس میں الحاق کر دیں ہیں، اور اس کی خوبصورتی اور بہتری کو بد شکل اور خراب کر دیا ہے، کیونکہ یہ تحقیق ہے کہ اس عہد جدید کو نہ حضرت عیسیٰ نے لکھا ہے نہ ان کے حواریوں نے، بلکہ ایک مدت کے بعد کسی گمنام شخص نے لکھا، اور اس نے اس لحاظ سے کہ مبادا اس کو ان حالات سے جو لکھنا ہے، غیر واقف سمجھ کر اعتبار نہ کریں، حواریوں اور حواریوں کے رفیقوں کے نام لگا دیے ہیں، اور اس نے عیسیٰ کے مریدوں کو بڑی تکلیف دی ہے، کہ ان کے نام سے ان کتابوں کو جن میں بہت سی غلطیاں اور تضاد ہے بنایا، کیا یہ حضرت عیسیٰ کے مریدوں کے ساتھ جو باہم متفق اور یکدل تھے، برائی کرنی نہیں۔“

(یہاں تک لارڈز کے کلام کا ٹکڑا تھا) پھر اسی کے قول میں نقل کرتا ہے:

”اس میں کیا قباحت ہے کہ ہم بھی عہد جدید سے صرف وہی چیزیں مانیں جو ابن کی عزت کے قائل ہیں، اور ان کو اس نے یا اس کے حواریوں نے کہا ہے، اور خارج کریں ان کو جو حواریوں نے جہالت سے کہیں، یا جھوٹ اور بے حیائی سے ان کی طرف منسوب ہوئیں۔“

(یہاں تک لارڈز کا کلام تھا) اور مانی کیز کے فرقے کی طرح اور فرقوں کا

بھی حال تھا۔

(۳) اکھارن سلسوس کے قول کو جو ایک فاضل بت پرست دوسری صدی میں گذرا

ہے، اور اس نے ایک کتاب مسیحی دین کے ابطال میں بھی لکھی ہے، اپنی کتاب میں یوں نقل کرتا ہے کہ:

”عیسائیوں نے اپنی انجیلوں کو تین بار چار بار بلکہ اس سے بھی زائد ایسا

بدلا ہے کہ گویا ان کا مضمون بھی بدل گیا۔“

(یہاں تک اس فاضل بت پرست کا کلام تھا)

اور اب جو ملحد لوگ کہتے ہیں، اور ان کی صد ہا کتاب چھپ کر شائع ہو گئیں ہیں، ان کی

مزخرفات کے نقل کرنے کو دل نہیں چاہتا، جس کا جی چاہے ان کتابوں میں دیکھ لے۔

اور یہ کلام تو تحریف لفظی میں تھا، اور تحریف معنوی میں تو کچھ کلام ہی نہیں، سب

عیسائی بالاتفاق مانتے ہیں کہ یہودیوں نے تحریف معنوی کی ہے، اور کرتے ہیں، خصوصاً

بشارات مسیحی میں، اور چونکہ یہ بات مسلمات میں سے ہے، اس کے بہت سے شواہد لانے

کی حاجت نہیں، اس لئے میزان الحق سے فقط دو قولوں کو نقل کر دیتا ہوں۔

پہلے باب کی تیسرے فصل میں ہے (۱۸۵۰ء صفحہ ۳۹):

”مسیحی دین کے پہلے معلم فقط یہی سچا دعوے کرتے ہیں کہ یہودیوں

ان آیات کو کہ جن میں یسوع مسیح کا اشارہ ہے نالائق اور نامناسب طور پر

تفسیر اور خلاف بیان کیا ہے۔“

پھر دوسرے باب کے مقدمہ میں ہے (نسخہ ۱۸۵۰ء صفحہ):

”اور پیشین گوئیوں یعنی اخبارات قبل از وقوع کو جو پرانے عہد کی

کتابوں میں مسیح کی طرف اشارہ ہیں، برخلاف بیان اور تفسیر کر کے کہتے ہیں کہ

صبح جس کا وعدہ ہوا، اب تک نہیں آیا، بلکہ آوے گا۔

(یہاں تک میزان الحق کی عبارت تھی)

اور اس قول سے ”فقط یہی سچا دعویٰ الخ“ جو یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ پہلے معلم

تحریف لفظی کا دعویٰ نہیں کرتے تھے، سو یہ بالکل غلط ہے، جیسا ابھی جلد اسی ہدایت

میں تیسرے اور چوتھے اور پانچویں قول کے بیان میں گذرا۔

آٹھویں ہدایت

اس بات کے بیان میں کہ ان کی مقدس کتابوں میں ایسے اختلاف اور غلطیاں ہیں کہ اگر اور سب امور سے قطع نظر کریں تو وہ بھی اس بات کے مقتضی ہیں کہ یا تو ان میں تحریف ہوئی، یا ان کے لکھنے والے الہامی شخص نہ تھے۔

اور چونکہ پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے تیسرے شبہ کے جواب کے اندر عہد جدید کے ساٹھ اختلافوں کو اور پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب کے اندر عہد عتیق اور جدید کی ترسی غلطیوں کو لکھ آیا ہوں، تو اس سبب سے اس جگہ بہت نہ لکھوں گا، بلکہ عہد جدید سے تو فقط اور چھ اختلافوں کو لکھوں گا کہ پہلے ساٹھ اختلافوں کے ساتھ مل کر چھپا سٹھ ہو جائیں گے، اور عہد عتیق کے تیس اختلافوں کو لکھوں گا، اور بعض ان میں سے جو ایسے ہیں جن کا ذکر پہلی ہدایتوں میں یا پہلی جلد کے اندر گزر گیا ہے انہیں اجمالاً لکھوں گا، اور ان کو اگرچہ ناظرین تلاش کر کے معلوم کر سکتے ہیں، لیکن اس واسطے لکھا گیا کہ اس کو ضرورت کے وقت تلاش کی حاجت نہ ہو۔

پہلا اختلاف

متی کی انجیل کے دسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۰ء و ۱۸۲۳ء و ۱۸۲۶ء):
 ”۱۹۔ لیکن جب وہ تمہیں پکڑوائیں، فکر نہ کرنا کہ ہم کیونکر کہیں یا کیا

کہیں، کہ اسی گھڑی وہ بات جو تم کہو گے تمہیں دی جائے گی۔

۲۰۔ کہ تم نہیں کہو گے، بلکہ تمہارے باپ کی روح تم میں کہیگی۔

اور اسی طرح مرقس کی انجیل کے ۱۳ باب کے ۱۱ درس اور لوقا کی انجیل کے ۱۲

باب کے ۱۱ اور ۱۲ درس میں ہے۔

اور ان تینوں انجیلوں کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا اپنے

مریدوں سے وعدہ تھا کہ گرفتاری کے بعد حاکموں کے سامنے جو تم کہو گے، وہ الہامی

اور روح القدس کا قول ہوگا، حالانکہ یہ غلط ہے اور کتاب اعمال کے تیسویں باب کے

مخالف ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

”۱۔ تب پاول نے مجلس کو غور سے دیکھ کے کہا: اے بھائیو! میں نے

سب کی طرح کی صاف دلی سے آج کے دن تک خدا کے آگے عمر بسر کی ہے۔

۲۔ اس وقت حیناہ سردار امام نے ان کو جو آس پاس حاضر تھے، حکم کیا کہ

اس کے منہ پر طمانچہ ماریں۔

۳۔ پاول نے اس سے کہا، اے برنگین دیوار! خدا تجھ کو طمانچہ مارے گا، تو

شرع کے موافق مجھ کو فتویٰ دینے بیٹھا ہے، اور شرع کے برخلاف حکم دیتا ہے، کہ

مجھے طمانچہ ماریں۔

۴۔ وے جو نزدیک کھڑے تھے کہنے لگے، کیا تو خدا کے سردار امام کو

ملامت کرتا ہے۔

۵۔ تب پاول نے کہا، بھائیو خیال نہ تھا کہ یہ سردار امام ہے کہ لکھا ہے کہ

تو اپنے لوگوں کے حاکم کو بری بات مت کہو۔

دیکھو اگر وہ قول صادق ہوتا تو جناب پولوس کیوں غلطی کرتے، کیا عیاذاً باللہ

روح القدس سے بھی غلطی ہوا کرتی ہے، اور ان کے علماء بھی اس جگہ اختلاف اور غلطی

کے قائل ہیں، جیسا کہ دسویں ہدایت کے اندر گیارہویں سند کے بیان میں آتا ہے۔

دوسرا اختلاف

کتاب اشعیا کے چالیسویں باب کا پانچواں درس لوقا کے تیسرے باب کے چھٹے درس سے مخالف ہے، اور ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق اول محرف ہے، اور بیان اس کا ۳ ہدایت کے اندر ۵۴ اختلاف میں گذرا۔

تیسرا اختلاف

میکا کی کتاب کے پانچویں باب کا دوسرا درس متی کی انجیل کے ۲ باب کے ۶ درس سے مخالف ہے۔

چوتھا اختلاف

۱۶ زبور کا ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، درس کتاب اعمال کے ۱۲ باب کے ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸ درس سے مخالف ہے۔

پانچواں اختلاف

زبور چالیسویں کا ۶، ۷، ۸، درس نامہ عبرانیہ کے ۱۰ باب کے ۵، ۶، ۷، ۸، درس سے مخالف ہے۔

چھٹا اختلاف

کتاب عاموس کے ۹ باب کا ۱۱، ۱۲ درس کتاب اعمال کے ۱۵ باب کے ۱۶، ۱۷، ۱۸ درس سے مخالف ہے، اور ان چاروں کا بیان پانچویں ہدایت کی پہلی قسم کے شواہد میں ۲۸ شاہد سے ۵۱ شاہد تک گذرا، اور وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کے مفسروں کے اقرار کے موافق عہد عتیق کی عبارت ان سب جگہوں میں محرف ہے۔

ساتواں اختلاف

سموئل کی ۲ کتاب کے ۲۴ باب کے ۹ درس میں بنی اسرائیل آٹھ لاکھ اور بنی یہود اچانچ لاکھ، اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۲۱ باب کے ۵ درس میں بنی اسرائیل گیارہ لاکھ، اور بنی یہود اہ چار لاکھ ستر ہزار ہیں، اور دونوں میں اختلاف ہے اور ایک یقیناً غلط ہے۔

آٹھواں اختلاف

سموئل کی ۲ کتاب کے ۲۴ باب کے ۱۳ درس میں سات برس اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۲۱ باب کے ۱۲ درس میں تین برس ہیں، اور ایک یقیناً غلط ہے۔

نواں اختلاف

اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۲۲ باب کے ۲ درس میں اخذیہ کی عمر تحت نشین ہونے کے وقت بیالیس برس کی اور سلاطین کی ۲ کتاب کے ۸ باب کے ۲۶ درس میں بائیس برس کی لکھی ہے، اور دونوں میں اختلاف ہے، اور اول یقیناً غلط ہے۔

دسواں اختلاف

اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۲۶ باب کے ۹ درس میں یہویکین کی عمر تحت نشین ہونے کے وقت آٹھ برس کی اور سلاطین کی ۲ کتاب کے ۲۴ باب کے ۸ درس میں اٹھارہ برس کی لکھی ہے، اور دونوں میں اختلاف ہے، اور اول غلط ہے۔

گیارہواں اختلاف

یوشع کی کتاب کے ۱۳ باب کے ۲۵ درس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے بنی عمون کی آدھی سرزمین بنی جاذ کے حصہ میں دی تھی، اور کتاب استثناء کے ۲ باب

کے ۹ درس سے اس بات کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

بارہواں اختلاف

اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۷ باب کے ۶ درس اور اسی کتاب کے ۸ باب کے ۲ درس اور کتاب پیدائش کے ۴۶ باب کے ۲ درس میں دو طرح کا اختلاف ہے، اول ناموں میں دوم عدد میں اور ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق اخبار الایام میں غلطی ہے۔

تیرہواں اختلاف

اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۸ باب اور ۹ باب میں باہم ناموں کے اندر کا اختلاف ہے اور ایک جگہ غلطی ہے۔

چودہواں اختلاف

سموئیل کی ۲ کتاب کے ۲۳ باب کے ۸ درس اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۱۱ باب کے ۱۱ درس میں اختلاف ہے، اور ڈاکٹر کنی کاٹ نے سموئیل کی عبارت میں غلطی اور تین بڑی تحریفیں مانی ہیں۔

پندرہواں اختلاف

اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۳۶ باب کے ۱۰ درس میں صدقیہ کو یہو یکنین کا بھائی لکھا ہے، اور سلاطین کی ۲ کتاب کے ۲۴ باب کے ۷ درس میں چچا لکھا ہے اور دونوں میں اختلاف ہے اور اول غلط ہے۔

سولہواں اختلاف

سموئیل کی ۲ کتاب کے ۱۰ باب میں تین جگہ اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے

۱۸ باب میں سات جگہ ہدر عزرب ہے، اور سموئیل کی اسی کتاب کے ۸ باب میں ہدو عزرب ہے، اور یہی صحیح ہے، اور اول غلط ہے۔

ستر ہواں اختلاف

یوشع کی کتاب کے ۷ باب کے ۱۸ درس میں عکن اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۲ باب کے ۷ درس میں عکر ہے اور اول غلط ہے۔

اٹھارہواں اختلاف

اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۳ باب کے ۵ درس میں عمی ایل کی بیٹی بت سوع اور سموئیل کی ۲ کتاب کے ۱۱ باب کے ۳ درس میں الیعام کی بیٹی بت سبع ہے، اور اول غلط ہے۔

انیسواں اختلاف

سلاطین کی ۲ کتاب کے ۱۴ باب کے ۲۱ درس میں عزریاہ اور اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۳۶ باب کے پہلے درس میں عزریاہ ہے اور اول غلط ہے۔

بیسواں اختلاف

اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۲۱ باب کے ۷ درس میں یہواخذ اور سلاطین کی ۲ کتاب کے ۸ باب کے ۲۴ درس میں اخذیاہ ہے، اور اول غلط ہے۔

اکیسواں اختلاف

سموئیل کی ۲ کتاب کے ۵، ۶ باب سے معلوم ہوتا ہے، کہ داؤد خدا کے صندوق کو فلسطینیوں کی لڑائی کے بعد لائے، اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۱۳، ۱۴ باب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لڑائی سے پہلے لائے، اور ان دونوں میں اختلاف ہے،

اور ایک غلط ہے۔

بائیسواں اختلاف

کتاب شمار کے ۳۱ باب سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ کے عہد میں سب مدیانی نیست و نابود ہو چکے تھے، اور کتاب القضاۃ کے ۶ باب سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

تیسواں اختلاف

کتاب پیدائش کے چھٹے باب میں ساتواں باب کے ۲، ۳، درس کے مخالف حکم ہے۔

اور ان سترہ اختلافوں کا بیان یعنی ۷ سے ۲۳ تک پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے چوتھے شبہ کے اندر پہلی قسم کی مثالوں میں سے ۲، ۳، ۴، ۵، ۱۰، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۳۱، ۳۲، ۳۵، مثالوں میں گذرا۔

چوبیسواں اختلاف

سموئیل کی ۲ کتاب کے ۸ باب کے ۴ درس میں ایک ہزار سات سو اور ۱۰ باب کے ۱۸ درس میں سات سو اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۱۸ باب کے ۴ درس اور ۱۹ باب کے ۱۸ درس میں ستر ہزار ہیں، اور اول غلط ہے۔

اور آدم کلارک مفسر نے اپنی تفسیر کی ۲ جلد میں سموئیل کی ۲ کتاب کے ۸ باب کی شرح میں اس بات کی مخالفت کے مقامات کو جو اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۱۸ باب سے ہے ضبط کیا ہے، اگرچہ ان میں سے بعض مقامات کا ذکر گزر بھی چکا ہے، مگر ناظرین کے فائدے کے واسطے ترجمہ اردو ۱۸۲۲ء کے موافق سب کو ذکر کر دیتا ہوں۔

۸ باب کا درس	۸ باب کا درس	سموئیل کے لفظ	اخبار الایام کے لفظ
۱	۱	دار السلطنت (۱) کے لگام کو	جنت اور اس کا دیہات فلسطیوں
۳	۳	ہود عزز	کے ہاتھ سے لے لیا
۴	۴	ایک ہزار سات سو سوار	ہدر عزز (۲)
۸	۸	اور بلخ اور بیراتی سے جو	ایک ہزار رتھ اور سات ہزار
۹	۹	ہدو عزز کے شہر میں تھے بہت	سار تھی
۱۰	۱۰	ساتنبا لے آیا	اور داؤد ہدر عزز کے شہروں طنجت
۱۲	۱۲	(۱) بادشاہ (۲) تنی ہدو عزز	اور کون میں سے بہت سے پتیل لا
۱۳	۱۳	یورام	یا الخ
۱۴	۱۴	ارامیوں کو	(۱) بادشاہ (۲) تغو ہدر عزز
۱۵	۱۵	ارامی	ہدورام
		(۱) انخی ملک (۲) شرایاہ	ادومیوں کو
			ادومی
			(۱) ملک (۲) شوشتا

پھر سموئیل کے دسویں باب اور اخبار الایام کے ۹ باب کی مخالفت کو یوں ضبط کرتا ہے۔

۱۰ باب کا درس	۱۰ باب کا درس	سموئیل کے لفظ	اخبار الایام کے لفظ
۱۶	۱۶	سویک جو ہدر عزز کی فوج	ہدر عزز کا سپہ سالار
۱۷	۱۷	کا سردار تھا الخ	ساقک الخ
۱۸	۱۸	اور حیلان تک آیا	اور ان پر چڑھ آیا ساتھ
		سات سو گاڑیاں اور	ہزار سار تھیوں کو اور چالیس
		چالیس ہزار سوار کٹاکے	ہزار پیادوں کو مارڈالا، اور
		اور ان کی فوج کے سردار	لشکر کے سردار ساقک کو قتل
		سویک کو مار لیا	کیا۔

سو دیکھو اس ایک اختلاف میں اور کئی اختلاف نکل پڑے۔

(۱) اس جگہ ترجمے مختلف ہیں، ہر مترجم الگ طرز پر لکھتا ہے۔ ۱۲

(۲) اس جگہ مترجم نے صحیح لکھا تھا مگر تفسیر کے موافق نقل ہوا۔ ۱۲

پچیسواں اختلاف

سلاطین کی پہلی کتاب کے ۴ باب کے ۲۶ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):
 ”اور سلیمان کے چالیس ہزار اصطلیل تھے، جہاں اس کی گاڑیوں کے
 گھوڑے بندھے تھے الخ“۔

اور اخبار الامام کی ۲ کتاب کے ۹ باب کے ۲۵ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):
 ”اور سلیمان کے چار ہزار تھان گھوڑوں اور رتھوں کے تھے الخ“۔

دیکھو کہاں چالیس ہزار اور کہاں چار ہزار اور آدم کلارک اول کو غلط کہتا ہے۔

چھبیسواں اختلاف

سلاطین کی پہلی کتاب کے ۷ باب کے ۲۴ درس میں دو جگہ گانٹھوں کا لفظ اور
 اس باب کے ۲۵ درس میں اور اسی طرح اخبار الامام کی ۲ کتاب کے ۴ باب کے ۳ و ۴
 درس میں بیلوں کا لفظ واقع ہے، اور اول صحیح اور دوسرا غلط ہے۔

ستائیسواں اختلاف

سلاطین کی ۲ کتاب کے ۱۶ باب کا ۲ درس اسی کتاب کے ۱۸ باب کے ۲ درس
 سے مخالف ہے، اور اول غلط ہے۔

اٹھائیسواں اختلاف

اخبار الامام کی پہلی کتاب کے ۲ باب کا ۳ درس سموئیل کی ۲ کتاب کے ۱۲ باب
 کے ۳۱ درس سے مخالف ہے، اور اول غلط ہے۔

انیسواں اختلاف

اخبار الامام کی ۲ کتاب کے ۱۶ باب کا پہلا درس سلاطین کی پہلی کتاب کے ۱۵

باب کے ۳۳ درس سے مخالف ہے، اور اول غلط ہے، اور بیان ان چھ کا یعنی ۲۲ سے ۲۹ تک پانچویں ہدایت کے اندر پہلی قسم کے شواہد میں ۲۳ و ۳۲ و ۳۳ و ۳۴ و ۳۸ و ۴۱، شاید کے اندر گزرا۔

تیسواں اختلاف

سلاطین کی پہلی کتاب کے ۷ باب کے ۲۶ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):
”اور بحر میں دو ہزار بت کی گنجائش تھی۔“

اور اخبار الامام ۲ کتاب کے ۴ باب کے ۵ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):
”اور بحر میں تین ہزار بت کی گنجائش تھی۔“

دیکھو دونوں میں ایک ہزار کا اختلاف ہے۔

اکتیسواں اختلاف

عزرا کی کتاب کے ۲ باب اور نحμία کی کتاب کے ۷ باب میں بڑا اختلاف ہے، اور اختلاف کے سوا یہ بات ہے کہ دونوں جمع ۴۲۳۶۰ لکھتے ہیں، اور جمع کرنے سے ایک جگہ میں اتنے نہیں آتے، بلکہ عزرا میں ۲۹۸۱۸ ہوتے ہیں، اور نحμία میں ۳۱۰۸۹ آتے ہیں۔

اور یوسف مورخ اپنی تاریخ کی کتاب کے پہلے باب میں یوں لکھتا ہے:

”جو بابل کی قید سے چھوٹ کے یروشالم کو آئے، پچاس ہزار چار سو

باستھ تھے۔“

(یہاں تک یوسف کا کلام تھا)

اور اس کی تحریر سے وہ جمع اتفاقی بھی غلط معلوم ہوتی ہے۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں عزرا کے باب کی شرح میں یوں ہے:

”بہت سے فرق اس باب میں اور کتاب نجمیا کے ساتویں باب میں
کاتبوں کی غلطی سے واقع ہوئے ہیں، اور ترجمہ انگریزی کے تیار کرنے کے
وقت نسخوں کا مقابلہ کر کے بہت سے فرق نکالے گئے ہیں، اور دوسری
جگہوں میں یونانی ترجمہ عبری کی شرح میں مدد کرتا ہے۔“

(یہاں تک ان مفسروں کا کلام تھا)

دیکھو ان مفسروں نے ایسی غلطی تو مانیں، کہ اصلاح کے بعد بھی عبری اور انگریزی
اور اردو اور عربی ترجموں میں اب تک اس میں سے باقی ہے، مگر کاتب کے سر لگائی۔

بتیسواں اختلاف

اخبار الامام کی ۲ کتاب کے ۲ باب کے ۲ درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

”تین ہزار چھ سو سرداروں کو ان پر مقرر کیا“ اور سلاطین کی پہلی کتاب

کے ۵ باب کے ۱۶ درس میں تین ہزار تین سو ہیں۔

سودونوں میں تین سو کا اختلاف ہے۔

شاید سلاطین والی عبارت غلط ہو، کیونکہ ترجمہ یونانی میں اس جگہ بھی تین ہزار

چھ سو بنا دیے ہیں، جیسا کہ تیسری ہدایت کے اندر ۳۴ اختلاف کے بیان میں گذرا۔

تینتیسواں اختلاف

اخبار الامام کی ۲ کتاب کے ۳ باب کے ۳ درس سے معلوم ہوتا ہے کہ آبیا کی

ماں کا نام میکایہ تھا، جو اور ریل جبجانی کی بیٹی تھی، اور اسی کتاب کے ۱۱ باب کے ۲۰

درس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ماں کا نام معکہ تھا، جو ابی سلوم کی بیٹی تھی۔

اور سموئیل کی ۲ کتاب کے ۴ باب کے ۷ درس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابی سلوم

کی ایک ہی بیٹی تھی جس کا نام تھر تھا، سوا ب تینوں میں اختلاف ہے۔

چوتھی سوال اختلاف

یوشع کی کتاب کے ۱۰ باب سے معلوم ہوتا ہے، کہ بنی اسرائیل یروشالم کے بادشاہ پر فتح پا کر اس کی سرزمین پر غلبہ پا گئے تھے۔

اور اسی کتاب کے ۵ باب کے ۶۳ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

”لیکن یہودی جو تھے، یروشالم میں رہتے تھے، سو ان کو بنی یہود اخراج نہ کر سکے، چنانچہ یہودی آج کے دن تک یروشالم میں بستے ہیں۔“
اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر غلبہ نہ پایا تھا۔

پہنچتی سوال اختلاف

سلاطین کی پہلی کتاب کے سترہویں باب میں ایلیا پیغمبر کے حال میں یوں مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

”۲۔ اور یہوواہ کا کلام اس پر نازل ہوا۔

۳۔ کہ یہاں سے چل دے، اور مشرق کی راہ لے، اور وادی کریم میں جو اردن کے سامنے ہے جا چھپ۔

۴۔ اور ایسا ہوگا کہ تو اس نالے سے پیوگا، اور میں نے کووں کو حکم کیا ہے کہ وہ تیری پرورش کریں۔

۵۔ سو وہ روانہ ہوا، اور یہوواہ کے کہے پر عمل کیا ارنج۔

۶۔ اور ہر صبح اور شام کوے اس کے لئے روٹی اور گوشت لایا کرتے تھے، اور وہ اس نالے کا پانی پیتا تھا۔“

اور کتاب قوانین کے ۱۱ باب اور کتاب استثناء کے ۱۴ باب میں ہر قسم کا احرام اور نجس لکھا ہے، تو اب کس طرح ہوا کہ ایسے پاک پیغمبر کو ناپاک جانوروں سے گوشت اور روٹی پہنچتا ہو، اور کس طرح سے معلوم ہو سکے کہ وہ کوے جو گوشت لاتے تھے، پہلے

مردار لاشوں پر نہ ٹہرے ہوں گے، اس کے علاوہ پورے سال تک ایلیا پیغمبر کو گوشت روٹی پہنچا تھا، تو کس طرح ہوا کہ صبح شام کوٹے بلا ناغہ ایسی خدمت بجالاویں، بہر حال یہ غلط ہے، اور کتاب قوانین اور استثناء کے مخالف اور جب عیسوی دین کے منکروں نے اس پر طعن کیا تو ہارن سے اس کے سوا کچھ نہیں بن پڑا، کہ مترجمین اور شارحین نے ترجمہ غلط کیا ہے، اور کووں کی جگہ عرب کے لوگ لکھنے چاہئے، جیسا کہ بارہویں ہدایت میں آتا ہے۔

چھتیسواں اختلاف

کتاب دوم سموئیل کے ۲۴ باب کے پہلے درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):
 ”بعد اس کے خداوند کا غصہ بنی اسرائیل پر بھڑکا کہ اس نے داؤد کے دل میں ڈالا، جو بنی اسرائیل اور بنی یہوداہ کو گئے۔“

ترجمہ فارسیہ (۱۸۴۵ء):

”و خداوند باردیگر بر اسرائیلیاں غضب ناک شدہ داؤد را بریشاں برا نگیزانیدالح“۔

(عربیہ ۱۸۳۱ء):

”ثم ان اشتد غضب الرب على اسرائيل والقي في قلب داؤد النخ“۔

اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۲۱ باب درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

”اور شیطان اسرائیل کے مقابلے میں اٹھا، اور داؤد کے دل میں ڈالا کہ اسرائیل کی اسم نویسی کرے۔“

(فارسیہ ۱۸۵۰ء):

”و شیطان بخلاف اسرائیل ایستاد و داؤد را وسوسہ نمودالح“۔

دیکھو اول کے موافق خدا نے دل میں ڈالا، اور دوسرے کے موافق شیطان نے، الا یہ کہ یوں کہو کہ خداوند اور رب سے نعوذ باللہ شیطان ہی مراد ہے، جیسا کہ پروٹسٹنٹوں کے اعتقاد کے موافق اور جگہ میں ایسا اطلاق اس پر آیا ہے۔

گرنتھوں کے ۲ نامہ کے ۴ باب کے ۴ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

”اس جہاں کے خدا نے ان کی عقلوں کو جو بے ایمان ہیں تاریک کر دیا ہے۔“

(نسخہ ۱۸۶۱ء):

”اس جہاں کے خدا نے ان کی عقلوں کو جو بے ایمان ہیں تاریک کر دیا ہے۔“

(فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

”و خدائے ایں جہاں فہم ہاتے بے ایماں ایساں را کور کردہ است۔“

(عربیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۱ء و ۱۸۴۱ء):

”و طمس الہ العالم علی افتدتہم بعینہ۔“

اور پروٹسٹنٹ اس لحاظ سے کہ اس میں نسبت شرکی ہے، اس جہاں کے خدایا خدائے ایں جہاں یا الہ العالم سے شیطان مراد لیتے ہیں، لیکن اب مشکل یہ ہے کہ اور جگہ کیا کہیں گے۔

مثلاً اشعیا کے ۴۵ باب کے ۷ درس میں جو یوں ہے (فارسیہ ۱۸۳۸ء):

”سازندہ نور و آفرینندہ تاریکی منم صلح دہندہ و ظاہر کنندہ شرمندہ خداوندم

این ہما اشیاء را بوجود دے آرم۔“

(عربیہ ۱۸۳۱ء):

”المصور النور والخالق الظلمة الصانع السلام والخالق

لشرانا الرب الصانع هذه جميعها۔

(نسخہ ۱۸۲۵ء):

”میں یہواہ ہوں، میرے سوا کوئی نہیں میں روشنی بناتا ہوں، اور تاریکی

پیدا کرتا ہوں، اور سلامتی بناتا ہوں، اور شر پیدا کرتا ہوں۔“

اور جس کو اور زیادہ اختلافات دیکھنے ہوں، وہ اعجاز عیسوی میں دیکھے کہ وہاں

اور بھی ملیں گے اور یہاں اسی قدر پر کفایت کرتا ہوں۔

نویں ہدایت

اس بات کے بیان میں کہ جو لوگ اب تک ان کتابوں کو الہامی کہتے ہیں ان کو بعض مقامات میں تحریف تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں اور مدت دراز کے بعد بعض مقامات میں تحریف ایسی چل گئی کہ سب نسخوں میں یکساں طور پر تبدیلی کے ذریعہ تحریف موجود ہے۔

پانچویں ہدایت کے اندر پہلی قسم کے شواہد میں چوتھے فائدہ کو دیکھو کہ ”گلے“ کا لفظ تحریف سے ”گڈریہ“ کی جگہ لکھا گیا، اور پانچویں اور چھٹے شواہد کو دیکھو کہ کتاب شمار کے ۲۶ باب کا دسواں درس اور کتاب استثناء کے ۳۲ باب کا ۵ درس محرف ہوا، اور آٹھویں شواہد کو دیکھو، کہ تین برس کی جگہ سات برس کا لفظ لکھا گیا، اور نویں شواہد کو دیکھو کہ جو رو کے لفظ کی جگہ بہن کا لفظ تحریف سے لکھا گیا، اور اس جگہ پر وٹسٹنٹ بھی عبری کو چھوڑ کر ترجمہ لاطینی اور یونانی کے موافق جو رو کا لفظ لکھتے ہیں۔

اور دسویں شواہد کو دیکھو کہ بیالیس کا لفظ بائیس کی جگہ تحریف سے لکھا گیا۔ اور سترہویں شواہد کو دیکھو کہ اس جملہ کی جگہ کہ ”شریروں کی جانوں نے مجھے چرایا“ تحریف سے یہ جملہ ”شریروں کے گروہ نے مجھے چرایا“ لکھا گیا، اور اس جگہ بھی پر وٹسٹنٹ عبری کو محرف سمجھ کر چھوڑتے ہیں، اور یونانی کے موافق اول کو لکھتے ہیں۔

اور چوبیسویں اور پچیسویں شواہد کو دیکھو کہ سموئیل کی کتاب کے پندرہ باب میں ارامی کا لفظ اروم کی جگہ اور چالیس کا لفظ چار کی جگہ لکھا گیا۔

اور ۲۶ شواہد کو دیکھو کہ سموئیل کی دوسری کتاب کے ۲۳ باب کے آٹھویں درس

میں تین بڑی تحریفیں ہیں، اور ۲ سے ۳۱ شاہد تک دیکھو کہ ”عکس“ کا لفظ عکس کی جگہ، اور لفظ ”عمی ایل کی بیٹی بت سوع“ اس لفظ کی جگہ ”الیعام کی بیٹی بت سبع“ اور عزریاہ کا لفظ عزریاہ کی جگہ اور یہواخذ کا لفظ اخذ یاہ کی جگہ تحریف سے واقع ہوا ہے۔

اور ۳۳ شاہد کو دیکھو کہ گانٹھوں کے لفظ کی جگہ بیلوں کا لفظ واقع ہوا ہے، اور بیالیسویں شاہد کو دیکھو کہ اس جملہ کی جگہ ”انہوں نے میرے ہاتھ اور میرے پاؤں چھیدے“ یہ جملہ ”اور دونوں ہاتھ میرے شیر کی مانند ہیں“ واقع ہوا..... اور اس جگہ بھی پروٹسٹنٹ عبری کو چھوڑ کر لاطینی کے موافق اول کو لکھتے ہیں، اور ۴۴ و ۴۵ شاہد کو دیکھو کہ اشعیا کی کتاب کے ۶۴ باب کا ۲ و ۴ درس محرف ہوا، اور ۴۷ شاہد سے ۵۲ شاہد تک دیکھو کہ ملاکیا کی کتاب کے تیسرے باب کا پہلا درس اور میکا کی کتاب کے پانچویں باب کا دوسرا درس اور زبور سلہویں کے ۸ درس سے ۱۱ درس تک اور کتاب عاموص کے نویں باب کا ۱۱ و ۱۲ درس اور زبور چالیسویں کے ۶ درس سے ۸ درس تک اور زبور ایک سو دسویں کا چوتھا درس عبری میں محرف ہوا۔

اور دیکھو یہ سب تحریفیں ایسی چل گئیں کہ عہد عتیق کی کتابوں کے سب نسخوں میں برابر پھیل پڑیں، اور اسی طرح اور بہت سی مثالیں تبدیلی کے ذریعہ تحریف کی ہیں، جو میں نے اختصار کا لحاظ کر کے نہیں لکھیں، ناظرین کو قسم اول کے شواہد کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

اور زیادتی کے ذریعہ تحریف میں دوسری قسم کے شواہد کے اندر ۴۸ شاہد کو دیکھو کہ کتاب استثناء کے دسویں باب میں چار درس تحریف سے بڑھائے گئے ہیں، اور ۴۹ شاہد کو دیکھو کہ یہ لفظ ”اور اس کی دسویں پشت تک“ استثناء کے ۲۳ باب کے ۲ درس سے بڑھایا گیا۔

اور ۵۳ شاہد کو دیکھو کہ کتاب القضاۃ کے پہلے باب میں چھ درس بڑھائے گئے۔
 اور ۵۵ شاہد کو دیکھو کہ سموئیل کی پہلی کتاب کے ۶ باب کے ۱۹ درس میں ضرور
 تحریف ہوئی۔

اور ۵۶ شاہد کو دیکھو کہ سموئیل کی پہلی کتاب کے ۱۷ باب میں پچیس درس
 بڑھائے گئے، اور ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق کاتبوں کی بے پروائی سے
 حاشیہ سے متن میں داخل ہو گئے، سو دیکھو کہ یہ الحاق عہد عتیق کی اس کتاب کے سب
 نسخوں میں برابر پھیل پڑا۔

اور ۵۷ شاہد میں دیکھو کہ فیلیپ کا لفظ ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق
 کاتب کی غفلت سے لوقا کی انجیل کے متن میں داخل ہوا، اور اب اس انجیل کے سب
 نسخوں میں برابر پھیل پڑا۔

اور ۶۰ شاہد کو دیکھو کہ یہ جملہ ”خداوند نے کہا“ لوقا کی انجیل میں تحریف سے
 بڑھایا گیا، اور اب سب نسخوں میں برابر پھیل پڑا۔

اور ۸۲ شاہد کو دیکھو کہ اتنی عبارت ”اسی طرح پورا ہوا جو نبی نے کہا تھا کہ
 انہوں نے میرے کپڑے آپس میں بانٹے اور میرے کرتے کے لئے قرعہ ڈالا“ متی
 کے انجیل کے ۲۷ باب میں ملائی گئی، اور سب نسخوں میں اب برابر پھیل پڑی۔

اور ۶۳ شاہد کو دیکھو کہ نامہ اول یوحنا میں اتنی عبارت ”جو آسمان پر گواہی دیتے
 ہیں، باپ اور کلام اور روح قدس اور یہ تینوں ایک ہیں اور تین ہیں جو زمین پر“ تحریف
 سے بڑھائی گئی، اور اب سب نسخوں میں برابر پھیل پڑی۔

اور ۶۴ شاہد کہ دیکھو کہ کتاب مشاہدات کے پہلے باب کے ۱۱ درس میں یہ
 الفاظ ”اول و آخر ہوں“ تحریف سے بڑھائے گئے۔

اور ۶۵ شاہد کو دیکھو کہ کتاب اعمال کے ۸ باب کا سینتیسواں درس تحریف سے

بڑھایا گیا۔

اور ۶۶، شاہد کو دیکھو کہ کتاب اعمال کے ۹ باب میں ایک بڑی عبارت

بڑھائی گئی۔

اور ۷۰ شاہد کو دیکھو کہ متی کی انجیل کے بارہویں باب میں دل کا لفظ بڑھایا

گیا، اور اسی طرح اور الحاقات ہیں جو دوسری قسم کے شواہد کے ناظرین پر کھل جاتے

ہیں، اور یہ سب الحاقات اب انجیلوں کے نسخوں میں عموماً پھیل پڑے۔

اور کمی کر کے تحریف میں تیسری قسم کے شواہد کے اندر پہلے شاہد کو دیکھو کہ ان

کے مفسرین کے اقرار کے موافق کتاب خروج کے ۱۲ باب کے چالیسویں درس میں

عبری نسخے سے یہ الفاظ ”آباؤ اجداد اور زمین کنعان“ گر گئے ہیں۔

اور دوسرے شاہد کو دیکھو کہ کتاب پیدائش کے ۴ باب کے ۸ درس سے یہ جملہ

”آؤ میدان کو چلیں“ گر گیا ہے۔

اور گیارہویں شاہد کو دیکھو کہ عیسائی مذہب کے مفسرین کے اقرار کے موافق

یہ الفاظ ”نجات ہمارے خدا کی“ اشعیا کی کتاب کے چالیسویں باب کے پانچویں

درس سے عبری نسخے کے اندر گر گئے ہیں، اور اسی طرح اور جگہ ہے جو اس قسم کا مطالعہ

کرنے والوں پر مخفی نہیں، اور عبری میں یہ تحریف ایسی چل گئی کہ سب نسخوں میں برابر

پھیل پڑی۔

اور بارہویں شاہد کو دیکھو کہ لوقا کے ۲۱ باب میں سارا درس گر گیا ہے۔

اور تیرہویں شاہد کو دیکھو کہ کتاب اعمال کے ۱۶ باب کے ۷ درس میں عیسیٰ کا

لفظ گر گیا ہے، اور عہد جدید میں یہ نقصان (کمی کرنا) ایسے پھیل گئے کہ اب کے سب یا

اکثر نسخوں میں برابر پائے جاتے ہیں۔

سوان مقامات میں جن کا ذکر اس ہدایت میں گذرا اور اسی طرح اور بعض مقامات میں جن کو ہم نے قصداً نہیں ذکر کیا، اور پانچویں ہدایت کے حوالے پر چھوڑا ہے ان کے مفسر اور محقق تحریف مانتے ہیں، گو سب جگہ تحریف کا زمانہ متعین نہ کر سکیں۔

اور ظاہر تو یہ ہے کہ ان نو مقامات میں جن کا ذکر پہلی قسم کے شواہد میں ۴۴ و ۴۵ شاید کے اندر اور اسی طرح چالیس پر سات شاید (۴۷) سے پچاس پر دو شاید (۵۲) تک اور تیسری قسم کے شواہد میں گیارہ شاید کے اندر گذرا ہے، جناب مسیح کے عروج کے بعد یہود نے شرارت سے، یہ تحریف قصداً اس لئے کی ہو کہ انجیل کی مخالفت ثابت کریں، جیسے اگسٹائن اور دوسرے قدیم مسیحیوں کے موافق یہودیوں نے ۱۳۰ء کے آس پاس توریت کے اندر تاریخوں میں تبدیلی اور تحریف یونانی ترجمہ کو غیر معتبر کرنے کے لئے اور دین مسیحی کی دشمنی کے سبب سے کی ہے۔

اور دافع البہتان والے کے اقرار کے موافق سامریوں نے پانسو برس زائد کے بعد وہ تحریف مشہور یہودیوں کی مخالفت میں کی ہے، اور جسٹن شہید کے قول کے موافق (جس کو اب تک تمام کیتھولک اور پروٹسٹنٹ مذہب کے بہت سے فاضل بھی مانتے ہیں)، یہودیوں نے ان پیشین گوئیوں میں جو مسیح کے حق میں تھیں تحریف کی ہے، سو جیسے یہ شرارتی تحریفیں چل گئیں، ایسی ہی یہ تحریفیں بھی صد ہا سال کے بعد چل گئیں، اور سب نسخوں میں برابر پھیل گئیں، اور عہد عتیق کے اور مقامات میں غالباً یوسف کے زمانہ میں تحریفیں ہوئی ہوں خواہ شرارت سے خواہ وہم اور جہالت سے جیسا کہ آدم کلاک مفسر کے اس کلام سے جس کی نقل ساتویں ہدایت کے اندر دسویں قول میں گذری معلوم ہوتا ہے۔

اور بعض مقامات میں اور وقت میں اور پہلی ہدایت کے اندر معلوم ہو گیا کہ آدم کلا رک کتاب پیدائش کے ۳۶ باب کے نو درسوں کے الحاقی ہونے کا اقرار کرتا ہے، اور کہتا ہے:

”غالب نہیں کہ موسیٰ نے ان کو لکھا ہو، اور نہایت قریب القیاس ہے کہ کسی اچھے نسخے کے حاشیہ میں مرقوم ہوں، اور نقل کرنے والے نے اس خیال سے کہ متن میں سے چھوٹا ہوا ہے، متن میں داخل کر لئے ہوں۔“

پھر آدم کلا رک اس لفظ کی بابت ”خداوند کے جنگ نامے“ کہتا ہے، غالباً حاشیہ تھا متن میں داخل ہو گیا۔

اور ہارن اس جملہ کی بابت ”وہی نام آج تک ہے“ جو استثناء کی کتاب کے ۳ باب کے ۴۱ درس میں ہے کہتا ہے کہ:

”کئی صدی کے بعد یہ لفظ حاشیہ میں بڑھایا گیا، اور حاشیہ کی عبارت پچھلے نسخوں کے متن میں داخل ہو گئی۔“

پھر یہی ہارن لفظ وان اور جرون کی بابت کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ موسیٰ نے لیث اور قریہ اربع لکھا ہوگا، مگر کسی نقل نویس نے توضیح کے لئے ان لفظوں کو دان اور جرون کے ساتھ بدل ڈالا، سو دیکھو ان سب مقامات میں کاتب کا یہ الحاق اور تبدیلی ایسی چل گئی کہ سب نسخوں میں برابر پھیل پڑی، گوزمانہ اس کا ہم کو معلوم نہ ہو، اور عبری کے نسخوں میں پھیل جانا کیا بعید تھا۔

دیکھو ترجمہ یونانی میں جو حواریوں کے وقت سے پندرہویں صدی تک عیسائیوں میں بڑا ہی معتبر اور مستعمل تھا، اور ان کے سب کلیسوں میں پڑھا جاتا تھا، مشرق کے ملحدوں کی تحریف ایسی چل گئی کہ سب نسخوں میں برابر پھیل پڑی، پھر عبری نسخے میں جو اس صدی تک بمنزلہ متروک کے تھا، تحریف سے کیا مانع ہے، اور عہد جدید

میں دوسری صدی سے دسویں صدی تک ہر قسم کی تحریف کا بازار گرم رہا، شرارت سے بھی، جہالت سے بھی اور دینداری سے بھی اور دوسری صدی کے قاعدے کے برتاؤ سے بھی مقتضاء وقت کے موافق وہ تحریف عمل میں آئی۔

اور اس جگہ سے یہ بات بھی کھل گئی کہ تحریف اور تبدیل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے پہلے بھی بہت کچھ ہوئی ہے اور حضرتؑ کے ظہور کے بعد بھی دسویں صدی مسیحی تک مقتضائے وقت کے موافق ہوتی رہی ہے۔

وسویں ہدایت

اس بات کے بیان میں کہ اگر تحریف سے قطع نظر کر لیا جائے تو بھی ان کتابوں کا تمام حالات کے اعتبار سے الہامی ہونا ثابت نہیں ہوتا، اور اہل کتاب کے سیکڑوں علماء نے اکثر مقامات میں دیدہ و دانستہ ان کتابوں کے مخالف کہا ہے۔ اور اس ہدایت کو دو قسم کرتا ہوں۔

پہلی قسم

اس بات کے بیان میں کہ باعتبار تمام حالات اور گذارشات کے ان کا الہامی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

- (۱) ہارن اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۱۳۱ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):
- ”اگر ہم تسلیم کریں کہ بعض کتابیں پیغمبروں کی جاتی رہیں، تو کہتے ہیں وہ کتابیں الہام سے نہیں لکھی گئی تھیں، اور اس بات کو اگسٹائن بڑی قوی دلیل سے ثابت کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ سلاطین یہود اور اسرائیل کی تاریخوں میں بہت ایسی چیزوں کا ذکر ہے، جن کا بیان وہاں نہیں، اور ان کے بیان کا حوالہ اور پیغمبروں کی کتابوں کی طرف ہے، اور بعض جگہ ان پیغمبروں کا نام بھی مذکور ہوا ہے، اور وہ کتابیں اس قانون میں جس کو خدا کا کلیسا واجب التسلیم مانتا ہے، موجود نہیں، اور اس کا سبب اس کے سوا نہیں بتلا سکتا کہ ان پیغمبروں (جن کو روح القدس بڑی بڑی چیزیں سندی مذہب کی الہام کرتا تھا) کی تحریر دو طرح کی تھی، ایک دیانت دار مورخین کی طرح (یعنی بغیر الہام) دوسری الہام سے اور ان کے دونوں قسم کے مکتوبات میں ایسا فرق تھا کہ اول ان کی طرف اور دوم خدا کی طرف

منسوب ہوتے تھے، اور اول سے ہمارے علم کی زیادتی اور دوسرے سے ہمارے
دین اور قانون کی سند مقصود تھی۔“

(۲) پھر اسی جلد کے صفحہ ۲۳۱ میں جنگ نامے کے گم ہو جانے کے عذر میں جس کا
ذکر کتاب شمار کے ۲۱ باب کے ۱۲ درس میں ہے لکھتا ہے کہ:

”یہ کتاب جس کا گم ہو جانا مظنون ہے، موافق رائے بڑے محقق ڈاکٹر
لائٹ فٹ کے وہ تھی جس کو موسیٰ نے عمالیت کو شکست دینے کے بعد خدا کے حکم
سے یوشع کی یادداشت کے لئے بطور تذکرہ کے لکھا تھا۔“

پس معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں فقط حال اس فتح کا اور آئندہ لڑائی کے
انتظام کی تدبیریں مرقوم تھیں، اور کسی طرح سے وہ الہامی نہ تھی، اور نہ کتاب قانونی کا
جزء تھی۔

(۳) پھر اسی جلد کے صفحہ ۲۲۸ میں حاشیہ پر یوں لکھتا ہے کہ:

”جب ہم کہیں، کہ کتب مقدسہ خدا کا کلام ہیں، ہماری یہ مراد نہیں ہے
کہ وہ سب کلام خدا نے بولا ہے، یا لکھوایا ہے، یا ہر چیز جو اس میں ہے خدا کا
کلام ہے، بلکہ انصاف اور رحم اور زندگی کی پاکی کے احکام کے بیان اور ان
تاریخی حصوں میں جن میں ایسی زندگی کا جو ان اصول و احکام کے برخلاف ہے،
نتیجہ دکھایا گیا ہے، فرق کرنا چاہئے، پہلا تو پاک اور کلام خدا ہے، اور دوسرا یعنی
تاریخی حصہ اس میں بعضا کلام نیک آدمیوں کا، اور بعضا شریر کا اور بعض کلام
شیطان کا ہے، اور اس سبب سے اس کو خدا کا کلام نہیں کہہ سکتے۔“

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا، جو خلاصہ کے طور پر منقول ہوا)

پھر اسی جلد کے ضمیمہ اول میں یوں لکھتا ہے کہ:

”جب کہا جائے کہ کتب مقدسہ خدا کی طرف سے وحی کی گئی ہیں، تو ہم

”نہ سمجھیں کہ خدا نے ہر لفظ یا ساری عبارت بتلائی ہے، بلکہ اختلاف محاورہ اور

بیان کے مختلف طرز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان مصنفوں کو اجازت تھی کہ اپنے اپنے مزاج اور سمجھ اور عادت کے موافق لکھیں، اور علم الہام اسی طور اور قاعدے پر کام میں آیا، جیسے رسمی علوم کام میں آیا کرتے ہیں، اور نہ یہ خیال کیا جائے کہ ہر ایک معاملے میں جو وہ بیان کرتے تھے، یا ہر ایک حکم میں جو وہ دیتے تھے، ان کو الہام ہوتا تھا۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا، جو خلاصہ کے طور پر نقل ہوا)

(۵) پھر لکھتا ہے کہ:

”عہد عتیق کی تاریخی کتابوں کے مصنفوں کو کبھی کبھی تو الہام ہونا متحقق

ہے۔“

(۶) پھر لکھتا ہے کہ:

”ان میں سے بعض کتابیں پیچھے سے ان پاک ملفوظات سے جن کے مصنف پیغمبر یا سیر لوگ تھے، اور ان دفتر کے کاغذات یا اور سچے ملفوظات سے جمع کی گئی ہیں، جو غیر الہامی لوگوں کی تصنیف تھے۔“

(یہاں تک کلام ہارن کا تھا)

(۷) تفسیر ہنری واسکاٹ کی آخر جلد میں الگزیدر کینن سے یوں منقول ہے کہ:

”ضرور نہیں کہ، ہر لکھا پیغمبر کا الہامی یا قانونی ہو، اور اس لئے کہ حضرت سلیمان نے بعض کتابیں الہامی لکھیں، یہ ضرور نہیں کہ جو انہوں نے تاریخ کے طور پر لکھا، وہ بھی الہامی ہو، اور یاد رکھا جائے کہ پیغمبر اور حواری خاص مطلب اور موقع پر الہام کئے جاتے تھے۔“

(یہاں تک ان مفسروں کا کلام تھا)

اور یہ تفسیر بھی پرنسٹنوں کے نزدیک بڑی مستند ہے، جیسا کہ ساتویں ہدایت

کے اندر چوتھے قول میں گزرا۔

اور الگزیدر کینن یعنی الگزیدر کے اصول ایمانیہ بھی ایک بڑی مستند اور معتبر کتاب ہے، چنانچہ پادری وارن صاحب نے بھی کا کرین صاحب کیتھولک مذہب کے مقابلے میں انجیل کی صحت و عدم صحت کی بابت اسی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔

(۸) انسانی کلوپیڈیا برٹینیکا کی ۱۱ جلد کے صفحہ ۲۷۴ میں الہام کے بیان میں لکھا ہے کہ:

”اس بات پر گفتگو ہے کہ آیا کتب مقدسہ کی ہر بات اور ہر معاملہ الہامی ہے یا نہیں، جیروم اور گروٹیس اور ارازمس اور پروگوٹیس اور بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ کتب مقدسہ کی سب باتیں الہامی نہیں۔“

(۹) پھر اسی کتاب کی ۱۹ جلد کے صفحہ ۲۰ میں ہے کہ:

”جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ کتب مقدسہ کا ہر معاملہ اور تمام گذارشات الہامی ہیں وہ اپنے دعوے کو آسانی سے ثابت نہ کر سکیں گے۔“

(۱۰) پھر لکھا ہے کہ:

”اگر ازارہ تحقیق ہم سے پوچھا جائے کہ تم عہد جدید کے کون سے اجزاء کو الہامی مانتے ہو تو ہم جواب دیں گے کہ مسائل اور احکام اور پیشین گوئیاں ایسی چیزیں ہیں جو دین عیسوی کی اصل الاصول ہیں، ان سے الہام کا خیال علیحدہ نہیں ہو سکتا، گذارشات کے لئے حواریوں کی یادگانی تھی۔“

(یہاں تک کلام اس کتاب کا تھا)

اور یہ وہ کتاب ہے کہ جس کو بہت سے بڑے بڑے علماء انگلستان نے اکٹھے ہو کر لکھا ہے۔

(۱۱) ریس کی انسانی کلوپیڈیا کی ۱۹ جلد میں لکھا ہے کہ:

”لوگوں یعنی مولفین کے افعال اور ملفوظات میں غلطیاں اور اختلافات ہیں، متی کے ۱۰ باب کے ۱۹ و ۲۰ درس اور مرقس کے ۱۳ باب کے ۱۱ درس اور اعمال کے ۲۳ باب کے پہلے سے چھٹے درس تک باہم مقابلہ کر کے دیکھو، اور یہ بھی کہا

گیا ہے کہ حواری لوگ ایک دوسرے کو صاحب وحی نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ یروشالم کی کونسل کی آپس کی بحث اور پولوس کے پتر کو الزام دینے سے ظاہر ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قدیم مسیحی ان لوگوں کو خطا سے خالی نہیں سمجھتے تھے، کیونکہ بعض اوقات ان کے افعال پر روک ٹوک کی گئی ہے (اعمال کے ۱۱ باب کے ۲، ۳، درس اور اعمال کے ۲۱ باب کے ۲۰ سے ۲۴ درس تک دیکھو) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پولوس مقدس جو اور حواریوں سے اپنے آپ کو کمتر نہیں سمجھتا (۲ گرنٹیوں کے ۱۱ باب کے ۵ درس اور ۱۲ باب کے ۱۱ درس میں) خود اپنے حال میں ایسا بیان کرتا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ اور ہر وقت الہامی نہیں سمجھتا (پہلے گرنٹیوں کے ۷ باب کا ۱۰، ۱۲، ۱۵، ۲۰، ۲۵، ۳۰ درس اور ۲ گرنٹیوں کے ۱۱ باب کا ۷ درس) اور ہم نہیں پاتے کہ حواری لوگ ایسے طور پر گفتگو شروع کرتے ہیں، جیسے پیغمبر لوگ شروع کرتے تھے کہ گویا وہ خدا کی طرف سے بولتے ہیں۔

(۱۲) پھر لکھا ہے کہ:

”سیکالس نے اس ہوشیاری اور خیال سے جو ایسے بڑے مطلب کے واسطے ضروری تھا، طرفین کی دلائل کو تو لکر اس اعتراض کا یوں فیصلہ کرنا مناسب جانا کہ نامحبات کے لئے تو الہام البتہ مفید ہے، لیکن تاریخی کتابوں کے واسطے مثلاً انجیلیں اور اعمال اگر الہام سے بالکل قطع نظر کیجاوے، تو کچھ نقصان نہیں، بلکہ کچھ فائدہ ہی ہوگا، اگر تاریخی معاملوں میں حواریوں کی گواہی صرف اور صرف انسانوں کی سی مانی جاوے، جیسا حضرت عیسیٰ نے بھی یوحنا کی انجیل کے ۱۵ باب کے ۲۷ درس میں خود کہا ہے، تم بھی میرے لئے گواہ ہو گے اس لئے کہ تم میرے ساتھ شروع سے تھے، تو بھی کچھ نقصان نہیں اور کوئی شخص منکر کے مقابلے میں دین عیسوی کی صداقت کی بابت کسی مسئلہ کو اولاً فرض و تسلیم کر کے گفتگو نہیں کرے گا، بلکہ مسیح کی موت اور جی اٹھنے اور معجزات کی صداقت کی دلیلوں کی بنا انجیل نویسوں کے اعتبار پر رکھے گا، یہ سمجھ کر کہ گویا وہ مورخ ہیں، اور وہ لوگ جو

اپنے ایمان کی بناء کو جانچیں، ان کو لازم ہے کہ انجیل نویسوں کی گواہی اور انسانوں کی سی سمجھیں، کیونکہ انجیل کی گزارشات کو الہامی قرار دے کر سچا ٹھہرانے میں دور لازم آتا ہے، اس لئے کہ انجیلیں بلحاظ مضامین کے الہامی ٹھہرائی گئی ہیں، پس حالات مذکورہ بالا میں بجز اس کے اور کچھ چارہ نہیں کہ انجیل نویسوں کی گواہی اور آدمیوں کی سی گواہی سمجھی جائے، اور تمام تاریخی معاملوں میں حواریوں کو ایسا سمجھنے سے دین عیسوی میں کچھ نقص و قباحات لازم نہ آئے گی، اور ہم کہیں صراحۃً لکھا نہیں پاتے کہ عام معاملے جنہیں حواریوں نے اپنے تجربہ سے اور لوقا نے اپنی تحقیقات سے دریافت کیا، الہامی ہوویں، بلکہ اگر ہم کو یہ خیال کرنے کی اجازت حاصل ہووے کہ بعض انجیل نویسوں نے کچھ کچھ غلطی کی، اور پیچھے سے یوحنا نے اس کو درست کیا، تو انجیل کی تطبیق کے لئے بڑا فائدہ حاصل ہوگا، مسٹر گڈل صاحب کی رائے اپنے رسالہ الہام کی دوسری فصل میں میکالس کی رائے کے ساتھ متفق ہے، عہد جدید کی ان کتابوں کے الہامی ہونے کی نسبت جن کو حواریوں کے شاگردوں نے لکھا، یعنی مرقس کی انجیل اور لوقا کی انجیل اور اعمال حواریین ہیکالس تامل کرتا ہے۔“

(یہاں تک کلام ریس صاحب کا ہے جو خلاصہ کے طور پر نقل ہوا)
اور ریس صاحب نے اس اپنی کتاب کو بہت سے محققین کی مدد سے لکھا ہے۔
وائسن کی چوتھی جلد میں رسالہ الہام کے اندر جس کو ڈاکٹر بنسن کی تفسیر سے لیا گیا ہے یوں لکھا ہے کہ:

”لوقا کا الہام سے نہ لکھنا اس سے جو وہ خود ریاچہ میں لکھتا ہے، ظاہر ہے یعنی جیسا کہ انہوں نے جو پہلے سے دیکھنے والے کلام کے واعظ کرنیوالے تھے، ہم سے بیان کیا، ویسا ہی بہتری ان باتوں کو جو ہمارے نزدیک یقینی ہیں، لکھنے میں مشغول ہوئے اسلئے مناسب جانا گیا کہ میں بھی ابتداء میں ان سب

باتوں کو اچھی طرح دریافت کر کے تیرے لئے لکھوں، اور اسی بیان کے موافق قدیم علماء کا قول ہے.....

ارنیوس لکھتا ہے کہ وہ چیزیں جو لوہانے حواریوں سے سیکھی تھیں، ہمیں پہنچائیں، اور جیروم لکھتا ہے کہ لوہانے نہ صرف پولوس سے جس نے گوشت میں خداوند سے صحبت نہیں پائی بلکہ اور حواریوں سے بھی انجیل کی تعلیم پائی ہے۔

(یہاں تک وائسن کا کلام تھا)

(۱۴) پھر اسی رسالہ الہام میں ہے کہ:

”خود حواری لوگ جب وہ دین کی بابت بولتے یا لکھتے تھے، تو وہ خزانہ الہام جو ان کو حاصل تھا، انہیں درست رکھتا تھا، لیکن وہ انسان اور ذوی العقول تھے، اور انہیں الہام بھی ہوتا تھا، اور جس طرح اور آدمی معاملات میں عقل سے الہام کے بغیر بولتے اور لکھتے ہیں، ویسا ہی وہ بھی عام معاملوں میں بولا اور لکھا کرتے تھے، اور پولوس مقدس اسی لئے بغیر الہام کے تمتمھی کو یہ حکم دے سکتا تھا کہ پانی میں تھوڑی شراب ملا لیا کر یا اپنی صحت بدن کی حفاظت کر، جیسا کہ نامہ اول تمتمھی کے ۵ باب کے ۲۳ درس میں ہے، یا تمتمھی کو یوں کہے، کہ تو وہ لبادا، جسے میں نے طراوس میں قفس کے یہاں چھوڑا، اور کتابیں خاص کر چڑے کے ورق لیتا آئیو“ جیسا کہ نامہ ۲ تمتمھی کے ۴ باب کے ۱۳ درس میں ہے، یا فلیمان کو یوں کہے، کولوس میں اس کے سوائے ایک کوٹھری میرے لئے تیار کر، جیسا کہ نامہ فلیمان کے ۲۲ درس میں ہے، یا تمتمھی کو یوں لکھے کہ اراسطس قرنت میں رہا، طرفینس کو میں نے ملیطس میں بیمار چھوڑا جیسا کہ درس ۲۰ باب ۴ نامہ ۲ تمتمھی میں ہے، اور البتہ یہ احوال معاملات کا میرا نہیں بلکہ پولوس مقدس کا ہے۔

گرنھیوں کے پہلے نامہ کے ۷ باب کے ۱۰ درس میں لکھتا ہے: پر ان کو جن کا بیاہ ہوا ہے، میں نہیں، بلکہ خداوند حکم کرتا ہے اور ۱۲ درس میں کہتا ہے پر باقیوں کو خداوند نہیں میں کہتا ہوں، اور ۲۵ درس میں اس طرح کہتا ہے: پر

کفار یوں کے حق میں کوئی حکم خداوند کا مجھ پاس نہیں، لیکن میں اپنی اصلاح (صلاح) دیتا ہوں اٹخ اور اعمال کے ۱۶ باب کے ۶ درس میں ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ جب اس نے ایشیا میں وعظ کرنے کا ارادہ کیا، اس سے روح القدس نے منع کیا، اور ۷ درس میں ہے کہ اس نے تباہی میں جانے کا قصد کیا، لیکن روح القدس نے منع کیا۔

پس حواریوں میں کاموں کے لئے دو اصول تھے، ایک عقل دوسرا الہام ایک کے رو سے تو عام کاموں میں حکم کرتے تھے، اور دوسرے کی رو سے دین عیسوی کے باب میں، اس لئے یہ واقع ہوا کہ حواری لوگ لوگوں کی مثل اپنے خانگی کاموں اور ارادوں میں غلطی کرتے تھے جیسا کہ اعمال کے ۲۳ باب کے ۳، ۵ درس میں اور نامہ رومیہ کے ۱۵ باب کے ۲۴، ۲۸ درس میں اور گرنٹیوں کے پہلے نامہ کے ۱۶ باب کے ۵، ۶، ۸، درس میں اور گرنٹیوں کے نامہ ۲ کے ۱۱ باب کے ۱۵ سے ۱۸ تک میں ہے۔“

(یہاں تک وائسن کا کلام تھا جو اس کے رسالہ الہام سے نقل کیا)
اور ریس کی انسانی کلوپیڈیا کی ۱۹ جلد میں ڈاکٹر بنسن کے احوال میں یوں لکھا ہے کہ:

”بنسن نے جو کچھ الہام کے باب میں بیان کیا ہے، وہ بادی النظر میں آسان اور قرین قیاس معلوم ہوتا ہے اور امتحان پر بھی نہایت بے نظیر اور لا ثانی سمجھا جاتا ہے۔“

(۱۵) باسویر اور لیا فان لکھتے ہیں:

کہ روح القدس نے جس کی تعلیم اور مدد سے انجیل نویسوں اور حواریوں نے لکھا ہے ان کے لئے کوئی زبان نہیں ٹھہرا دی تھی، بلکہ اس نے ان کے دلوں میں صرف مطلب سمجھا دیا، اور غلطی میں پڑنے سے بچا لیا، اور ہر ایک کو اختیار دیا کہ

اپنے اپنے محاورے اور عبارت میں اس کو ادا کرے، اور جیسے ہم ان پاک لوگوں کی لیاقت اور مزاج کے موافق ان کی (۱) کتابوں میں محاورے کا فرق پاتے ہیں، ویسا ہی وہ شخص جو اصل زبان میں ماہر ہوگا، متی اور لوقا اور پولوس اور یوحنا کے محاورے میں فرق پاوے گا، اور اگر روح القدس حواریوں کو عبارت بتلا دیتا تو یہ بات ہرگز نہ ہوتی۔ بلکہ اس حالت میں کتب مقدسہ میں سے ہر کتاب کا محاورہ یکساں ہوتا، علاوہ اس کے بعض ایسے معاملے ہیں جس میں الہام کی حاجت نہیں، مثلاً جب ان لوگوں نے اپنی آنکھ سے دیکھ کر یا معتبر گواہوں سے سکر لکھا ہے جب لوقا نے انجیل کا لکھنا اختیار کیا، وہ کہتا ہے کہ:

”اس نے ان چیزوں کا حال ان لوگوں سے جو آنکھ سے دیکھنے والے تھے سن کر لکھا، اور اس لئے کہ وہ سب چیزوں سے واقف تھا اس نے مناسب جانا، کہ وہ باتیں پچھلی آئیوالی پشتوں کو پہنچا دے۔“

حالانکہ وہ مصنف جسے ایسی باتوں کی خبر روح القدس سے ہوتی، عادۃً یوں کہتا کہ جیسا مجھے روح القدس نے بتلایا ہے، میں نے ان چیزوں کا حال بیان کیا۔

پولوس مقدس کا ایمان لانا گو تعجب آمیز اور خدا کی طرف سے تھا لیکن پھر بھی اس حال کے بیان کرنے کے لئے لوقا کو پولوس مقدس یا اس کے ہمراہیوں کی گواہی کے سوا کچھ ضروری نہ تھا، اور اسی لئے اس میں فی الجملہ فرق ہے، لیکن کسی طرح کا تناقص نہیں (یہاں تک بامویر اور لیا فان کا کلام تھا)

اور یہ بھی عیسائی مذہب کے بڑے مشہور علماء میں سے ہیں، اور ان کی کتاب

بھی بڑی معتبر کتاب ہے، جیسا کہ ہارن اور واٹسن نے لکھا ہے۔

(۱۶) ہارن اپنی تفسیر کی ۲ جلد کے صفحہ ۹۸ میں لکھتا ہے کہ:

”اکھارن ان علماء جرمنی میں سے ہے جو حضرت موسیٰ کے الہام کا قائل

(۱) یعنی عہد عتیق کے پیغمبروں کی۔ ۱۲۱

نہیں۔“

اور صفحہ ۸۱۸ میں لکھتا ہے کہ:

”شلز اور ڈاتھ اور روزن ملر اور ڈاکٹر جڈس اس بات کے قائل ہیں کہ موسیٰ کو الہام نہ ہوتا تھا، بلکہ اس نے اپنی پانچوں کتابیں اس وقت کی مشہور روایتوں سے جمع کی ہیں۔“

اور یہی رائے اب علماء جرمنی میں بہت پھیلی ہوئی ہے۔

(۱۷) وہی ہارن لکھتا ہے کہ:

”یوسی بیس اور بعض بڑے محقق لوگ جو اس کے بعد ہوئے کہتے ہیں کہ کتاب پیدائش کو موسیٰ نے اس وقت میں لکھا تھا کہ جب کہ مدین میں اپنے خسر کے گھر بکریاں چراتے تھے۔“

کہتا ہوں میں کہ اس تحقیق کے موافق چونکہ یہ کتاب نبوت سے پہلے لکھی گئی ہے تو الہامی نہیں۔

(۱۸) کلی مے شس کہتا ہے کہ:

”متی اور مرقس تحریر میں باہم اختلاف کرتے ہیں، اور جب یہ دونوں متفق ہو جاویں، تو ان کے قول کو لوقا کے قول پر ترجیح دی جاوے گی۔“

میں کہتا ہوں کہ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

ایک یہ کہ متی اور مرقس کی تحریر میں بعض جگہ اختلاف معنوی ہے اس لئے کہ موافقت لفظی تو کسی قصے میں نہیں۔

دوسری یہ کہ اس کے نزدیک یہ تینوں انجیلیں الہامی نہیں، ورنہ الہامی ہونے کی صورت میں متی اور مرقس کے کلام کی ترجیح کے کیا معنی؟

(۱۹) نامہ یعقوب کے پانچویں باب کے ۱۴ درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

”جو کوئی تم میں بیمار پڑے، تو مجلس کے قسیسوں کو بلا دے اور وے اس پر خداوند کے نام سے تیل ڈال کر اس کے لئے دعا مانگیں“

اس میں یعقوب حواری تیل ملوانے کا حکم دیتے ہیں۔

اور جناب لو تھر پر وٹسٹنٹ فرقے کے پیشوا اپنی کتاب کی دوسری جلد میں لکھتے

ہیں کہ:

”گویہ نامہ یعقوب کا ہو، لیکن میں جواب دیتا ہوں کہ حواری کو نہیں پہنچتا کہ اپنی طرف سے سیکرمنٹ (یعنی حکم شرعی) بناوے، یہ منصب صرف حضرت عیسیٰ کا تھا۔“

(یہاں تک لو تھر کا کلام تھا)

اور اس قول میں کہ ”گویہ نامہ یعقوب کا ہو“ اشارہ ہے کہ اول اسی بات کی

سند نہیں کہ یہ نامہ یعقوب کا ہے، اور پیشوا موصوف اور انکے اکثر پیرو اس بات کا انکار کرتے ہیں، اور اس نامہ کو برا کہتے ہیں جیسا کہ پہلی ہدایت کے اندر گزرا، اور صورت تسلیم میں بھی اس کے الہامی ہونے سے انکار کرتے ہیں، اس لئے کہ اگر الہامی ہوتا تو پھر منصب نہ ہونے کے کیا معنی؟

(۲۰) پہلی اپنی کتاب الاسناد میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۰ء مطبوعہ دار السلطنت لندن صفحہ ۳۲۳):

”دوسری غلطی جو پہلے عیسائیوں پر لگائی گئی یہ ہے کہ وے قرب قیامت کی امید رکھتے تھے۔“

اور میں اعتراض کی تقریر سے پہلے اسی طرح کا ایک اور نمونہ پیش کرتا ہوں کہ ہمارے خداوند نے یوحنا کے حق میں پطرس سے فرمایا کہ اگر میں چاہوں کہ وہ میرے آنے تک یہاں ٹھرے، تو تجھے کیا؟ اور ان لفظوں کے معنی خلاف سمجھے گئے کہ یوحنا نہ مرے گا، اور بھائیوں میں یہ بات پھیل گئی، خیال کرو کہ اگر یہی بات عیسائیوں کی رائے عام ہو کر ہم تک پہنچتی، اور وہ سبب جس سے یہ

غلطی نکلی، کھویا جاتا، اور کوئی آج کے دن اس غلطی کا حوالہ دے کر اس غلطی کے سبب دین عیسوی کی رد پر مستعد ہوتا، تو یہ بات بلحاظ اس چیز کے جو ہم تک پہنچی، بہت ہی بے انصافی کی تھی۔

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ انجیل یقین کراتی ہے کہ حواریوں اور پہلے عیسائیوں کو اپنے ہی زمانے میں قیامت کے آنے کی امید تھی، ان کو وہی خیال کرنا چاہئے، جو ہم نے اس چند روزہ پرانی غلطی کے بارے میں لکھا، اور اس غلطی نے ان کے فریبی ہونے کو روکا، اور اب اس باب میں مشکل اور سوال یہ ہے کہ جب ہم نے قبول کیا کہ حواریوں کی رائے سہو کے قابل تھی، تو پھر ہم ان کی کس چیز پر بھروسہ کریں؟ اور اس کے جواب میں منکروں کے مقابلے میں دین عیسوی کے حامی کو اتنا جواب کافی ہے کہ مجھ کو حواریوں کی گواہی چاہیئے، اور ان کی رائے سے کچھ غرض نہیں، اور اصل مطلب چاہئے، اور نتیجہ سے میں امن میں ہوں۔

لیکن اس جواب میں دو ہوشیاری اور بھی چاہئیں، تاکہ بے تحقیقی کا سبب خوف جاتا رہے ایک یہ کہ اس مقصود کو جو حواریوں کے ارسال سے تھا، اور ان کے اظہار سے ثابت ہوا، اور اس چیز سے جو بیگانی یا اتفاقاً اس کے ساتھ مل گئی ہے، جدا کیا جاوے، اور ان معاملات کے باب میں جو دین سے صریح بیگانے ہیں، کچھ کہنا ضروری نہیں، لیکن ان معاملوں کے حق میں جو اس سے ناگہانی مل گئے ہیں، کچھ کہا جاتا ہے اور بھوتوں کا تسلط ایک انہیں معاملوں میں سے ہے، اور وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ رائے غلط اس زمانے کی عام تھی، اور انجیل کے مؤلف اور یہودی اس زمانے کے بھی اس میں پڑے، اس امر کے اقبال سے نہ چونکیں کہ اس سے دین عیسوی کی سچائی میں کوئی خوف نہیں، اس لئے کہ یہ مسئلہ وہ نہیں ہے، جو عیسیٰ دنیا میں لائے تھے، بلکہ اس وقت اور اس ملک کے مروجہ رائے ہونے کے سبب ناگہاں اور اتفاقاً ملفوظات عیسوی میں مل گیا، اور کسی

صورت میں اس کو گواہی سے تعلق نہیں۔

دوم یہ کہ حواریوں کے ملفوظات میں ان کے مسئلوں اور دلیلوں میں امتیاز کرنا چاہئے، ان کے مسئلے تو الہامی ہیں، لیکن وہ لوگ اپنے ملفوظات و گفتگو میں ان مسائل کی توضیح اور تقویت کے واسطے مناسبتیں اور دلیلیں ذکر کرتے ہیں مثلاً یہ مسئلہ کہ یہودیوں کے سوا جو لوگ مسیحی ہوئے، ان کے ذمہ شریعت موسوی کی اطاعت نہیں، الہامی تھا اور اس کی تصدیق معجزات سے ہوئی، پھر بھی پولوس جب اس مطلب کو ذکر کرتا ہے، بہت سی اور باتیں اس کی تائید کے لئے پیش کرتا ہے، مسئلہ تو خود واجب التسلیم ہے، لیکن دین عیسوی کی حمایت میں حواری کی ہر دلیل کی صحت اور ہر تشبیہ کے درست ہونے کا حامی ہونا ضروری نہیں، اور یہی قول اور جگہ بھی لگے گا، اور میری رائے میں یہ بات خوب مضبوط ہے کہ جب ربانی لوگ کسی بات پر اتفاق رکھیں، تو جو ان کے مقدمات سے نتیجہ نکلے، وہ ہم پر واجب التسلیم ہے، لیکن ہم پر واجب نہیں کہ تمام مقدمات کو شرح کریں، یا قبول کریں، مگر اس وقت کہ وہ لوگ مقدمات کے ایسے معترف ہوں، جیسے نتیجہ کے۔“

(یہاں تک پہلی کا کلام تھا)

اور اب میں صحت اور غلط سے قطع نظر کر کے کہتا ہوں کہ پہلی نے کئی باتوں کو مان لیا۔

پہلی بات

پہلی یہ کہ حواری اور پہلے طبقے کے عیسائی بلاشبہ اس غلطی میں تھے، کہ یوحنا نہ مرے گا اور ان کو یہ غلطی بھی تھی، کہ بلاشک ہمارے ہی زمانہ میں قیامت آجائے گی، اور پہلی نے منکروں کا الزام تسلیم کر کے یہی جواب دیا کہ یہ غلطی ان کی رائے کی تھی، اس سے ہمیں کچھ کام نہیں۔

دوسری بات

دوسری یہ کہ اس نے اس بات کو مان لیا کہ مسائل اور احکام کی تبلیغ کے علاوہ جو معاملات کہ دین سے بیگانے ہیں، یا اتفاقاً جو امر دینی کے ساتھ مل گئے ہیں، ان میں غلطی ہونے سے کچھ حرج نہیں۔

تیسری بات

تیسری یہ کہ اس بات کو بھی مان لیا کہ مسائل کی دلیلوں میں اور اسی طرح تشبیہات میں غلطی ہو جانے سے کچھ ہرج نہیں۔

چوتھی بات

چوتھی یہ کہ اس بات کو بھی مان لیا کہ زمانے کے رواج کا لحاظ کر کے بھوت پریت کی تاثیر کا حال جو نفس الامر میں غلط ہے، خود حضرت عیسیٰؑ کے اقوال میں بھی پایا گیا، سو ان باتوں سے اس نے صاف اقرار کیا، کہ اس عہد جدید کے مجموعہ میں سارا کلام الہامی نہیں بلکہ ایسے معاملات میں جو دین سے بیگانے ہیں، یا اتفاقاً امر دینی کے ساتھ مل گئے ہیں، یا دلائل اور تشبیہات میں حواریوں کا کلام دوسرے آدمیوں کی طرح خطا اور صواب کا احتمال رکھتا ہے بلکہ بعض جگہ یقیناً غلط بھی ہے، سو اس حساب سے نصف سے زائد عہد جدید کا الہامی ہونے سے نکل گیا۔

(۲۱) وارڈ صاحب نے اپنی کتاب اغلاط نامہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء میں معتبر علماء کے اقوال نقل کئے ہیں، اور اپنی کتاب میں اس نے بتلادیا ہے کہ کس قول کو اس نے کس جگہ سے نقل کیا ہے، سو میں اس کتاب سے اس جگہ نو قولوں کو نقل کرتا ہوں۔

(۱) زونیکلس اور دیگر پرنٹسٹنٹ کہتے ہیں کہ:

”پولوس کے نامحبات میں سب کلام پاک نہیں، اور چند چیزوں میں اس نے غلطی کی ہے۔“

(۲) مسٹر فلک پطرس حواری پر غلطی اور انجیل کی جہالت کا الزام لگاتا ہے۔

(۳) ڈاکٹر گوڈاپنی کتاب مباحثہ میں جو فادر کیم پین سے ہوا تھا لکھتا ہے کہ:

”پطرس نے روح القدس کے نزول کے بعد ایمان میں غلطی کی ہے۔“

(۴) برنٹس جس کو جوئل صاحب نے فاضل اور مرشد سنجیدہ کا لقب دیا ہے کہتا ہے کہ:

”پطرس حواریوں کے سردار نے اور برنباہ نے روح القدس کے نزول کے بعد یروشالم کے کلیسے سمیت غلطی کھائی۔“

(۵) جان کالون کہتا ہے کہ: پطرس نے کلیسے میں بدعت بڑھائی، اور آزادی عیسوی کو خوف میں ڈالا، اور توفیق عیسوی کو دور پھینکا، اور پطرس اور دوسروں کو ملامت کرتا ہے۔

(۶) میگڈی برجنس حواریین خصوصاً پولوس پر غلطی کا الزام لگاتے ہیں۔

(۷) دائی ٹیکر کہتا ہے کہ مسیح کے عروج اور روح القدس کے نزول کے بعد سب کلیسیا نے غلطی کی، نہ صرف عوام بلکہ خواص نے بھی بلکہ حواریوں نے بھی جو غیر اسرائیلوں کو ملت مسیحی کی طرف دعوت کیا، اور پطرس نے رسوم میں اور بھی غلطی کی، اور یہ بڑی غلطیاں حواریوں سے روح القدس کے نزول کے بعد ہوئی ہیں۔

(۸) زنگلیس اپنے نامہ میں کالون کے بعض پیروں کا ذکر کرتا ہے کہ کہتے تھے کہ:

”اگر پولوس بے نوا میں آوے، اور کالون کے برابر وعظ کرے، تو ہم

پولوس کو چھوڑ دیں گے، اور کالون کے سینے گئے۔“

(۹) لوا تھروس کہتا ہے کہ:

”لو تھر کے پیروں میں سے بعض علماء کبار کہتے تھے کہ ہم پولوس کے مسئلہ پر تو شبہ کریں، لیکن لو تھر کے مسئلہ اور کلیسہ اسپرگ کی عقائد کی کتاب پر شبہ نہیں کرتے۔“

(یہاں تک وارڈ کا کلام تھا)

اور یہ علماء سب کے سب فرقہ پروٹسٹنٹ کے سردار ہیں، اور ان کے کلام کے موافق سارے عہد جدید کا الہامی نہ ہونا اور حواریوں کا غلطی کرنا ثابت ہے، اور شروع کے سات قول تو بیان کے محتاج نہیں، پچھلے دو قولوں میں تھوڑی سی وضاحت کی ضرورت ہے۔ سو کہتا ہوں کہ ان دونوں کے قائل پولوس کے قولوں کو لو تھر اور کالون کے قولوں سے کمتر سمجھتے تھے، اور لو تھر اور کالون کے قول تو یقیناً الہامی نہیں سو اسی طرح پولوس کے قول نکلے، ورنہ اگر الہامی سمجھ کر ایسا کہیں، تو شریعت عیسوی کے مرتد ٹھہرتے ہیں، گو مبالغہ کی راہ سے کہتے ہوں۔

(۲۲) نورٹن جو انجیل کا بہت بڑا حامی ہے، اس جھوٹی حکایت کی بابت جس کا ذکر پانچویں ہدایت کے دوسری قسم کے شواہد میں ۸۴ شاہد کے اندر گزرا لکھتا ہے:

”کسی نے عبری انجیل کے حاشیہ پر اس حکایت کو لکھ دیا ہوگا، کاتب نے اس حاشیہ کو متن میں داخل کر لیا، اور وہی نسخہ مترجم یونانی کے ہاتھ پڑا، اور اس نے اسی کے موافق ترجمہ کر لیا۔“

سو اس کلام سے معلوم ہوا کہ یہ مترجم ہرگز الہامی شخص نہیں، بلکہ الہامی کا کیا ذکر ایسا بھی نہیں کہ جس کو جھوٹی سچی روایت کی تنقید ہو۔

اور اول جلد کے ۶۱ صفحہ میں لکھا ہے (نسخہ ۱۸۳ء):

”ان اعجازی باتوں میں جن کو لو قانے ذکر کیا ہے، روایتی جھوٹ بھی مل گیا ہے، اور اس کے لکھنے والے نے مبالغہ شاعری کے طور پر اس کو ملا لیا ہے،

لیکن اس زمانہ میں جھوٹ کا سچ سے تمیز کرنا مشکل ہے۔“

(یہاں تک نورٹن کے کلام سے خلاصہ کے طور پر نقل ہوا)

کہتا ہوں میں کہ اگر لوقا کی انجیل الہامی ہوتی، تو ایسے پتھر کیوں پڑتے۔

(۲۳) کتاب اول اخبار الایام کو عزرا پیغمبر کی تصنیف کہتے ہیں کہ انہوں نے اس

کتاب کو جی اور زکریا پیغمبروں کی مدد سے لکھا ہے، باوجودیکہ تین پیغمبر اکھٹے تھے، پھر

بھی اس کتاب میں غلطی ہوئی، جس کو عیسائی اور یہودی دونوں مانتے ہیں، اور کہتے

ہیں کہ:

”بے تمیزی سے بیٹے کی جگہ پوتا اور بالعکس لکھا گیا۔“

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ:

”عزرا کو جس نے یہ کتاب لکھی، معلوم نہ تھا کہ آیا ان کے بعض بیٹے

تھے، یا پوتے۔“

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ:

”عزرا نے دو کتابیں پالی تھیں، جن میں یہ فقرے ناموں میں کچھ

اختلاف کے ساتھ پائے جاتے تھے، اور عزرا کو تمیز نہ ہو سکی، کہ کون ان میں بہتر

ہے، تو اس نے دونوں کو لکھ دیا“ جیسا کہ چھٹی ہدایت کے اندر پہلی وجہ میں بیان

اس کا گذرا۔

بھلا اگر یہ کتاب الہامی ہوتی تو یہ خرابی کیوں پڑتی، اور تینوں پیغمبروں کا الہام

کیوں غلط پڑتا۔

اب دیکھو کہ یہ بات کہ مجموعہ بائبل کی سب باتیں الہامی نہیں کیسی سچی ہے،

اور اس بات کے قائل اہل کتاب میں سے بعض لوگ ہیں، یا ایک جم غفیر اور معتبر، اور

جب ان کے علماء کے قول سے یہ بات ثابت ہو، اور قواعد اسلامیہ کے مطابق اور اولہ

عقلیہ کے موافق ہو تو پھر کسی مسلمان کو شبہ کی جگہ نہیں۔

قسم اول کی تلخیص

بہر حال اب میں اس قسم کی تلخیص میں مشغول ہوتا ہوں، اور بعض مواقع میں ان کے مناسب کچھ کچھ اضافہ کرتا ہوں، وباللہ التوفیق، اور کہتا ہوں کہ احوال مذکورہ سے آٹھ امر حاصل ہوئے۔

پہلا امر

اگسٹائن اور ہارن اور جامعین تفسیر ہنری واسکاٹ کے موافق پیغمبروں کی سب تحریر الہامی نہیں ہوتی، بلکہ بعض تحریر بغیر الہام کے ایسے ہوتی ہے جیسے اور دیانت دار موخوں کی، اور اس تحریر کو خدا کی طرف نسبت نہیں کرتے، اور الہامی نہیں کہتے۔

دیکھو جنگ نامہ خدا گو موسیٰ کی ہی تصنیف تھا، اور گو خدا کے حکم سے ہی انہوں نے لکھا تھا تو بھی محقق لائٹ فٹ اور ہارن کی تحقیق کے موافق الہامی نہ تھا، اور جامعین تفسیر ہنری واسکاٹ کے موافق سلیمان نے جو تاریخ کے طور پر لکھا تھا، وہ بھی الہامی نہ تھا، سو اس سے یہ بات تو صاف واضح ہو گئی کہ پیغمبر کا ہر لکھا واجب التسلیم نہیں ہوتا، بلکہ بعض ایسا ہوتا ہے، جیسے دیانت دار مورخ کا لکھا سو اس تحریر کے انکار سے کفر نہ آئے گا۔

دوسرا امر

ہارن کی تصریح کے موافق پیغمبر لوگوں کو ہر معاملے میں جس کو وہ بیان کرتے تھے یا ہر ایک حکم میں جو وہ دیتے تھے الہام نہیں ہوتا تھا، بلکہ جامعین تفسیر ہنری واسکاٹ

کے موافق پیغمبر اور حواری خاص مطلب اور موقع پر الہام کئے جاتے تھے، اور وائسن اور ڈاکٹر بنس کی تحقیق کے موافق (جس کو رلیس نے اور اس کے مددگاروں نے پسند کر کے کہا ہے کہ وہ بادی النظر میں آسان اور قرین قیاس ہے، اور امتحان پر نہایت بے نظیر اور لاثانی) یہ ہے کہ حواری لوگ عام معاملات میں الہام کے بغیر ایسے بولا اور لکھا کرتے تھے جیسے اور آدمی غیر الہامی بولا اور لکھا کرتے ہیں اور اسی قسم کی کئی تحریریں پولوس کے نامجات میں موجود ہیں، سو حواریوں کے لئے دو اصول تھے، ایک عقل دوسرا الہام، اول کی رو سے عام کاموں میں اور دوسرے کے رو سے دین عیسوی کے باب میں حکم کرتے تھے۔

اور باسو بر اور لیا فان کی تحقیق کے موافق ان معاملات میں جن کو پچشم خود دیکھا ہو، یا معتبر گواہوں سے سنا ہو، الہام کی حاجت نہیں، سواب یہ معلوم ہوا کہ پیغمبر کے ہر معاملے یا ہر حکم کے انکار سے کفر لازم نہ آوے گا، اور اسی طرح اس تحریر کے انکار سے جس کو پیغمبر یا حواری نے عام معاملے میں کی ہو (مثلاً پولس کی اوپر ذکر کردہ تحریرات) کفر لازم نہ آوے گا، بلکہ ایسا ہوگا جیسے ایک دیانت دار غیر الہامی آدمی کا انکار کر دیا، اور اسی طرح اس تحریر کا جس کو پیغمبر یا حواری یا تابعی نے ان معاملات میں کیا ہے، جن کو پچشم خود دیکھا تھا، یا معتبر گواہوں سے سنا تھا الہامی ہونا ضروری نہیں۔

تیسرا امر

رلیس کی انسانی کلوپیڈیا سے واضح ہوا کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حواری لوگ ایک دوسرے کو صاحب وحی نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ یروشلیم کی کونسل کی بحث اور پولوس کے پتر کو الزام دینے سے ظاہر ہے۔

کہتا ہوں میں کہ یہ قول ٹھیک ہے اور اس بحث اور اسی طرح ایک اور چھوٹی

سی بحث کا، اور اس الزام کا حال یہ ہے کہ کتاب اعمال کے پندرہویں باب میں ہے
(نسخہ ۱۸۳۱ء):

”۱۔ اور بعض لوگوں نے یہودیہ سے آ کر بھائیوں کو تعلیم کیا، کہ بغیر اس
کے کہ تم موسیٰ کی شریعت کے موافق ختنہ کراؤ، تم نجات نہیں پاسکتے۔

۲۔ جب تشویش ہوئی، اور پاول اور برناباہ نے ان سے مباحثہ کیا تو
انہوں نے ٹھہرایا کہ پاول اور برناباہ ہم میں سے بعضوں کو ساتھ لے کر اس
سوال کے لئے حواریوں اور پیشواؤں کے پاس یروشالم میں جاویں۔

۳۔ اور جب یروشالم میں پہنچے۔

۶۔ تب حواری اور سب پیشوا باہم جمع ہوئے کہ اس کلام میں تامل
کریں۔

۷۔ اور جب بہت بحث ہوئی، پتر کھڑا ہو کے اٹخ۔

۱۳۔ اور جب وے چپ رہے، یعقوب نے کہا کہ اے مرد بھائیوں
میری سنو۔

۱۹۔ سو میری صلاح یہ ہے کہ ان کو جو عوام میں سے خدا کی طرف
پھرے ہیں تکلیف نہ دیجائے۔

۳۶۔ چند روز کے بعد پاول نے برناباہ سے کہا، آؤ اپنے بھائیوں سے
ہر ایک شہر میں جہاں ہم نے خداوند کے کلام کی بشارت دی ہے پھر کے ملاقات
کریں اٹخ۔

۳۷۔ اور برناباہ نے قصد کیا کہ یوحنا کو جس کا لقب مارق تھا، ساتھ
لیوے۔

۳۸۔ پر پاول سمجھا کہ ایسے شخص کو جو پمفولیہ سے ان سے جدا ہو گیا، اور
کام کے واسطے ان کے ہمراہ نہ آیا ساتھ لینا خوب نہیں۔

۳۹۔ اور ان میں ایسی شدت کی آزر دگی ہو گئی کہ وے آپس سے جدا

ہو گئے، اور برنا باہ مارق کو لے کے قیرس کو تری سے روانہ ہوا۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ پہلے طبقے کے مسیحی جناب پولوس کو صاحب وحی اور مفترض الطاعت (جس کی اطاعت فرض ہو) نہ سمجھتے تھے، ورنہ یروشالم آنے کی کیا حاجت تھی، اور برنا باہ کیوں جھگڑا کر کے اور شدت کی آزر دگی پیدا کر کے الگ ہو جاتا، اور اسی طرح اور حواری بھی ایک دوسرے کو نبی مفترض الطاعت وحی والا نہیں سمجھتے تھے، ورنہ کونسل کی کیا حاجت تھی، اور کیوں ان میں آپس میں بڑی بحث ہوتی، بلکہ حقیقت حال اتنی ہے کہ یہ لوگ اس مذہب کے مجتہد تھے اور ان کا حکم بھی اجتہاد کے طور پر تھا، اور ہر ایک دوسرے کو مجتہد جانتا تھا، اور وہ لوگ بھی اپنے آپ کو ایسا ہی سمجھتے تھے، دیکھو یعقوب حواری صاف کہتا ہے کہ میری صلاح یہ ہے۔

اور کلیتوں کے نامہ کے باب دوم میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

”۱۱۔ جب پتر انطاکیہ میں آیا، تو میں نے روبرو اس سے مقابلہ کیا، اس لئے کہ وہ ملامت کے لائق تھا۔

۱۲۔ کیونکہ وہ پیشتر اس سے کہ کوئی شخص یعقوب کے یہاں لے آئے غیر قوموں کے ساتھ کھایا کرتا تھا، پر جب وہ آئے تو مختون سے ڈر کے پیچھے ہٹا۔

۱۳۔ اور الگ ہوا، اور باقی یہودیوں نے بھی اسی کی طرح مکر کیا، یہاں تک کہ برنا باہ بھی دب کر انکے مکر میں شریک ہوا۔

۱۴۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ انجیل کی سچائی پر سیدھی چال نہیں چلتے ہیں میں نے سمجھوں کے سامنے پتر کو کہا کہ جب تو یہودی ہو کر غیر قوموں کی طرح زندگی کرتا ہے، پس تو کس واسطے غیر قوموں پر یہ خبر کرتا ہے کہ یہودیوں کے طور پر چلیں۔“

دیکھو اس بار تو گفتگو اجتہاد سے بڑھ کر گالی دھپڑ پر نوبت پہنچی، اور جناب

پولوس نے حوار یوں کے سردار اور جناب مسیح کے جانشین اور خلیفہ کو ملامت کے قابل اور مکار بتلایا، اور فرمایا کہ انجیل کے حکم کے خلاف حکم دیتا تھا کہ یہودی کے طور پر چلیں اور ایسا ہی برنا بنانے دوسرے مسیحیوں کے حق میں ارشاد کیا۔

بھلا اگر پولوس حضرت پطرس کو نبی مفترض الطاعتہ سمجھتے تو پھر ان کو کیوں ایسا سخت دست کہتے؟ اور کیوں مجمع میں ایسی سخت کلامی کر کے ان کی بے عزتی کرتے؟

چوتھا امر

رلیس کی انسانی کلوپیڈیا سے واضح ہے کہ قدیم مسیحی ان لوگوں کو خطا سے خالی نہیں سمجھتے تھے۔

کہتا ہوں میں کہ کتاب اعمال کے ۱۱، ۲۱ باب کی عبارت جس کا حوالہ قائل دیتے ہیں یوں ہے (۱۱ باب نسخہ ۱۸۴۳ء):

”۲۔ جب پترو شالم میں آیا مختونوں نے تکرار کر کے کہا۔

۳۔ کہ تو نامختون کے یہاں گیا، اور ان کے ساتھ کھایا۔“

۲۱ باب (نسخہ ۱۸۴۳ء):

”۲۰۔ انہوں (۱) نے سن کے خداوند کا شکر کیا، اور اس (۲) سے کہا،

کہ بھائی تو دیکھتا ہے کہ کتنے ہزار یہودی ایماندار ہیں، اور سب کے سب شریعت کے غیرت مند ہیں۔

۲۱۔ انہوں نے تیری خبر پائی ہے کہ تو سارے یہودیوں کو جو غیر ملکوں

میں ہیں، موسیٰ سے پھرنا سکھلا کے کہتا ہے کہ اپنی اولاد کا ختنہ نہ کرو، اور دستوروں پر نہ چلو۔

۲۲۔ پس کیا ہے جماعت بے شک جمع ہوگئی، کیونکہ وہ سنیں گے کہ تو آیا ہے۔

(۱) یعنی حوار یوں اور مشائخ۔ ۱۲ منہ

(۲) یعنی پولوس۔ ۱۲ منہ

۲۳۔ تو وہی کر جو ہم تجھے کہتے ہیں ہمارے پاس چار مرد ہیں، جنہیں نذر ادا کرنا ہے۔

۲۴۔ ان کو لے کے آپ کو ان کے ساتھ پاک کر اور ان کے سر منڈانے میں جو خرچ ہے، اسے دے، تو سب جان جائیں گے، کہ وہ باتیں جو انہوں نے تیرے حق میں سنی ہیں، کچھ نہیں ہیں، بلکہ تو آپ بھی دستور پر چلتا ہے۔

پانچواں امر

ریس کی انسانی کلوپیڈیا میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ:

”پولوس مقدس جو حواریوں سے اپنے آپ کو کمتر نہیں سمجھتا، خود اپنے حال میں ایسا بیان کرتا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ اور ہر وقت الہامی نہیں سمجھتا۔“

کہتا ہوں میں کہ جن عبارتوں کا تائید حوالہ دیتے ہیں یوں ہے (۲ گرتھیوں کے ۱۱ باب کا ۵ درس نسخہ ۱۸۴۴ء):

”میں اپنے تئیں بھی بڑے رسولوں سے چھوٹا نہیں گمان کرتا ہوں۔“

۱۲ باب کا ۱۱ درس نسخہ ۱۸۴۴ء:

”میں فخر کرنے سے بیوقوف بنا ہوں، پر میں نے تم سے لاچار ہو کے یہ کیا، چاہئے کہ تم میری تعریف کرتے کہ میں سب سے بڑے رسولوں سے کچھ چھوٹا نہیں ہوں، اگرچہ ناچیز ہوں۔“

پہلے گرتھیوں کا ساتواں باب نسخہ ۱۸۴۴ء:

”۱۰۔ پر میں ان کو جن کا بیاہ ہوا ہے حکم کرتا ہوں میں نہیں خداوند حکم کرتا

ہے کہ جو رو اپنے خصم سے جدا نہ ہووے۔“

۱۲۔ باقی جو کچھ ہے خداوند نہیں کہتا میں کہتا ہوں، اگر کسی بھائی کی جو رو

بے ایمان ہو، اور اس کے ساتھ رہنے کی رضا مند ہو، تو وہ اس کو نہ چھوڑے۔

۲۵۔ کواریوں کے حق میں خداوند کا کوئی حکم میرے پاس نہیں، لیکن جیسا میں دیانت دار ہونے کے لئے خداوند سے رحم پایا ہوں، ایسی ہی صلاح دیتا ہوں۔

۳۰۔ پراگروہ بے شوہر رہے، تو وہ میرے دانست میں خوش وقت ہے، اور مجھے معلوم ہے کہ خدا کی روح مجھ میں ہے۔

دوسرے گرنٹھوں کے الباب کا ۷ اور ۱۸ (نسخہ ۱۸۴۲ء):

”جو کچھ کہ میں اس فخر کے حال میں کہتا ہوں، سو خداوند سے نہیں، بلکہ بیوقوفی کی طرح سے کہتا ہوں۔“

سوان عبارتوں سے قائلین کا دعوے صاف صحیح ہے۔

چھٹا امر

ریس کی انسانی کلویپیڈیا میں ہے:

”حواری لوگ ایسے طور پر گفتگو شروع نہیں کرتے، جس سے معلوم ہو کہ وہ خدا کی طرف سے بولتے ہیں، جیسے پیغمبر لوگ شروع کرتے تھے۔“

کہتا ہوں میں کہ وہ اس دعوے میں سچے ہیں، اور ان انجیل والے کے کلام میں تو کہیں اس بات کی بو بھی نہیں ہے کہ میں رسول اللہ ہوں، یا الہام سے لکھتا ہوں، اور تیسری انجیل والا خود ہی اقرار کرتا ہے کہ میں سنی سنائی روایتوں کو لکھتا ہوں، رہا مرقس وہاں الہام کا گمان بھی ہم کو نہیں، اور یوحنا کا حال ہم آگے لکھیں گے۔

ساتواں امر

ریس کی انسانی کلویپیڈیا میں ہے کہ:

”کتب مقدسہ کے مؤلفین کی کلام میں غلطیاں اور اختلاف ہیں۔“

میں کہتا ہوں جس غلطی اور اختلاف کا انہوں نے حوالہ دیا، اس کا ذکر آٹھویں

ہدایت کے اندر پہلے اختلاف کے بیان میں گذرا۔

اور اس غلطی اور اختلاف کے علاوہ ساٹھ اختلاف اور تراسی غلطیوں کا ذکر پہلی

جلد کے اندر اور بعض اور اختلافات کا ذکر آٹھویں ہدایت کے اندر گذرا اور اکثر ان

کتابوں کے حامی لاچار ہو کر وہاں تحریف کا اقرار کرتے ہیں، مگر حق یہ ہے کہ بعض جگہ

خود مصنفوں سے ہی وہ غلطیاں اور اختلاف ہوئے ہیں، سواب اس صورت میں اگر

ان کے مؤلف الہام سے لکھتے، تو یہ بات کیوں ہوتی، کی عیاذ باللہ خدا اور روح القدس

بھی غلطی کرتے ہیں، نہیں یہی لوگ غلطی کرتے تھے۔

واٹسن اور ڈاکٹر نمسن کی تحقیق کے موافق حواری اپنے خانگی کاموں اور

ارادوں میں غلطی کرتے تھے اور کلی می شس کے قول کے موافق متی اور مرقس کی تحریر

میں بعض جگہ اختلاف معنوی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال

کے جواب میں پادریوں کے تیسرے شبہ کے جواب میں پانچویں اختلاف کے اندر

گذرا، اور وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہارن نے بعض اختلافات کی نسبت صاف

اقرار کیا ہے کہ ان حالات میں تطبیق کی صورت کوئی نہیں نکلتی، اور زونیکس اور دوسرے

پروٹسٹنٹ پولوس کے نامحبات میں غلطی کے قائل ہیں۔

اور ڈاکٹر گوڈ اور برنشس اور جان کالون اور ہیگڈی برجنس علی الاعلان

لکارتے ہیں کہ:

”جناب پطرس حواریوں کے سردار نے روح القدس کے نزول کے بعد

بھی مسائل میں بلکہ ایمان میں غلطی کی ہے، اور انجیل سے جاہل تھے، اور کلیسہ

میں بدعت بڑھائی، اور آزادی عیسوی کو خوف میں ڈالا، اور توفیق عیسوی کو دور

پھینکا، اور اسی طرح برنباہ اور سب کلیسیا اور سب حواریوں نے عموماً اور پولوس

نے خصوصاً غلطیاں کی ہیں، اور دوائی ٹکڑے کے قول کے موافق سب حواریوں نے اس بات میں غلطی کی ہے، کہ غیر اسرائیلیوں کو ملت مسیحی کی طرف دعوت کی۔
کہتا ہوں میں کہ اس عیسائی مذہب کے محقق کے اس قول کے حضرت مسیح کے اقوال موید ہیں۔

متی کی انجیل کے دسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):
”۵۔ یسوع نے بارہوں کو حکم کر کے بھیجا اور کہا کہ تم عوام کی طرف نہ جانا، اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہوتا۔
۶۔ بلکہ یہ تخصیص اسرائیل کے گھر کی گم شدہ گویسندوں کی طرف جائیو۔“

اور متی کی انجیل کے ۱۵ باب میں ہے کہ:
”اسرائیل کے گھرانے کی گمراہ گویسندوں کے سوا اور کسی کے پاس بھیجا نہیں گیا۔“

اب دیکھو کہ ان قولوں میں حضرت مسیح کی رسالت کی تخصیص ہے، اور مذکورہ فاضل کی تحقیق اور جناب مسیح کے ان اقوال سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ جو پادری لوگ مسلمانوں یا ہندوؤں کو اپنے مذہب کی طرف دعوت کرتے ہیں بہت بڑی غلطی کرتے ہیں، اور انجیل اور اپنے فضلاء کی تحقیق کے موافق بھی برا کرتے ہیں۔

اور اگر مرقس کی انجیل کے سولہویں باب کے ۱۵ درس سے دھوکا کھاتے ہیں تو جان لو کہ وہ درس الحاقی ہے، اور گریسباخ نے اپنی شرح میں دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ اس باب کے ۹ درس سے آخر باب تک الحاقی ہے، اور محقق نورٹن نے بھی اس کی تحقیق کو مان لیا ہے، جیسا کہ پانچویں ہدایت کے اندر دوسری قسم کے شواہد میں سے پچاسویں شاہد کے اندر گذرا۔

اور پہلی کی تحقیق کے موافق بھوت پریت کی تاثیرات کا حال جس سے انجیل کا تقریباً آٹھواں حصہ بھرا ہوا ہے، بالکل غلط ہے، اور یہ غلطی حضرت عیسیٰ کے اقوال میں بھی موجود ہے، اور اسی طرح ان معاملات میں خودین سے بیگانے ہیں، اور ان معاملات میں جو اتفاقاً مل گئے ہیں، اور اولہ اور تشبیہات میں غلطی کا ہو جانا ممکن ہے، سو اس کی تحقیق کے موافق عہد جدید کے نصف سے زائد میں خطا کا احتمال ہے، بلکہ بعض جگہ یقیناً غلط ہے، اور حواریوں اور پہلے طبقے کے عیسائیوں کا یہ غلط عقیدہ تھا کہ یوحنا نہ مرے گا، اور اسی طرح یہ غلط عقیدہ تھا کہ قیامت ان کے ہی زمانے میں آ جائے گی۔ کہتا ہوں میں کہ ان دو غلطیوں کی ان کے مفسر بھی تصدیق کرتے ہیں۔ یوحنا کی انجیل کے اکیسویں باب کی شرح میں بارس یوں لکھتا ہے کہ: ”عیسیٰ کے لفظوں سے جو آسانی سے غلط سمجھے جاسکتے تھے یہ غلطی اٹھی کہ یوحنا نہ مرے گا، اور اس بات سے کہ یوحنا اور حواریوں کے بعد بھی زندہ رہا، یہ غلطی مضبوط ہو گئی۔“

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے:

”غالباً عیسیٰ نے اس قول سے یہودی انتقام کا لینا مراد رکھا ہوگا، لیکن حواریوں نے غلط خیال سے یہ سمجھا کہ یوحنا قیامت تک زندہ رہے گا، یا زندہ بہشت میں اٹھا لیا جاوے گا۔“

پھر اسی تفسیر میں ہے:

”یہاں سے سیکھو کہ انسان کی بے تحقیق روایت اور اس پر ایمان کی بنیاد رکھنا احمق پن ہے، یہ ایک روایت تھی، جو حواریوں کی روایت تھی، اور بات تھی جو بھائیوں میں عام تھی، اول کی پھیلی ہوئی، اور رائج تھی، پھر بھی وہ جھوٹی تھی، اب ان یہ لکھی ہوئی روایتوں پر کتنا بھروسہ کم ہے، اور یہ تفسیر روایت تھی کوئی نئی بات

حضرت عیسیٰ کی پیش نہ کی گئی تھی، پھر بھی غلط تھی۔

پھر اسی تفسیر کے حاشیہ میں ہے کہ:

”اس سبب سے کہ حواری خداوند کے آنے کو صرف انصاف کے لئے خیال کرتے تھے، لفظوں کو غلط سمجھے، جیسا کہ انجیل نویس خود بتلاتا ہے۔“

اور تفسیر ڈوالی اور چرڈ منٹ میں ہے کہ:

”خداوند کے اس اظہار مبہم سے بعض مریدوں نے سمجھا کہ یوحنا کبھی نہ مرے گا، اور ان لوگوں میں پایا جائے گا جو نزول عیسوی کے وقت زندہ رہیں گے۔“

(دیکھو نامہ اول گرنٹیوں کے ۱۵ باب کا درس ۵۱، ۵۲ اور نامہ اول تہلینکیوں کے ۴ باب کا ۷ درس حالانکہ ان لفظوں کے اصل معنی یہ تھے کہ حواری یروشالم کے غارت ہونے تک زندہ رہے گا، اور کتب مقدسہ کے بہت سے فقروں میں اس کو خداوند کے آنے سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ نہایت بڑا انصاف اور اس کے سچ اور طاقت کی گواہی ہے۔

کہتا ہوں میں کہ ان پچھلے مفسروں کے نزدیک نامہ اول گرنٹیوں کے ۱۵ باب کا ۵۱ و ۵۲ درس اور نامہ اول تہلینکیوں کے ۴ باب کا ۷ درس اسی عقیدے کے موافق ہیں۔

اور اسی طرح یعقوب کے نامہ کے ۵ باب کا ۸ درس اور پتر کے پہلے نامہ کے ۴ باب کا ۷ درس، اور مشاہدات کے ۳ باب کا ۱۱ درس اور مشاہدات کے ۲۲ باب کا ۷ و ۱۰ درس اور نامہ اول یوحنا کے ۲ باب کا ۸ درس اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حواریوں کو یقیناً یہ امید تھی کہ ہم آخری زمانہ میں ہیں، اور قیامت بہت ہی نزدیک ہے، اور ہمارے طبقے کے لوگوں کی زندگی میں جناب مسیح کا نزول ہو جائے گا، سو یہ

سب قول الہامی نہیں، بلکہ اپنی غلط فہمی سے اور غلطی اعتقاد سے ان لوگوں نے ایسا کچھ لکھا ہے، سو ان لوگوں کے غلط سمجھنے اور غلط عقیدہ رکھنے اور غلط لکھنے میں شک نہیں، اور اخبار الایام کی پہلی کتاب میں عزرا پیغمبر سے باوجود یکہ دو پیغمبر اور بھی ان کے مددگار تھے، غلطی ہوئی اور منقول عنہ کی غلطی کو تینوں پیغمبر نہ نکال سکے۔

آٹھواں امر

جو لوگ ان کتابوں کو الہامی کہتے ہیں، ان کے اقوال کو دیکھئے کہ کس کتاب کو الہامی کہتے ہیں اور اس میں بھی کس قدر کو، اتنا تو متفق علیہ ہے کہ ان کتابوں کے الفاظ اور عبارت تو الہامی نہیں، جیسا کہ ہارن اور باسو براور لیا فان کی تصریح سے معلوم ہوا، رہا مضمون سو اس کی بابت اختلاف ہے، جیروم اور گروٹیس اور ارازمس اور پروگوٹیس اور اور بہت لوگ کہتے ہیں کہ کتب مقدسہ کی سب باتیں الہامی نہیں، اور جو لوگ سب باتوں کے الہامی ہونے کا دعوے کرتے ہیں ان کی رائے مردود ہے، جیسا کہ انسانی کلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے۔

اور اس کتاب کے مؤلفین کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ:

”عہد جدید میں فقط مسائل اور احکام اور پیشگوئیاں الہامی ہیں، اور گذارشات اور حال تاریخی الہامی نہیں، اور میکالس اور مسٹر گڈن کے نزدیک نالجات تو الہامی ہیں، اور انا جیل اربعہ اور اعمال غیر الہامی اور تاریخی معاملوں میں حواریوں کی گواہی ایسی ہے جیسے اور مورخین کی۔“

اور لوقا کی انجیل اور مرقس کی انجیل اور کتاب اعمال کو الہامی کہتے ہیں۔“

میکالس کو تامل ہے جیسا ریس کی انسانی کلوپیڈیا میں ہے۔

کہتا ہوں میں کہ نالجات کا بھی یہ حال ہے کہ جناب لوتھر کے نزدیک نامہ

یعقوب کا اول تو مسلم ہی نہیں، اور پھر تسلیم کی صورت میں بھی الہامی نہیں، اور
زوینگلس اور دوسرے پروٹسٹنٹ پولوس کے نامجات کو الہامی نہیں مانتے۔
اور واٹسن کی ۴ جلد میں ہے کہ:

”لوقا کی انجیل الہامی نہیں، اور یہی قول قداماء کا ہے، تو مرقس کی انجیل
بھی الہامی نہ ہوگی، کیونکہ اس کو کوئی ترجیح نہیں، اور دونوں کے مولف تابعین
میں سے ہیں نہ حواریوں میں سے، اور یا سوبر اور لیا فان کی تحقیق کے موافق لوقا
کی انجیل الہامی نہیں۔“

کہتا ہوں میں کہ جب ان کے نزدیک لوقا کی انجیل الہامی نہیں، تو ایسے ہی
کتاب اعمال بھی الہامی نہیں، کیونکہ یہ بھی اسی کی تصنیف ہے اور انجیل سے رتبہ میں
کتر ہے اور کلی می شس کے قول کے موافق متی اور مرقس اور لوقا تینوں کی انجیلیں
الہامی نہیں، اور متی کی انجیل قداماء کے مذہب اور تحقیق کے موافق عبری میں تھی جو کم
ہو گئی، اور اب اس کا ترجمہ یونانی پایا جاتا ہے، سو اس ترجمہ کے مولف کا محقق نورٹن کی
تحقیق کے موافق یہ حال ہے کہ اس کو جھوٹی اور سچی روایت کی تنقید کا رتبہ نہیں، اور اس
نے جھوٹی حکایت کو بھی داخل کر لیا ہے۔

اور نورٹن علی الاعلان للکارتا ہے کہ:

”لوقا کی انجیل کی اعجازی باتوں میں دروغ روایتی شامل ہو گئی ہے، اور
اس کے لکھنے والے نے مبالغہ شاعری کے طور پر اس کو ملا لیا ہے، اور اس زمانہ
میں جھوٹ کا سچ سے تمیز کرنا مشکل ہے، اور پہلی کی تحقیق کے موافق عہد جدید
میں نصف سے زائد الہامی نہیں، اور علماء جرمن کی تحقیق کے موافق حضرت موسیٰ
کی پانچوں کتابیں الہامی نہیں، بلکہ انہوں نے اس وقت کی مشہور روایتوں سے
جمع کیا ہے۔“

اور یوسی بیس اور بعض اور بڑے محققین کے نزدیک کتاب پیدائش الہامی نہیں، اور جب موسیٰ کی کتابوں کے بارے میں ان علماء کے مسیحی اعتقاد کا یہ حال ہو تو عہد عتیق کی اور کتابوں کا تو کیا ذکر کہ ان میں سے تو اکثر کے مصنفوں کے نام اور زمانے کا ٹھکانہ بھی نہیں لگتا، جیسا کہ پہلی ہدایت میں گذرا، اور ان آٹھ امور مذکورہ بالا کے سوا جو ان اقوال مذکورہ سے حاصل ہوئے۔

نواں امر

جونی الحقیقت ساتویں امر کی تکمیل کرنے والا ہے یہ ہے کہ اقوال مسیحی اکثر وقت ایسے مجمل ہوتے تھے کہ سننے والوں کی سمجھ میں نہ آتے تھے۔

اور حواری بعض وقت ادب یا خوف کر کے پوچھتے بھی نہ تھے مثلاً یوحنا کی انجیل کے ۲ باب میں جناب مسیح کا قول یہودیوں کے جواب میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

”۹۔ یسوع نے جواب دے کر انہیں کہا، چالیس برس سے یہ ہیکل بن رہا ہے تو اسے تین دن میں بنائے گا۔

۲۱۔ پھر اس نے اپنے بدن کی ہیکل کی بات کہی تھی۔

۲۲۔ اس لئے جب وہ مردوں سے جی اٹھا، تو اس کے شاگردوں کو یاد آیا، اس نے انہیں یہ کہا تھا، اور وہ کتابوں پر اور اس کلمے پر جو یسوع نے کہا تھا، ایمان لائے۔“

دیکھو اس قول کو یہودیوں میں سے کسی نے نہ سمجھا کیا فاضل اور کیا عالم اور کیا

جاہل اور حواریوں نے زندہ ہونے کے بعد سمجھا کہ ہیکل سے مراد جسم عیسوی تھا۔

اور یوحنا کی انجیل کے ۶ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

”۵۱۔ میں ہوں وہ جیتی روٹی، جو آسمان سے اتری، اگر کوئی اس روٹی کو

کھائے ابد تک جیتا رہے گا، اور روٹی جو میں دوں گا، میرا گوشت ہے، جو میں
جہاں کی حیات کے لئے دوں گا۔

۵۲۔ تب یہودی آپس میں بحث کرنے لگے کہ یہ مرد اپنا گوشت کیوں
کرہ میں دے سکتا ہے کہ کھائیں۔

۵۳۔ یسوع نے انہیں کہا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں، اگر تم ابن آدم کا
گوشت نہ کھاؤ، اور اس کا لہو نہ پیو تو تم میں حیات نہیں ہے۔

۵۴۔ جو کوئی میرا گوشت کھاتا ہے، اور میرا لہو پیتا ہے، حیات ابدی پاتا
ہے، اور میں اسے پچھلے دن اٹھاؤں گا۔

۵۵۔ کہ میرا گوشت فی الحقیقت خورونی اور میرا لہو فی الواقع نوشیدنی
ہے۔

۵۶۔ وہ جو میرا گوشت کھاتا ہے اور میرا لہو پیتا ہے مجھ میں بستا ہے اور
میں اس میں۔

۶۰۔ تب اس کے شاگردوں بہتوں نے سن کے کہا کہ یہ سخت مشکل کلام
ہے، اسے کون سن سکتا ہے۔

دیکھو یہ کلام کسی یہودی کی سمجھ میں نہ آیا، اور بہت سے جناب مسیح کے
مریدوں نے اسے سخت مشکل سمجھا۔

یوحنا کی انجیل کے ۳ باب میں جناب مسیح کا قول نکدریمہ سے جو فاضل
یہودی تھا، یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

”۳۔ یسوع نے جواب میں اس سے کہا، میں تجھ سے سچ سچ کہتا ہوں،
اگر کوئی پھر پیدا نہ ہو تو وہ خدا کی بادشاہت کو دیکھ نہیں سکتا۔

۴۔ نکدریمہ اس سے بولا، آدمی جب بوڑھا ہوا، تو کیونکر پیدا ہو سکتا
ہے؟ اسے یہ قدرت ہے کہ اپنی ماں کے پیٹ میں جاوے، اور دوبارہ پیدا

ہوے۔

۵۔ یسوع نے جواب دیا کہ میں تجھ سے سچ کہتا ہوں، اگر آدمی پانی سے روح سے پیدا نہ ہووے تو وہ خدا کی بادشاہت میں داخل ہو نہیں سکتا۔
۹ نکد دیمہ جواب میں اس سے بولا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔
۱۰ یسوع نے جواب دیا کیا تو بنی اسرائیل کا مرشد ہے اور یہ باتیں نہیں سمجھتا۔

دیکھو نکد دیمہ باوجودیکہ یہودی مذہب کا عالم اور مرشد تھا تو بھی جناب مسیح کے قول کو نہ سمجھا، اور جب آپ نے دوبار اکھول کر فرمایا تو بھی نہ سمجھا، اور پوچھنے لگا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

بھلا جب یہودی فاضل قابل کا یہ حال ہو، تو اب جناب مسیح کے اکثر شاگردوں سے جو اکثر جاہل چھیرے تھے، سمجھنے کی کیا امید ہے۔
یوحنا کی انجیل کے ۸ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

”۲۱۔ یسوع نے پھر ان سے کہا، میں تو جاتا ہوں، اور تم مجھے ڈھونڈو گے اور اپنے گناہوں میں مرو گے، جہاں میں جاتا ہوں تم نہیں آ سکتے۔“
دیکھو یہاں بھی یہودی لوگ جناب مسیح کی مراد کو نہ سمجھے۔

۲۲۔ تب یہودیوں نے کہا: کیا وہ اپنے تئیں مار ڈالے گا، جو کہتا ہے جہاں میں جاتا ہوں تم نہیں آ سکتے۔

پھر اسی باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

”۵۱۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں، اگر کوئی شخص میری بات پر عمل کرے، موت کو کبھی نہ دیکھے گا۔“

۵۲۔ یہودیوں نے کہا، اب ہم نے جانا ہے کہ تیرے ساتھ دیو ہے ابراہیم اور سب نبی مر گئے، اور تو کہتا ہے، اگر کوئی شخص میری بات پر عمل کرے تو

موت کا مزا بھی نہ چکھے گا۔

دیکھو یہاں بھی مراد نہ سمجھے، اور اے نسبت دیوانہ پن کی کی۔

پھر اسی باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

”۵۶۔ تمہارا باپ ابراہیم میرے دن دیکھنے کو بہت چاہتا تھا، اور اس نے دیکھا، اور خوش ہوا۔

۵۷۔ یہودیوں نے اس سے کہا، تیری عمر تو پچاس برس کی بھی نہیں اور تو نے ابراہیم کو دیکھا۔

۵۸۔ یسوع نے ان سے کہا، کہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ ابراہیم کے ہونے سے میں آگے ہوں۔

۵۹۔ تب انہوں نے اسے مارنے کو پتھر اٹھائے اٹخ۔“

دیکھو یہاں بھی یہودی لوگ جناب مسیح کے کلام کو نہ سمجھے۔

پھر اسی انجیل کے ۱۱ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

”۱۱۔ ان سے کہا کہ ہمارا دوست العازر سو گیا ہے، میں اسے جگانے جاتا ہوں۔

۱۲۔ تب اس کے مریدوں نے کہا، اے خداوند اگر سوتا ہے چنگا ہوگا۔

۱۳۔ یسوع نے تو اس کی موت کی بابت کہی پر انہوں نے گمان کیا کہ اس نے نیند کے چین کی کہی ہے۔

۱۴۔ تب یسوع نے ان سے صاف کہا، العازر مر گیا۔“

دیکھو اس جگہ بھی حواری اور غیر حواری مسیح کی مراد کو نہ سمجھے، جب تک کہ انہوں

نے صاف کر کے نہ کہا۔

متی کی انجیل کے ۱۶ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

”۶۔ تب یسوع نے ان سے کہا خبردار فروسیوں اور صدوقیوں کے

خمیر سے پرہیز کرو۔

۷۔ انہوں نے اپنے دل میں گمان کر کے کہا، کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ہم نے روٹیاں ساتھ نہ لیں۔

۸۔ لیکن یسوع نے یہ معلوم کر کے ان سے کہا، اے کم اعتقادو، تم اپنے دل میں کیوں گمان کرتے ہو کہ یہ روٹیاں نہ لینے کے سبب سے ہے۔

۱۲۔ تب دے سمجھے کہ اس نے ان سے روٹی کے خمیر سے نہیں، بلکہ فروسیوں اور صدوقیوں کی تعلیم سے پرہیز کرنے کو کہا۔

لوقا کی انجیل کے ۹ باب میں جناب مسیح کا قول سب حواریوں کے خطاب میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

”۴۴۔ ان باتوں کو کانوں سے سن رکھو، کہ ابن آدم لوگوں کے ہاتھ پکڑا جائے گا۔

۴۵۔ پر انہوں نے اس بات کو نہ سمجھا، اور ان پر پوشیدہ ہونے سے دریافت نہ کیا، اور مارے ڈر کے اس سے اسکا سوال نہ کیا۔

دیکھو یہاں سب حواریوں نے نہ جناب مسیح کے مطلب کو سمجھا، اور نہ مارے ڈر کے سوال کیا۔

پھر اسی انجیل کے ۸ باب میں ہے:

”۳۱۔ پھر اس نے بارہوں کو ساتھ لے کر ان سے کہا، دیکھو ہم یروشلم جاتے ہیں، اور سب کچھ جو ابن آدم کے حق میں نبیوں کی معرفت لکھا گیا ہے پورا ہوگا۔

۳۲۔ کیوں وہ غیر ملکوں کے حوالے کیا جائے گا، اور وے اس سے ہنسی کریں گے، اور اس پر زبردستی کریں گے، اور اس کے منہ پر تھوکیں گے۔

۳۳۔ اور اسے کوڑے مار کر قتل کریں گے، اور تیسرے دن پھر وہ جی

اٹھے گا۔

۳۴۔ پر انہوں نے ان باتوں سے کچھ نہ سمجھا اور یہ بات ان پر چھپی

رہی، اور انہوں نے ان کی ہوئی باتوں کو نہ سمجھا۔

دیکھو اس جگہ بھی باوجودیکہ جناب مسیح اس بات کو انہیں پہلے سمجھا چکے تھے،

اور یہ دوسری مرتبہ تھا کہ بارہ کے بارہ نہ سمجھے اور کچھ بھی ان کی سمجھ میں نہ آیا، اور ظاہر

میں سبب اس کا یہ ہے کہ انہوں نے یہودیوں سے سن رکھا تھا کہ مسیح ایک بڑا بادشاہ

ہوگا، اور اب انہوں نے حضرت عیسیٰ کو مسیح موعود جانا تھا اور ظاہر میں کسی طرح کی

سلطنت دنیاوی نہ ہوئی تھی سو ان کو بھی خیال تھا، کہ ضرور ہوگی، اور ہم بھی ان کے

وعدے کے موافق بارہ تختوں پر جلوس کر کے بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں پر سلطنت

کریں گے، اور یہ باتیں اس خیالی سلطنت اور اعتقاد کے مخالف تھیں، سو اس لحاظ سے

سمجھ میں نہ آئیں، ورنہ ان میں کسی طرح کا پوشیدہ پن نہ تھا۔

سواب میں کہتا ہوں کہ چاروں اناجیل میں سے کسی میں حضرت عیسیٰ کے قول

ان کے الفاظ سے تو منقول نہیں، بلکہ سب انجیل والے روایت بالمعنی اپنی سمجھ کے

موافق کرتے ہیں، تو اب کون سی دلیل ہے کہ انہوں نے ان کے قولوں کو بہت جگہ غلط

نہ سمجھا ہو، اور وہ غلطی ان کو اپنی حیات تک معلوم نہ ہوئی ہو، جیسے سب اس غلط عقیدے

پر اٹھے کہ قیامت ہمارے طبقے کے لوگوں کی زندگی میں آ جائے گی، یا جیسے پطرس

حواری اور پولوس اور بعض اور جو یوحنا کی وفات سے پہلے مرے یا مارے گئے، اس

عقیدے پر اٹھے کہ یوحنا قیامت تک زندہ رہیگا، یا زندہ بہشت میں اٹھا لیا جائے گا۔

اور جب الفاظ عیسوی گم ہو گئے تو تمیز کی پھر کوئی صورت نہ رہی۔

اور جب یہ نو کے نو امر معلوم ہوئے تو اب کہتا ہوں کہ اس عہد جدید کے

الہامی اور واجب التسلیم ہونے کی کوئی صورت نہیں، اس لئے کہ متی اور لوقا اور مرقس کی

انجیل اور کتاب اعمال تو علماء مذکورین کی تحقیق کے موافق الہامی نہیں، (۱) اور نامہ عبرانیہ اور نامہ دوم پطرس اور نامہ یعقوب اور نامہ دوم وسوم یوحنا اور کتاب مشاہدات تو بالکل اعتبار سے ساقط ہیں، جیسا کہ پہلی ہدایت کے اندر گزار رہی یوحنا کی انجیل اور بعض نامجات سوان کا حال یہ ہے کہ یوحنا کی انجیل کی اول تو سند ہی نہیں، اور سند سے قطع نظر کر کے مذکورہ بالا علماء کی تحقیق کے موافق گذارشات اور تاریخی حال اس کا الہامی نہیں، اور متی کی انجیل کو تسلیم کرنے کی صورت میں بھی یہی ہمارا قول ہے، رہے نامجات سوان میں بھی عام کاموں میں جو تحریر ہے الہامی نہیں، اور پہلی تحقیق کے موافق ادلہ اور تشبیہات بھی ایسی ہی ہیں، اور زونیکلس اور پرنسٹنوں کے نزدیک پولوس نے چند چیزوں میں غلطی کی ہے، اور ہم تو پولوس کو نہ حواری مانتے ہیں، اور نہ صاحب الہام اور نہ ہم کو اس سے اور اس کے نامجات سے کچھ کام ہے، تو ہمیں اس کی تحریر کی طرف التفات کی بھی حاجت نہیں۔

اور جب ان کے علماء محققین کے اقرار سے ثابت ہوا کہ سب حواریوں نے عموماً اور پطرس اور پولوس نے خصوصاً غلطی کی ہے، یہاں تک کہ پطرس حواری نے ایمان کے مسئلہ میں بھی غلطی کی ہے، تو اب کوئی دلیل ہے کہ انہوں نے مسائل اور احکام کے بیان میں غلطی نہ کی ہو؟ اور اسی طرح جب یہ لوگ حضرت عیسیٰ کے قول کو روایت بالمعنی کرتے ہیں، تو اس کا کیا اطمینان ہے کہ اس کے سمجھنے میں کسی جگہ غلطی کھا کر غلط نہ نقل کیا ہو، جیسا بعض جگہ غلط سمجھنا ان کا مسلم ہے۔

اور وہ جو پہلی دعویٰ کرتا ہے کہ دلیل میں تو غلطی ممکن ہے، اور نتیجہ اس کا یقیناً صحیح ہے استہزا کے قابل ہے، اس لئے کہ غلط دلیل سے نتیجہ یقینی طور پر صحیح کب نکلتا ہے

(۱) اور کتاب اعمال کو فرقہ ولن ٹی ٹینس اور ماریونی اور سوریلینس اور بعض فرقہ مانی کیر کا بھی رد کرتا ہے۔ ۱۲۰

اسی لئے پرکس جو عیسائی مذہب کا ایک فاضل ہے اس کی کتاب پر اس جگہ حاشیہ کے طور پر یوں لکھتا ہے:

”یہ خیال نہایت نامعقول ہے، کہ حواریوں نے برے مقدمے استعمال کر کے نتیجہ نیک نکالا، اور اس مطلب میں جو خدا نے پیشتر الہام کیا تھا غلطی کی حالانکہ وہ تازہ الہام کی تعلیم میں مصروف تھے، اور اسی طرح یہ خیال بھی کہ انہوں نے کتب مقدسہ کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ کے لکھنے کے حالت میں نہ پلٹا، اور جو شخص ایسے مقدمات کو کہ جن کا یقین نہیں استعمال کرے، دیانت دار نہیں، اور حواریوں کا ان مقدمات کو دین عیسوی کے مسئلہ کے اثبات کے لئے استعمال کرنا ہر ایک عیسائی کے واسطے ان مقدمات کی صداقت کی پوری سند ہے، ورنہ یہ طریقہ دلیل کا بے فائدہ اور بدتر بلکہ استہزاء کے قابل ہے۔“

(یہاں تک برکس کا کلام تھا) اس فاضل نے پبلی پر لے دے تو بہت کچھ کی، مگر کوئی اچھی توجیہ اپنی طرف سے بھی نہ لاسکا۔

پادریوں کے دو عذر اور ان کا جواب

پادری لوگ عوام کے مغالطہ دینے کو تحریر اور تقریر میں دو عذر کبھی پیش کیا کرتے ہیں، سو اس جگہ مناسب ہے کہ ان کو بھی ذکر کر دوں، اول یہ ہے کہ مرقس کی انجیل کو پطرس نے اور لوقا کی انجیل کو پولوس نے دیکھ لیا ہے، اور یہ دونوں تو الہامی شخص تھے، سو ان کا دیکھ لینا ان کی صداقت کے لئے کافی دلیل ہے، دوم یہ کہ یوحنا حواری نے اناجیل ثلثہ کو دیکھ کر پسند کیا ہے، کہتا ہوں میں کہ مرقس کی انجیل کو پطرس حواری کا دیکھنا ثابت نہیں ہوتا۔

ارنیوس جو ۱۷۰ء میں تھا یوں لکھتا ہے کہ:

”پطرس کے مرید و مترجم مرقس نے پولس کی موت کے بعد وہ چیزیں لکھ

کر دیں جن کو پطرس نے وعظ کیا تھا۔“

اور لارڈز اپنی کتاب الاسناد میں لکھتا ہے:

”مجھے خیال ہوتا ہے کہ مرقس کی انجیل ۶۳ء یا ۶۴ء کے قبل نہیں لکھی

گئی، اس لئے کہ پطرس کی اس وقت سے پہلے روم میں رہنے کی کوئی وجہ معقول سمجھ میں نہیں آتی، اور یہ تاریخ اس پرانے لکھنے والے ارنیوس کے موافق ہے جو کہتا ہے کہ مرقس نے اپنی انجیل کو پطرس اور پولوس کی موت کے بعد لکھا ہے۔

اور باسیج ارنیوس کی موافقت کر کے کہتا ہے کہ مرقس کی انجیل ۶۶ء

میں پطرس اور پولوس کی موت کے بعد لکھی گئی، اور اس کے نزدیک ان کی شہادت ۶۵ء میں واقع ہوئی ہے۔“

(یہاں تک لارڈز کا کلام تھا)

سواب معلوم ہوا کہ پطرس حواری نے مرقس کی انجیل کو نہیں دیکھا، بلکہ یہ انجیل

تو ان کے مرنے کے بعد لکھی گئی ہے۔

پولس نے لوقا کی انجیل کو نہیں دیکھا

اور اسی طرح لوقا کی انجیل کو پولوس کا دیکھنا بھی تین وجہ سے ثابت نہیں۔

پہلی وجہ

پہلی وجہ یہ ہے کہ علماء عیسائی مذہب کا اس پر اتفاق ہے کہ جناب پولوس جب

۶۳ء میں قید سے چھوٹے، پھر ان کا حال موت تک صحیح خبر سے نہیں ملتا، نہ کتاب

اعمال سے نہ اور جگہ سے۔

اور اس بات میں گفتگو ہے کہ قید سے چھوٹ کر کہاں گئے، بعض گمان کرتے

ہیں کہ ہسپانیہ اور مغرب کی سمت کو، اور بعض خیال کرتے ہیں کہ یروشلم سے ہو کر

دوسرے کلیسوں کی طرف جو انہوں نے بنائے تھے گئے، اور کئی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً اول ہی صحیح ہو، اور ان کلیسوں کی طرف جو مشرق کی جانب تھے نہ گئے ہوں، اور جمہور عیسائیوں کا یہ مذہب ہے کہ لوقا نے اپنی انجیل کو اکیلا میں جو مشرق میں ہے لکھا ہے:

اور ظن غالب یہ ہے کہ اس نے اپنی انجیل کو لکھتے ہی تھیوفلس کے پاس جس کے واسطے تصنیف کی تھی، روانہ کر دی ہوگی، اور یہ بات کہیں سے ثابت نہیں ہوئی کہ تھیوفلس اور پولوس کی ملاقات ہوئی ہے۔
تو اب معلوم ہوتا ہے کہ پولوس نے اس انجیل کو نہ دیکھا ہوگا۔
ہارن صاحب اپنی تفسیر کی چوتھی جلد، صفحہ ۳۳۸ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):
”اس جہت سے کہ لوقا نے پولوس کی تاریخ کو اس کی رہائی کے بعد سے نہیں لکھا، اسی لئے اس کی رہائی سے جو ۶۳ء میں ہوئی، اس کی موت تک کے سفر وغیرہ کا حال سچی خبر سے نہیں معلوم ہوتا۔“

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

اور لارڈز نے اپنی کتاب الاسناد کی پانچویں جلد کے صفحہ ۵۳۰ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۷۲ء):

”کہ اب ہمیں حواری کے اس وقت (یعنی رہائی کے وقت سے) اس کی موت تک کی تاریخ لکھنی ہے، لیکن وقت مذکور کی بابت لوقا کے بیان سے کچھ مدد نہیں ملتی، اور عہد جدید کی اور کتابوں سے بھی بہت تھوڑی، اور علیٰ ہذا القیاس قداماء کے کلام سے زیادہ مدد پائی نہیں جاتی، اس امر میں گفتگو ہے کہ رہائی کے بعد پولوس کہاں گیا۔“

(یہاں تک لارڈز کا کلام تھا)

رہائی کے بعد پولس کہاں گئے؟

ان دونوں مفسروں کے کلام سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ رہائی کے بعد جناب پولس کا حال سچی خبر سے معلوم نہیں ہوتا، تو اب ہم پر متاخرین کا صرف قیاس حجت نہ ہو سکے گا، اور غالب یہی ہے کہ ہسپانیہ اور مغرب کی سمت کو گئے، جیسا کہ اب معلوم ہو جاتا ہے۔

نامہ رومیہ کے ۱۵ باب کا ۲۳ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۲ء):
 ”پراس لئے کہ اب ان ملکوں میں جگہ باقی نہ رہی، اور تمہاری ملاقات کی بھی بہت برس سے آرزو رکھتا ہوں، جب ہسپانیہ کو روانہ ہوں گا، تم پاس بھی آ جاؤں گے۔“

اس عبارت سے جناب پولس کا عزم ہسپانیہ کی سمت جانیکا معلوم ہوتا ہے، اور چونکہ کسی دلیل قطعی سے معلوم نہیں ہوتا کہ رہائی سے پہلے ہسپانیہ کو گئے ہوں، تو اب غالب یہی ہے کہ رہائی کے بعد ضرور گئے ہونگے، کیونکہ ارادے کے موقوف کر دینے کی کوئی اچھی وجہ نہیں پائی جاتی، اور جب تک کوئی اچھی وجہ نہ ہو، تو ظاہر کے خلاف کو لینا ایک بے انصافی اور جناب پولس پر الزام لگانا ہے۔

اور کتاب اعمال کے بیسویں باب کے پچیسویں درس میں جناب پولس کا قول یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۲ء):

”اور اب دیکھو کہ مجھے معلوم ہے کہ تم سب جن کے درمیان میں خدا کی بادشاہت کی خوشخبری دیتا پھر نہ دیکھو گے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کلیسوں کی طرف جو مشرق کی سمت تھے، جناب پولس کا عزم نہ تھا۔

اور کلیمنٹ اسقف روم اپنے نامہ میں یوں لکھتا ہے کہ:

”پولوس تمام دنیا کو راستی سکھلاتا کنار مغرب پر آیا، اور شہادت پا کر

پاک جگہ میں گیا۔“

(یہاں تک کلیمنٹ کا کلام تھا)

سو اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ رہائی کے بعد ہسپانیہ کو گئے ہوں، نہ مشرق کے کلیسوں کی طرف اور جب یہ بات ثابت ہو گئی، تو اب ان کا لوقا کے انجیل کو دیکھنا ثابت نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ کہ لوقا کی انجیل کے لکھے جانے سے پولوس کی وفات تک بہت ہی تھوڑا زمانہ ہے، اور جب کہ مرقس نے باسیج کے قول کے مطابق اپنی انجیل کو ۶۶ء میں لکھا ہے، اور لوقا نے بعض کے قول کے مطابق اپنی انجیل کو ۶۴ء میں لکھا ہے، متی کی انجیل کو جو بقول بعض کے ۳۰ء میں لکھی گئی ہے، اس عرصہ دراز میں باوجودیکہ تمام ملک یہودیہ اور یروشالم میں پھرتے رہے ہیں نہیں دیکھا، تو پھر پولوس نے اتنے عرصے میں کہ کل برس یا ڈیڑھ برس کا زمانہ ہوتا ہے، لوقا کی انجیل کو کس طرح دیکھا ہوگا، اس لئے کہ اس عرصہ میں نہ تو پولوس کا لوقا کے پاس آنا اور نہ لوقا کا اس کے پاس جانا، اور نہ انجیل کا اس کے پاس بھجوانا ثابت ہوا ہے۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ کہ یہ گمان فقط ان بعض قداماء کے قول سے اٹھا ہے جو سو ڈیڑھ سو برس کے بعد ہوئے ہیں سو پہلی بات یہ ہے کہ ان کی اکثر روایت سے یہ بات پوری طرح ثابت نہیں ہوئی، مثلاً ارنیوس صرف اتنا کہتا ہے کہ ”پولوس کے پیر و لوقا نے ایک

کتاب میں اس خوش خبری کو جس کا وعظ پولوس نے کیا لکھا ہے، سو اس قول سے ہرگز یہ بات معلوم نہیں ہوتی، کہ پولوس نے اس انجیل کو دیکھا ہو، بلکہ لارڈز صاحب ارنیوس کے اس قول کو اپنی کتاب الاسناد میں نقل کر کے لکھتا ہے کہ:

”رابطہ کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات (یعنی لوقا کا انجیل کو لکھنا)

مرقس کی انجیل کے لکھنے اور پولوس اور پطرس کی موت کے بعد واقع ہوئی ہو۔“

(یہاں تک لارڈز کا کلام تھا) سو اس کی تحریر کے موافق بھی ممکن نہیں کہ

پولوس نے اس انجیل کو دیکھا ہو۔

اور ٹرٹولین صرف اتنا ہی کہتا ہے کہ:

”لوقا کی تاریخ عموماً پولوس کی طرف منسوب ہے۔“

سو اس سے بھی وہ بات ثابت نہیں ہوتی، بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو کچھ لوقا

نے لکھا، پولوس سے سن کر لکھا ہے، اور ارجن کا قول ایسا ہے کہ خود عیسائی مذہب کے

علماء لاچار ہو کر اقرار کرتے ہیں کہ اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی، بلکہ وہ تو نامہ

رومیہ کے ۲ باب کے ۱۶ درس یا نامہ تمتمی کے ۲ باب کے ۸ درس یا نامہ ۲ گرنقیوں کے ۸

باب کے ۱۸ درس پر گواہی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اگر مان بھی لیں کہ بعض روایت

سے ثابت ہوتی ہے، تو اس بعض روایت کی کوئی سند نہیں پائی جاتی کہ ان کو یہ روایت

کس سے پہنچی تھی، بلکہ وہ لوگ صرف اپنے گمان کے موافق کہتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ

جب جامعین تفسیر ہنری اور اسکاٹ کے اقرار کے موافق یہ روایت کہ یوحنا قیامت تک

نہ مرے گا، حواریوں کی روایت اور بات تھی جو عام تھی اول کی پھیلی ہوئی، اور رائج تھی

کہ کوئی نئی بات حضرت عیسیٰ کی نہ تھی، پھر بھی جھوٹی اور غلط تھی، تو پھر عیسائی مذہب کے

ان بعض قدماء (جو سو اور ڈیڑھ سو برس کے بعد ہوئے) کی روایت کو بے سند کیسے قبول

کر لیں، حالانکہ قدماء عیسائی مذہب کو ہرگز روایات کی تنقید نہ تھی، محض جھوٹی گپوں کو

اعتقاد کر بیٹھے تھے، جیسا کہ ہارن کہتا ہے

”پرانے سے پرانے قداماء نے اپنے وقت کی گپوں کو سچ سمجھ کر لکھ دیا، اور ان لوگوں نے جوان کے بعد ہوئے ادب کر کے ان کے لکھے کو قبول کر لیا، اور یہ جھوٹی سچی روایتیں ایک لکھنے والے سے دوسرے لکھنے والے تک پہنچیں، اور مدت دراز کے بعد ان کی تنقید دشوار ہوئی۔“

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

یوحنا حواری نے تینوں انجیلوں کو نہیں دیکھا

اسی طرح انا جیل ثلثہ کو یوحنا حواری کا دیکھنا کئی وجہ سے جھوٹ ہے، یا مفید نہیں۔

پہلی وجہ

پہلی وجہ یہ ہے کہ متی اور مرقس کی تحریر میں بعض بعض جگہ یقیناً ایسا اختلاف معنوی ہے کہ ہارن سامع متعصب صاف اقرار کرتا ہے کہ ان حالات میں تطبیق کی کوئی صورت نہیں نکلتی، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں گذرا، اور کلی می شس بھی اس امر کا اقرار کرتا ہے، جیسا کہ اسی ہدایت کے اندر اٹھارہویں سند میں گذرا، بلکہ تینوں انجیلوں کی تحریر میں اختلاف معنوی اور غلطیاں ہیں، جیسا کہ تفصیل سے پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں گذرا۔

اور خود ان کے علماء بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں، جیسا کہ ریس کی انسانی کلوپیڈیا سے گیارہویں سند میں گذرا۔

تو اب دو حال سے خالی نہیں، کہ یہ غلطیاں اور اختلاف یوحنا حواری کے دیکھنے اور سند کرنے کے وقت موجود تھے، یا نہ تھے اگر موجود تھے تو یوحنا کو معلوم ہوئے

تھے یا نہیں، اگر معلوم ہوئے تھے تو پھر پوچھا جائے گا کہ یوحنا نے ان غلطیوں اور اختلاف سمیت ان کی سند کردی تھی، یا اصلاح دے کر ان کو نکال دیا تھا، لیکن چونکہ تحریف کا حضرات مسیحیوں میں اول ہی سے چرچا تھا، اور دوسری صدی سے اس قسم کی حرکات مستحبات دینی سے سمجھی گئی تھیں، اور متی کی انجیل کا اصل عبری نسخہ ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق اسی تحریف کے صدقے سے گم ہوا، اور کلیمنس دوسری صدی میں ان لوگوں کے نام لکھتا ہے جو انجیلوں کو محرف کرتے تھے۔

اور ارجن تیسری صدی میں بڑے زور سے فریاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ:
 ”کاتبوں کی غلطی، اور اس بددیانتی اور بیباکی کا جس سے انہوں نے متن کو صحیح کیا ہے، کیا حال بیان کریں، اور اسی طرح ان کی اس بے قیدی کا جس سے زیادہ یا کم کیا ہے، کیا حال کہیں“

اور یہ حرکت ایسی تھی کہ موافق کا کیا ذکر مخالف بھی اس سے ایسے واقف تھے کہ اپنی تحریر اور تقریر میں سلف سے خلف تک چلاتے اور شکایت کرتے ہیں، دیکھو سلسلوس فاضل بت پرست کو جو دوسری صدی میں ہوا لکارتا ہے کہ:

”عیسائیوں نے اپنی انجیلوں کے متن کو چار بار بلکہ اس سے بھی زائد بار بدلا ہے کہ گویا ان کا مضمون بھی بدل گیا۔“

اور فاشش جو چوتھی صدی میں فرقے مانی کینز کا ایک مشہور فاضل گذرا ہے، وہائی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ:

”ان چیزوں سے انکار کروں، جو فریب سے تمہارے باپ دادوں نے الحاق کر دی ہیں۔“

سو تحریف کرنے والوں نے اس کی اصلاح سے پہلو تہی کر کے پھر سب ان غلطیوں اور اختلافات کو ایسا داخل کر لیا، جیسا سولہویں صدی کے تحریف کرنے

والوں نے جناب لو تھر کے ترجمہ میں باب پانچویں نامہ اول یوحنا میں اس جھوٹے اور جعلی فقرہ مشہور کو جس کا ذکر پانچویں ہدایت کے اندر دوسری قسم کے شواہد میں گذرا، پھر داخل کر لیا ہے۔

پہلی شق تو بالکل باطل ہے، کیونکہ ممکن نہیں کہ یوحنا حواری سا شخص جان بوجھ کر ایسی بددیانتی برتے، اور دوسری شق میں، اور اسی طرح اس صورت میں کہ اس کو معلوم ہی نہیں ہوئی تھی، اور اسی طرح اس صورت میں کہ سند کرنے کے وقت غلطیاں اور اختلاف موجود ہی نہ تھے اس تصدیق اور سند کا کچھ فائدہ نہ رہا، بلکہ دیکھنا نہ دیکھنا برابر ہوا۔

سواب حق یہ ہے کہ یوحنا حواری نے ان کو نہیں دیکھا، اور ایک دو قدماء کی روایت سے جن کا حال ایسا تھا جیسا اوپر گذرا، اس امر باطل کا اعتقاد نہیں ہو سکتا، خصوصاً یوسی بیس جیسے شخص کی روایت کے موافق کہ عیسائیوں کے نزدیک ایک بدعتی ہے جو ایرس کے معتقدوں میں سے تھا، اور اس نے اتھانیشیش کا عقیدہ اپنی طرف سے گھڑ دیا تھا، اور آ بگروس کے نامہ کو جسے اب عیسائی مذہب کے علماء (کیٹھولک ہوں یا پروٹسٹنٹ جعلی سمجھتے ہیں) سچا جانتا تھا۔

علاوہ اس کے اگر مرقس کی انجیل کو پطرس حواری یا یوحنا حواری نے دیکھ بھی لیا ہو، تو ایک اور طریق سے کچھ مفید نہیں، اس لئے کہ متی کی انجیل کی طرح اس کا اصل نسخہ بھی گم ہے، اور فقط یونانی ترجمہ اس کا موجود ہے، چنانچہ کارڈنل میں بروئس اور طر ملاٹن کہتے کہ یہ انجیل اصل میں لائن زبان میں تھی، اس کے بعد یونانی میں ترجمہ ہوئی، اور کچھ تھوڑی سی اس اصل میں سے وٹسن شہر کے کتب خانہ میں موجود بھی ہے کہ وہاں کے لوگ اس کے اصل ہونے کے مدعی ہیں، اور ایک پرانا نسخہ سریانی زبان کا تھا، اس پر

بھی لکھا تھا کہ مرقس نے اپنی انجیل رومی (یعنی لائن) زبان میں لکھی تھی۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ کہ اگر بالفرض دیکھا بھی ہو، تو بھی ان وجوہ کا لحاظ کر کے جن کا ذکر چھٹی ہدایت کے اندر گذرا، یوحنا حواری کے دیکھنے سے ان کا مستند اور کامل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ ہے کہ ان کے علماء کبار کے اقرار کے موافق حواری لوگ خود اپنی تحریر میں غلطیاں کرتے ہیں، اور جناب پطرس حواریوں کے سردار نے روح القدس کے نزول کے بعد بھی مسائل میں بلکہ ایمان میں غلطی کی ہے، اور کلیسہ میں بدعت بڑھائی ہے، اور آزادی عیسوی کو خوف میں ڈالا ہے، اور توفیق عیسوی کو دور پھینکا ہے، اور اسی طرح برنباہ اور سب کلیسا اور سب حواریوں نے عموماً اور پولوس نے خصوصاً غلطیاں کی ہیں، اور وائی ٹیکر کے قول کے موافق سب حواریوں نے اس بات میں بھی غلطی کی ہے، کہ غیر اسرائیلیوں کو ملت مسیحی کی طرف مدعو کیا، سواب اگر نظر کرنے کے وقت دوسرے کی تحریر میں ان سے غلطی ہو، تو کیا عجب ہے اور کتاب اعمال کو تو یوحنا کا دیکھنا کسی ضعیف روایت سے بھی ہماری نظر سے نہیں گذرا، اور یہ پہلی دونوں وجہیں مرقس اور لوقا کی انجیل کو پطرس اور پولوس کے دیکھنے کی بابت بھی کہہ سکتے ہیں۔

دوسری قسم

دوسری قسم اس بات کے بیان میں کہ اس کتاب کے صد ہا علماء نے اکثر مقامات میں دیدہ و دانستہ ان کتابوں کے مخالف کہا ہے، اور ظاہر ہے کہ اگر ان میں

تحریف نہ ہوتی، یا ان کی سب باتیں الہامی ہوتیں، تو یہ لوگ پھر کیوں ایسا کرتے ہیں، اور چونکہ ان مقامات کا اس کتاب میں کئی جگہ ذکر کیا گیا ہے، اس لئے ان کے تکرار کو چنداں مفید نہ سمجھ کر اجمالاً حوالہ دیتا ہوں، تیسری ہدایت کے اندر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ تا ۱۲، ۱۶ تا ۲۲، ۲۶، ۲۹، ۳۰، ۳۳، ۳۵، ۳۶، ۴۰ تا ۴۶، ۴۸ تا ۵۲ اختلافوں کو دیکھو، اور پانچویں ہدایت کے اندر پہلی قسم کے شواہد میں ۱۸ تا ۲۰، ۲۲ تا ۲۴، ۴۴ تا ۵۲ شہاد کو اور دوسری قسم کے شواہد میں ۳۳ تا ۳۵، ۳۷ تا ۳۹، ۴۶ تا ۴۹، ۵۵ تا ۵۷، ۵۸ تا ۸۸ شہاد کو اور تیسری قسم کے شواہد میں ۱۰، ۱۲ شہاد اور ساتویں ہدایت میں ۲، ۳، ۸، ۱۳ قول کو، اور آٹھویں ہدایت کے اندر ۱۳۱ اختلاف کو دیکھو۔

گیارہویں ہدایت

(انبیاء کا معصوم نہ ہونا)

گیارہویں ہدایت اس بات کے بیان میں کہ چونکہ ان کی کتب مقدسہ کے موافق پیغمبروں کا کسی گناہ سے معصوم ہونا ثابت نہیں، یہاں تک کہ نبوت کے بعد زنا اور بت پرستی اور احکام تبلیغی میں جھوٹ بولنا بھی ان سے ثابت ہے، اور انہیں کتابوں کے موافق معجزے اور کرامت کا صدور نبوت کی دلیل، بلکہ ایمان کی بھی دلیل نہیں، تو اس سبب سے ان کتابوں کے الہامی ہونے میں ایک اور شبہ ہے، اس لئے کہ جو شخص نبوت کے بعد بھی بت پرستی سے نہ چو کے، تو اس کو خدا پر بہتان باندھنے سے کیا مانع ہے؟

اور جب بعض احکام تبلیغی میں جھوٹ بولنا یقینی ہو تو اور مقامات میں شک کیوں نہ ہو، بلکہ حق یہ ہے کہ دعویٰ نبوت اور دعویٰ عصمت گویا درحقیقت متحد ہیں۔ اور اگر عصمت کو مطلق نبوت کے لوازم سے نہ مانو تو نہ کسی پیغمبر کی نبوت ثابت ہوتی ہے، اور نہ اس کے کلام کا وحی اور الہامی ہونا، اس لئے کہ جب پیغمبر کے پیغام کی نسبت یہ گمان ہوا، کہ شاید جھوٹا پیغام ہو، تو اب وہ پیغام قطعی نہ رہا، اور اسی طرح اس پیغمبر کے جھوٹے پیغمبر ہونے کا گمان درست ہوا، اور آدم سے عیسیٰ تک یہ گمان ہو جائے گا کہ شاید یہ سب جھوٹے پیغمبر ہوں۔

اگر کہو کہ اگرچہ اور پیغمبر تو معصوم نہ تھے، مگر حضرت عیسیٰ معصوم تھے، اور انہوں نے گواہی دی کہ سلیمان اور داؤد اور ان کے علاوہ انبیاء باوجودیکہ انہوں نے نبوت کے بعد بت پرستی بھی کی یا بت خانے بنوائے یا تبلیغی احکام میں جھوٹ بولے، یا زنا کیا، یا اور سنگین گناہ کئے، تو بھی پیغمبر تھے، تو کہوں گا کہ اب حضرت عیسیٰ کی عصمت کہاں سے ثابت ہوئی، آیا کسی اور غیر معصوم کے قول سے یا خود ان کے ہی قول سے، اور دونوں صورتوں میں پھر وہی احتمال ہے کہ شاید یہ قول جھوٹا ہو۔

اور جب ان کی عصمت مشکوک ہوئی، تو اب ان کی گواہی سے دوسرے غیر معصوم کی نبوت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ خود ان کی نبوت بھی ثابت نہ ہوگی۔

اگر کہو کہ حضرت عیسیٰ صرف نبی نہ تھے، بلکہ خدا بھی تھے، تو اب ان کے قول سے ان کی نبوت اور ان کی گواہی سے غیر معصوموں کی نبوت ثابت ہو جائے گی، تو کہوں گا کہ ان کی الوہیت اب کس طرح سے ثابت ہوتی ہے؟ آیا انہیں کی نبوت یا دوسرے کی نبوت سے، یا محض عقل کے رو سے، شق اول تو باطل ہے، اس لئے کہ پہلی تقریر کے موافق نبوت مشکوک ہے، اور جب نبوت مشکوک ٹھہری تو الوہیت بھی مشکوک ہوئی، اور دوسری شق میں دَور لازم آتا ہے کیونکہ دوسری نبوت کی صحت ان کی الوہیت پر موقوف تھی، اور ان کی الوہیت اس دوسری نبوت کی صحت پر موقوف ہوئی، پس دوسری نبوت کی صحت خود اپنے نفس پر موقوف ہوئی سو یہ بھی بدابہت باطل ہے۔

اور تیسری شق تو عقلاً محال ہے اور خود عیسائی لوگ بھی معترف ہیں، کہ عقل سے ثابت نہیں ہو سکتی، اور اس جگہ صاحب استبشار ایک بات اچھی کہتا ہے کہ لوگو انصاف کی جگہ ہے کہ پادریوں کے عقیدہ الوہیت کا وہ حال کہ تثلیث سے مل کر تو حید غارت کی گئی، اور عقیدہ رسالت کا یہ حال کہ مطلق عصمت کی نفی کر کے اچھی طرح سے

خاک میں ملایا گیا، پھر بھی ان کو ملت اسلامیہ کے مقابلے میں یہ دعویٰ ہے کہ ہم بھی دیندار ہیں، معلوم نہیں کہ بے دینی ان کے نزدیک کس چیز کا نام ہے، خیر کچھ ہو، اس کو چھوڑ کر اب میں برسرِ مطلب آتا ہوں، اور اس ہدایت کی دو قسم کرتا ہوں۔

پہلی قسم

(پیغمبروں کا معصوم نہ ہونا)

پہلی قسم اس بات کے بیان میں کہ ان کی کتابوں کے موافق پیغمبر معصوم نہیں، اور اس قسم میں جو کچھ لکھتا ہوں مجبوری میں الزامی طور پر لکھتا ہوں، ورنہ اکثر ایسی واہی روایتوں سے جو اس میں مذکور ہوں گی دل سے پزار ہوں، اور بعض کو تو محض کفر صریح سمجھتا ہوں، ناظرین اس بات میں مجھے

نقل کفر کفر نباشد

(کفر کو نقل کرنا کفر نہیں ہے)

کے تحت معاف رکھیں، اور بعض باتیں ہمارے نزدیک اگرچہ خطا نہیں، مگر یہ لوگ چونکہ خطا سمجھتے ہیں تو الزامی طور پر اس کو بھی نقل کیا گیا۔

اور چونکہ پادری ولیم اسمٹ نے توریت اور اپنی تفاسیر سے منتخب کر کے آدم سے یعقوب تک کا حال ایک اردو رسالہ میں لکھا ہے، اور ”طریق الاولیاء“ اس کا نام رکھ کر ۱۸۴۸ء میں مرزا پور کے اندر چھپوایا ہے، تو یعقوب تک کا حال اسی رسالے سے اسی کی عبارت سے نقل کروں گا۔ وباللہ التوفیق

آدم کی تین خطائیں

(۱) حضرت آدم کے حال میں یوں ہے (صفحہ ۲۰ و ۲۱):

”آدم اور حوا نے شیطان کے درغلانے سے اس درخت کا پھل کھایا

جس کا خوب ہی پھل پایا، اگرچہ صریح یہ حکم تھا کہ اس کا پھل نہ کھانا، اور اس کا حکم
بجالاتا سبج (آسان) تھا، کیونکہ باغ کے اور سب درختوں کا پھل ان کے لئے
روا تھا (۱) پس جب انہوں نے ایسا صحیح حکم نہ مانا، اور تو کیا مانیں گے، جو ایک خطا
کی تو ہزاروں خطا کریں گے، کیا دہشت رہی، اسی لئے سزایا نے اور نکالے
جانے کے لائق ہوئے۔

کہتا ہوں میں کہ یہ آدم کی ایک خطا ہے۔

(۲) پھر صفحہ ۲۲ میں ہے:

”بری خواہشیں اور حرص اس کے دل میں پیدا ہونے لگے، اور باطن کی
سلامتی و خوشی چپیت (غائب) ہو گئی، جھگڑے اور فساد نے اس کی طبیعت میں
جڑ پکڑی، اور برائی اس کے مزاج میں جم گئی، پھر اس نے خود بخود اپنے تئیں ملزم
جان کر اور خدا کے خوف کا عذاب مان کر اس کے حضور پر نور سے بھاگنے کا ارادہ
کیا کہ آپ (اپنے) کو درخت تلے چھپا دے، واہ ایک دم میں اس کی سمجھ کا
چراغ کیسا گل ہو گیا، اور اس کی عقل پر اندھیرا چھا گیا، کہ خدا جو ہر جگہ حاضر و
ناظر ہے، جانا کہ اس سے چھپ سکے گا۔“

پھر صفحہ ۲۳ میں لکھتا ہے:

”پھر جب آدم اس کے سامنے حاضر ہوا، تو کیا اس نے فروتنی سے اپنے

گناہ کا اقرار کیا؟“

توبہ، کہتا ہوں کہ یہ دوسری خطا ہے۔

(۳) اسی ۲۳ صفحہ میں ہے:

”افسوس ہزار افسوس! اس کی توبہ کا نشان کہیں نہیں ملتا، اور اس نے گناہ

معاف ہونے کے لئے ایک بار بھی دعا نہ مانگی، بلکہ ڈھٹائی سے چاہا کہ حوا پر بلکہ

مثل مشہور کے موافق ”الناچور کو تو ال کو ڈائے“ خدا پر بھی الزام رکھے، اور اپنے آپ کو بے قصور عصمت معصوم ٹھہرائے۔

میں کہتا ہوں یہ تیسری خطا ہے، اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ مسیحیوں کے نزدیک آدم کی توبہ ثابت نہیں، تو اب پادری فنڈر صاحب کا دعویٰ توبہ کی بابت محض جھوٹ ہے، اور اس کا بیان پہلی جلد کے اندر بھی دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب کے اندر دوسری اور تیسری قسم کی مثالوں میں سے سٹائیسویں مثال کے بیان میں گذرا۔

نوح کی خطا

(۴) حضرت نوح کے حال میں یوں لکھا ہوا ہے (صفحہ ۷۰):

”نوح کی خطا کہ طوفان کے بعد اس سے ہوئی، ہمیں اس کو چھپانا لازم نہیں، یعنی وہ شراب پی کے متوالا ہوا، چنانچہ پیدائش کے ۹ باب ۲۰ و ۲۱ آیت میں ہے۔“

میں کہتا ہوں کہ ۲۱ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء و ۱۸۴۹ء):

”اور شراب پی اور اسے نشہ ہوا، اور اپنے خیمہ کے اندر کپڑے اتار پھینکے۔“

سو دیکھو ایسے متوالے بنے تھے کہ کپڑے بھی اتار پھینکے تھے۔

ابراہیم کی چار خطائیں

(۵) ابراہیم کے حال میں یوں لکھا ہوا ہے (صفحہ ۷۴):

”جب تک وہ ستر برس کا نہ ہوا اس کی بات کچھ معلوم نہ ہوئی، اس نے بت پرستوں میں پرورش پائی، اور ان میں اپنی بہت عمر گزاری، معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ماں باپ سچے خدا کو نہ جانتے تھے، اور شاید خود ابراہیم بھی اس وقت

تک بت پرست رہا، جب تک خدا کی مرضی نہ ہوئی کہ اس پر ظاہر ہو، پھر اپنے آپ کو اس پر ظاہر کر کے اس کو دنیا کے اور لوگوں سے الگ کر لیا، اور اپنا خاص بندہ بنایا۔“

میں کہتا ہوں کہ مسیحیوں کے نزدیک کسی دلیل سے ثابت نہیں کہ ابراہیم نے ستر برس کی عمر سے پہلے بت پرستی نہ کی ہو، بلکہ احتمال ہے کہ اس وقت تک بت پرستی کرتے ہوں، اور ان کے نزدیک غالب یہی ہے، کیونکہ جب ان کے نزدیک انبیاء کی عصمت نبوت کے بعد بھی نہیں تو نبوت سے پہلے کا تو کیا ذکر، اور ابراہیم کی سب قوم اور ان کے سب گھرانے کا وہ حال تھا جو مذکور ہوا، سو اس احتمال غالب کے موافق اس بڑے پیغمبر کا ستر برس کی عمر تک بت پرستی کرنا ثابت ہوتا ہے، اگرچہ عیسائیوں کے نزدیک اس سے نبوت کو کچھ ضرر نہ ہو، سو اس احتمال غالب کے موافق یہ بھی ابراہیم کی ایک خطا ہے۔

(۶) پھر صفحہ ۸۲ میں ہے:

”جب ابراہیم مصر کو چلا اس سے ایک ایسی بات ہو گئی کہ اگر اس کا چھپا رکھنا لازم ہوتا تو ہم چھپاتے، پر کیا کریں کہ وہ اگرچہ خلیل اللہ اور ایک بڑا نبی تھا پھر بھی بشر اور خطا کا تھا، اس کا گناہ یہ کہ اس نے یہ سمجھ کر کہ مصر والے میری جو رو (بیوی) کو خوبصورت دیکھ کر مجھے مار ڈالیں گے اس کا انکار کیا، اور کہا کہ یہ میری بہن ہے، خدا کا وعدہ جو اس کے حق میں بچانے کا تھا، وہ کیا بھول گیا۔“

میں کہتا ہوں کہ ابراہیم کا یہ جھوٹ بولنا اور بیوی کو بہن کہنا دوسری خطا ہے، جس کو پادری صاحب دیانت کے تقاضے سے چھپانا لازم نہیں جانتے۔

(۷) پھر صفحہ ۹۲، ۹۳ میں ہے:

”ابراہیم ہاجرہ کے نکاح میں لانے سے بے گناہ نہیں ٹھہر سکتا، کیونکہ مسیح

کی بات جو انجیل میں لکھی ہے، ابراہیم کو خوب معلوم تھی کہ جس نے انسان کو پیدا کیا، ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت کو اس نے بنایا، اور فرمایا کہ اس کے سبب آدمی ماں باپ کو چھوڑ کر اپنی جوڑو (بیوی) سے ملا رہے گا، اور وہ دونوں ایک تن ہوں گے۔“

میں کہتا ہوں کہ جب اس نکاح سے گناہ گار ہوئے تو یہ نکاح جائز نہ تھا، تو ہاجرہ سے جب ابراہیم ہمبستر ہوئے تو وہ زنا ہوا، تو یہ زنا بارہا اس بڑے پیغمبر سے ظہور میں آیا، بلکہ اب ایک اور بڑی مشکل ہوتی ہے کہ جب ان کو یہ بات مسیح کی انجیل والی معلوم تھی تو ان کو یہ بات موسیٰ کی توریت والی بھی معلوم ہوگی کہ علاقائی بہن سے نکاح کرنا، جس کو عیسائی مفسر زنا کے برابر لکھتے ہیں حرام ہے، اور دونوں کا مارڈالنا واجب ہے، اور مرد ملعون ہو جاتا ہے، جیسا کہ چودہویں سوال کے جواب کے اندر چوتھے مقام میں پہلی قسم کی مثالوں میں سے دوسری مثال کے بیان میں گذرا، اور سارہ تو علاقائی بہن تھی، سو یہ نکاح بھی حرام تھا۔

تو اب نعوذ باللہ ابراہیم کی ساری عمر کیا نبوت سے پہلے اور کیا نبوت کے بعد زنا میں گذری، اور دونوں سے جو اولاد پیدا ہوئی، وہ بھی نعوذ باللہ حرامی ہوئی، خدا کی پناہ، پادری لوگ اپنی اس مروج انجیل کی تائید کے لئے کیا کیا بیہودہ احتمال نکالتے ہیں، خیر کچھ ہو، ابراہیم کی یہ تیسری خطا ہے۔

(۸) صفحہ ۹۹ میں ہے:

”یہاں (۱) بھی اس نے کم اعتقادی ظاہر کی جیسے مصر میں کی تھی کہ پھر

اپنی جوڑو (بیوی) کا انکار کر کے کہا کہ یہ میری بہن ہے۔“

پھر لکھتا ہے:

”ابراہیمؑ نے جب مصر میں پہلے اپنی جورو (بیوی) کا انکار کیا تب اپنے

جی میں یہ ٹھانا ہوگا کہ پھر ایسا گناہ مجھ سے نہ ہوگا، پر دیکھو غفلت میں آ کر پھر

شیطان کے اسی جال میں پھنس گیا۔“

میں کہتا ہوں کہ یہ دوسری بار کا جھوٹ بولنا جو غالباً توبہ کے بعد ہے، چوتھی خطا

ہے، غرض کہ پادری صاحب کی تحریر کے موافق اس ابوالانبیاء سے نبوت کے قبل

ستر برس کی عمر تک بت پرستی کرنا ممکنہ طور پر اور بارہا زنا کرنا اور دوبار جھوٹ بولنا یقینی

طور پر ثابت ہے۔

لوٹ کی چار خطائیں

(۹) لوٹ کے حال میں یوں لکھا ہوا ہے (صفحہ ۱۱۶):

”افسوس ہزار افسوس! نہایت کم ہیں وہ لوگ جو دولت اور حشمت کو پہنچ کر

اس کا نشہ سنبھال سکتے ہیں، معلوم ہوتا کہ یہ لوٹ کے لئے بھی ایک پھندا ٹھہرا، اس

کے اور ابراہیمؑ کے جانوروں کے بڑھ جانے سے ان دونوں کے نوکروں میں

جھگڑا ہوا، چنانچہ اس کا ذکر ابراہیمؑ کے احوال میں گذرا، پس لوٹ اپنے بزرگ چچا

سے الگ ہوا، اور اس کے دینداروں کی سی دوستی و صلاح کے فائدے سے محروم

رہا، اس نے یہ سب اس لئے کیا کہ بہت مال جمع کرے۔“

میں کہتا ہوں کہ لوٹ کی یہ پہلی خطا ہے، کہ دولت اور حشمت کا نشہ نہ سنبھال

سکے، اور دنیا کی طمع سے اپنے بزرگ چچا اور پیغمبر سے الگ ہو گئے۔

(۱۰) صفحہ ۷۱ میں ہے:

”لوٹ پر یہ بڑا الزام ٹھہرا، کہ اس نے آسمانی چیزوں سے زیادہ دنیا کی

چیزوں کی فکر کی، جب وہ پھر جا کر سدوم کے بت پرستوں اور گنہگاروں میں رہا تو

اس نے اپنے وطن کے بت پرستوں کو کیوں چھوڑا؟ اور جب وہ بغیر ضرورت و

احتیاج کے خدا کے دشمن اور کافروں میں جا رہا تو اس کے دل میں خدا کی دہشت
کہاں پائی گئی؟

میں کہتا ہوں کہ یہ لوط کی دوسری خطا ہے کہ دنیا کی طرح سے بت پرستوں میں
سکونت اختیار کی۔

(۱۱) جب کئی بادشاہ سدوم اور غمورا پر چڑھ آئے، اور لوط اور ان کے کنبہ کو
پکڑ کر لے گئے، اور ابراہیم ان سے جا کر لڑے۔۔۔ لوط اور ان کے کنبہ کو چھوڑا لائے۔
اس حال میں صفحہ ۱۲۰ کے اندریوں لکھا ہوا ہے:

”جب لوط پھر آیا تو افسوس کہ پھر وہیں سدوم میں جا بسا، وہ خدا کی طرف
سے تنبیہ پا کر اور بڑی تکلیف اٹھا کر دوبارہ اسی خراب جگہ میں گیا، پر کیا اس کا
پچھلا حال پہلے سے کچھ ابتر ہوا، سو ہرگز نہیں، کیونکہ جہاں بدی ہوتی ہے وہاں
اس کی سزا آگے پیچھے ضرور ہورہی ہے۔“

میں کہتا ہوں کہ یہ تیسری خطا ہے، جو تنبیہ پانے کے بعد پھر دوبارہ سدوم کو گئے۔
(۱۲) صفحہ ۱۲۸ میں ہے:

”اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ وہ پہاڑ کے ایک غار میں رہا۔“

اب یہاں اس کے حال پر پردہ ڈالنا چاہئے سو لکھتا ہے کہ:

”وہ دو راتیں متوالا ہو کر اپنی دونوں بیٹیوں کے بستر پر سویا، خدا کی
کتاب میں اس کے سوا اور کچھ نہیں لکھا، آدم اور آدم زاد کیا ہے جب خدا اُسے
چھوڑ دیتا ہے تو ہر بدی جو اس کی طبیعت میں بھری ہے، دل سے ابل آتی ہے۔“
پھر لکھتا ہے:

”اس کے حال پر رونا آتا ہے ہم افسوس کر کے اور خوف کھا کر، اور اپنے
حال پر ڈر کر اس کی بابت تعجب کرتے ہیں کہ ہیں یہ وہی ہے جو سدوم کی تمام
خراہیوں سے بچا، خدا کی راہ پر مضبوط رہا اور اس شہر کی سب طرح کی مستی اور

گندگی سے دور رہا، غار کے جنگل میں جاتے ہی کیا ایسی بدی غالب آگئی، پس کون ہے جو شہر یا میدان، جنگل یا غار میں گناہ سے نڈر رہ سکتا ہے؟“۔

میں کہتا ہوں کہ یہ چوتھی خطا ہے جو سب خطاؤں سے بڑھ کر ہے، جس پر پادری صاحب بھی افسوس کرتے ہیں، اور خوف کھا کے تعجب کی رو سے کچھ کچھ کہتے ہیں۔

اور اس قول کا معنی ”خدا کی کتاب میں اس کے سوا اور کچھ نہیں لکھا“ اچھی طرح ہماری سمجھ میں نہیں آیا، اس لئے کہ پادری صاحب کی اس خدا کی کتاب میں یہ حال تو مفصل لکھا ہے کہ بیٹیوں نے کس طرح شراب پلائی، اور لوٹ کس طرح ہم بستر ہوئے، اور دونوں صاحبزادیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں، اور دو صاحبزادے جنے، جن کی اولاد کو خدا نے بہت کچھ بڑھایا، اور پھیلایا، ایک کی اولاد میں کل موابی ہیں، اور بنی عمان کل دوسرے کی اولاد ہیں، اور پادری صاحب کی خدا کی کتاب کے موافق ان دونوں صاحبزادوں پر اور طرح کے بھی اللہ نے انعام کئے، مثلاً یہ کہ یہ دونوں صاحبزادے حضرت عیسیٰ کے (جو پادری صاحب کے گمان میں خود خدا ہی تھے) نسب میں داخل ہوئے اس لئے کہ عبید اور رجعام متی کی تصریح کے موافق حضرت عیسیٰ کے نسب نامہ میں داخل ہیں، اور عبید کی ماں راعوث تھی، جو پہلے صاحبزادے کی اولاد میں ہے اور رجعام کی ماں دوسرے صاحبزادے کی اولاد ہے، جیسا کہ اس کا بیان پہلی جلد کے اندر چھٹے سوال کے جواب میں گذرا۔

سو دیکھو یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ خدا کے سلسلہ نسب میں داخل ہوں، اور مثلاً یہ کہ خدا نے بنی اسرائیل کو جو اس کے پہلوئے بیٹے یعقوب کی اولاد ہیں، یعنی اپنے پوتوں کو فرمایا تھا کہ جب تو بنی عمان کے آمنے سامنے آ پہنچے، تو انہیں دکھ نہ دے، نہ ان کا

مقابلہ کر، کیونکہ میں بنی عمان کی سرزمین میں تجھے میراث نہیں دوں گا، کیونکہ اسے میں نے بنی لوط کی میراث میں دیا ہے، جیسا کہ کتاب استثناء کے ۲ باب کے ۱۹ درس میں ہے، سودیکھو یہ بھی کتنا بڑا احسان ہے کہ ان کی خاطر پوتوں کو میراث سے محروم کیا، اور چونکہ پادری صاحب نے مجملاً کہا ہے سو اس لئے مناسب یوں معلوم ہوا کہ پادری صاحب کی خدا کی کتاب سے نقل کر دوں۔

کتاب پیدائش کے ۱۹ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”۳۱۔ بڑی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے، اور زمین پر کوئی

مرد نہیں رہا، جو ہمارے پاس آئے جیسے تمام دنیا میں رسم ہے۔

۳۲۔ پس آؤ، ہم اپنے باپ کو شراب پلاویں، اور ہم اس سے ہم بستر

ہوویں، تاکہ ہم اپنے باپ سے کوئی نسل لے سکیں۔

۳۳۔ تب انہوں نے اس رات اپنے باپ کو شراب پلائی، اور بڑی گئی،

اور اپنے باپ سے ہم بستر ہوئی، اس نے اس کے لیٹتے وقت اور اٹھتے وقت اسے

نہ پہچانا۔

۳۴۔ جب دوسرا دن ہوا، بڑی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ میں کل اپنے

باپ کے ساتھ سوئی، ہم اس کو آج رات بھی شراب پلاویں، اور آج تو جا کر اس

سے ہم بستر ہو، تاکہ ہم اپنے باپ کی نسل لے سکیں۔

۳۵۔ تب انہوں نے اپنے باپ کو اس رات بھی شراب پلائی، اور چھوٹی

اٹھ کر اس کے ساتھ سوئی، اس نے اس سے بھی لیٹتے وقت اور اٹھتے وقت اسے نہ

پہچانا۔

۳۶۔ سولوٹ کی دو بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں۔

۳۷۔ اور بڑی ایک بیٹا جنی، اور اس کا نام ماب رکھا کہ وہ موابیوں کا جو

آج تک ہیں باپ تھا۔

۳۸۔ چھوٹی جوتھی وہ بھی ایک بیٹا جنی، اور اس کا نام بن غمی رکھا، اور وہ بنی

عمان کا جو آج تک ہیں، باپ ہے۔“

سو دیکھو اس قصے میں کھلم کھلا ہے کہ لوط نے بوڑھا پے میں متوالے بن کر یہ

حرکت کی، اور دونوں صاحب زادیوں نے اس حرکت سے دو صاحبزادے جنے، بھلا

اگر پہلی رات چو کے تھے تو نشہ اترنے کے بعد دوسری رات کیوں نہ سنبھلے، اور نشہ

اترنے کے یا حمل کے ظہور کے بعد بیٹیوں کو کیوں نہ سزا دی اور اب حیرت یہ ہے کہ

جب ان کی خدا کی کتاب کے موافق یہ پیغمبر بوڑھا پے میں شراب کے نشہ میں بیٹیوں

تک کو نہ چھوڑے، سوا اور لوگ جو بوڑھے بھی نہ ہوں، اور رات دن پیتے ہوں، اور ان

کی قوم میں مردوں اور عورتوں کے رلنے ملنے میں روک ٹوک بھی نہ ہو تو کیا حال ہوتا

ہوگا؟ ادب نہیں چاہتا کہ کچھ کہا جائے، اور قول مشہور ”عاقلاں خودی داند“ کے

مطابق کچھ کہنے کی بھی حاجت نہیں، اس لئے اس امر میں دم نہیں مارتا، اور لوط کی بزرگی

میں عیسائیوں کو شبہ نہیں، اس لئے کہ اس مروجہ انجیل میں ان کی تعریف موجود ہے۔

نامہ ۲ پطرس کے ۲ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۳ء)۔

”۷۔ پر نیک لوط کو جوان بدکاروں کی ناپاک چلن سے دق تھا بچایا۔

۸۔ کہ وہ نیک کاران میں رہ کر ان کے بے شرع کاموں کو دیکھ سن کے

ہر روز اپنے نیک دل میں افیت پاتا تھا۔

اسحاق کی تین خطائیں

(۱۳) اسحاق کے حال میں یوں لکھا ہوا ہے (صفحہ ۱۶۸)۔

”اسحاق کا ایمان ڈگمگا گیا کہ اس نے اپنی جو رو (بیوی) کو کہا کہ یہ میری

بہن ہے۔“

پھر صفحہ ۱۶۹ میں ہے:

”افسوس ہزار افسوس کہ ایک لاثانی کے سوا کسی آدم زاد میں کمال نہیں پایا جاتا، پر طرفہ ماجرا ہے کہ شیطان کے جس دام میں اسحاق کا باپ ابراہیم پھنسا تھا وہ خود بھی پھنس گیا، سو اس نے بھی اپنی جو رو (بیوی) کا انکار کر کے کہا کہ یہ میری بہن ہے، جب فرستانیوں کے بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ کیوں کیا؟ تب اس نے کہا: میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہاں کے لوگ خدا ترس نہیں، وہ میری جو رو (بیوی) کے لئے مجھے مار ڈالیں گے، بادشاہ نے اسے سمجھایا اور ملامت کی، دیکھو پیدائش کی کتاب کے چھیسویں باب کی ۱۰واں آیت۔

کیا ہی افسوس کی بات ہے کہ خدا کے ایسے نزدیک نیک نیت کے محتاج ہوں۔“

میں کہتا ہوں کہ اسحاق کی یہ پہلی خطا ہے کہ جس پر پادری صاحب اسحاق کا ایمان ڈگمگایا بتلاتے ہیں اور ہزاروں افسوس کھاتے ہیں۔
(۱۵۱۳) (صفحہ ۱۷۱):

”اسحاق کا لاڈلا بیٹا عیص تھا، اور جیسا لاڈلوں کا دستور ہے وہ اپنے باپ کے بہت رنج کا باعث ہوا، عیص نے اپنے پہلوئے ہونے کا حق بیچنے سے اپنی بے دینی ظاہر کی۔“
پھر لکھتا ہے:

”اور جوان ہو کر کنعانی بت پرستوں سے بڑا میل و محبت پیدا کر کے ان کی بیٹی بیاہ لایا، اس کے باپ کو اس کا بڑا رنج ہوا، پر تو بھی وہ پیارے اپنے کو نکال نہ سکا، بلکہ خدا کا کلام بھلا کر چاہا، کہ پہلوئے ہونے کا حق اسے پھیر دے، اور عہد کے سب وعدے اسی کے حق میں ٹھہر ادے۔“

میں کہتا ہوں کہ اسحاق کی یہ دوسری خطا ہے کہ اس لاڈلے کو محبت کے مارے نہ نکالا، بلکہ خدا کے کلام کو بھلا کر الٹا چاہا کہ پہلوئے ہونے کا حق اسے پھیر دے، اور عہد کے سب وعدے اسی کے حق میں ٹھہر ادے، اور جب بت پرست عورت کے

ساتھ نکاح کرنا برا ہے تو پھر یعقوب کو کیوں نصیحت کی تھی کہ تو اپنے ماموں لایان کی بیٹیوں میں سے بیاہ لا، کیونکہ وہ بھی تو بت پرست تھا۔

پیدائش کی کتاب کے ۲۸ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”۱۔ اور اسحاق نے یعقوب کو بلایا، اور اسے برکت دی اور اسے فرمایا کہ تو کنعانی بیٹیوں سے شادی مت کچو۔

۲۔ اٹھ اور فدان ارام کو اپنے نانا بٹواکل کے گھر جا، اور وہاں سے اپنے ماموں لایان کی بیٹیوں سے شادی کر لے۔“

اور لایان کا بت پرست ہونا بیسویں سند میں آتا ہے، سو یہ اسحاق کی تیسری خطا ہے۔

یعقوب علیہ السلام کی آٹھ خطائیں

(۱۶) یعقوب کے حال میں یوں لکھا ہوا ہے (صفحہ ۷۸ و ۷۹):

”عمیس ایک روز شکار کر کے تھکا ماندہ اور بہت ہی بھوکا گھر کو آیا، یعقوب نے لپسی پکانی تھی، اس نے دیکھ کر لالچ کیا، یعقوب نے اسے کہا کہ اگر تو اپنے پہلوتے ہونے کا حق مجھے دے تو میں تجھے یہ کھلاؤں گا، عمیس نے یہ مان لیا، اور اپنے پہلوتے ہونے کا حق جس سے وعدہ اور کاہن ہونا اور دین دنیا کی سب برکتیں علاقہ (تعلق) رکھتی ہیں اپنی زبان کی چاٹ کے لئے بیچ ڈالا، اس لئے انجیل میں اسے بے دین لکھا ہے۔“

پھر لکھتا ہے:

”پر اس مقدمہ میں یعقوب بھی تعریف کے قابل نظر نہیں آتا۔“

پھر لکھتا ہے:

”جب وہ اپنے بھائی کی حاجت دیکھ کر بے بد لے تھوڑی سی لپسی نہ دے سکا تو اس کی برادرانہ الفت کہاں باقی رہی؟ محبت چاہئے کہ بے طمع ہو، اور

اس کا کرنے والا اپنے فائدہ کا متلاشی نہ ہو۔
میں کہتا ہوں کہ یعقوب کی یہ پہلی خطا ہے۔

(۱۷) صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۱:

”جب اسحاق نے چاہا کہ عیص کو برکت دے، تب ربقاء نے ایک تدبیر سوچی، جس سے اپنے باپ یعقوب کو دھوکا دے کر اور اپنے بھائی کے بھیس میں ہو کر مکر کی راہ سے برکت پائے (دیکھو پیدائش کی کتاب کا ۲۷ باب) یعقوب اس سے بہت ہی ڈرا، پر اس کی ماں نے اسے ابھارا، اس نے جو اس گندے کام کو ہاتھ لگا کر برے بھلے حال کسی طرح نباہ دیا، تو اس کا کچھ تعجب نہیں، پھر کیا ہی خوف کا مقام ہے کہ ایسے شخص نے جھوٹ پر جھوٹ بولا، اور اپنی فریب بازی میں خدا کے نام کو بھی شریک کیا۔“

پھر لکھتا ہے:

”اس نے اپنے بھائی کے بھیس میں ہو کر اسحاق کو دھوکا دیکر کہا کہ میں ہی تیرا پہلوتا بیٹا عیص ہوں، اور صرف یہی نہ کہا کہ میں تیرا پہلوتا بیٹا عیص ہوں جو کچھ تو نے فرمایا میں بجالا یا بلکہ یہ بھی کہا جو نہایت بے دینی کی بات ہے کہ تیرے خدا خداوند نے اسے میرے پاس پہنچایا، پھر جب اس کے باپ نے اس سے پوچھا، کیا تو وہی میرا بیٹا عیص ہے، تو اس وقت بھی دہرا کر جھوٹ بولا، اور کہا ہاں میں وہی ہوں، ہم اس مقدمہ میں یعقوب کی بابت کچھ عذر نہیں کر سکتے، ایسے کام سے سب نیک لوگوں کو نفرت رکھنا، اور دور بھاگنا چاہئے، یعقوب کا اصل مطلب تو اچھا تھا، کیونکہ وہ جاننا (تھا) کہ برکت اس کا حق ہے، لیکن جس وسیلے سے اس نے حاصل کرنا چاہا، وہ برا تھا خلاصہ یہ کہ اس نے برا اس لئے کیا کہ بھلائی ملے، انجیل میں لکھا ہے کہ ایسوں پر سزا کا حکم واجب ہے۔“

پھر لکھتا ہے:

”اس مقدمہ میں جس قدر یعقوب کی تقصیر ٹھہری، اس سے بڑھ کر اس کی ماں گناہگار ہوئی، وہ تو اس فساد کی بانی تھی، اور اسی نے یعقوب سے فریب کی یہ سب باتیں کروائیں۔“

پھر لکھتا ہے:

”شاید ربقاء اور یعقوب دونوں کا خیال اس پیشین گوئی کی طرف تھا، جو خدا نے فرمائی تھی، کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے گا، یہاں تک تو ان کا کچھ قصور نہیں، پر جب خدا کے مطلب کو اپنی بے صبری کے سبب بے ایمانی اور بری راہ سے پورا کرنا چاہا تو وہ بڑے تقصیر وار ٹھہرے۔“

میں کہتا ہوں کہ یہ یعقوب کی دوسری خطا ہے، جو ماں کی شرکت میں ہوئی، اور اس امر میں ہمیں کہنے کی حاجت نہیں، خود پادری صاحب فرماتے ہیں: کہ ”اس مقدمہ میں یعقوب کی بابت کچھ عذر نہیں کر سکتے“ اور اس کے علاوہ اپنی دیانت سے بہت کچھ یعقوب اور ان کی ماں کے حق میں ارشاد کرتے ہیں، مثلاً یہ کہ جھوٹ پر جھوٹ بولا، اور اپنی فریب بازی میں خدا کے نام کو بھی شریک کیا، اور یہ کہ یہ بھی کہا، جو نہایت بے دینی کی بات ہے الخ۔

اور یہ کہ خلاصہ یہ کہ اس نے برا کیا، اور ایسوں پر سزا کا حکم واجب ہے، اور یہ کہ اس سے بڑھ کر اس کی ماں گناہگار ہوئی، اور یہ کہ جب خدا کے مطلب کو اپنی بے صبری کے سبب بے ایمانی اور بری راہ سے پورا کرنا چاہا، تو وہ بڑے تقصیر وار ٹھہرے۔

(۱۸) صفحہ ۱۸۸ میں ہے:

”لابان بڑا لالچی تھا، اور اس نے صرف اپنے فائدے کے لئے یعقوب کو اپنے گھر میں رکھا، اور مشکل مشکل کام اس سے لینے لگا، اور جب اس نے جانا کہ اس کی بیٹی راحیل پر وہ فریفتہ ہے، تو اس سے بیاہ دینے پر وہ راضی ہوا، مگر اس

شرط پر کہ اس کے عوض یعقوب سات برس اس کی نوکری بجالا دے، یعقوب اس کا عاشق صادق تھا، کمال خوشی سے اس نے یہ قبول کر لیا۔
اور لکھا ہے کہ:

”راحیل کے عشق کے غلبہ کے سبب سات برس اسے محنت میں دو روز کے برابر گزر گئے، جب مدت پوری ہو چکی، تب جیسے یعقوب نے اپنے بھائی کو دھوکا دیا تھا ویسے ہی لابان نے اسے دھوکا دیا، کہ رات کو اندھیرے میں راحیل کے بدلے اس کی بہن لیاہ کو یعقوب کے بغیر جانے اس کے ساتھ سونے کو اس کے پاس بھیج دیا، فجر کو جب یعقوب نے جانا کہ وہ تو لیاہ ہے تب لابان پر بہت غصہ ہوا، لابان بولا کہ ہمارے یہاں دستور نہیں کہ چھوٹی بڑی سے پہلے بیاہی جائے۔

بھلا اگر تو اور سات برس خدمت کرے تو میں راحیل کو بھی تجھے دوں،
یعقوب نے اپنے فریب کا کڑوا پھل یوں کھایا، اور اسے بہ ناچاری خواہ مخواہ دو جو روئیں (بیویاں) کرنی پڑیں۔

میں کہتا ہوں کہ پادریوں کے زعم کے موافق یعقوب کی یہ تیسری خطا ہے کہ راحیل پر فریفتہ ہو کے اور عاشق صادق بن کر چودہ برس برابر اس کے باپ کی خدمت کی، یہاں پادری لوگ عشق پرستی کو نبوت کے منافی کیوں نہیں جانتے؟
(۱۹) صفحہ ۱۸۹ میں ہے:

”یعقوب کو مناسب نہ تھا کہ دو بیویاں کرے، پر معلوم ہوتا ہے کہ اگر لابان اس معاملے میں اسے دھوکا نہ دیتا تو وہ راحیل کے سوا دوسری جو رو (بیوی) نہ کرتا، اور اس سے کئی جو رو (بیوی) کرنے کی دلیل نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ بات نہ خدا کے حکم سے اور نہ یعقوب کی مرضی سے ہوئی۔“

میں کہتا ہوں کہ یہ لفظ ”مناسب نہ تھا“ نہایت ہی غیر مناسب ہے، بلکہ اس

کے عوض یہ لفظ ”جائز نہ تھا“ کہنا چاہئے، اور وہ عذر بھی لغو ہے، کیونکہ پادریوں کے زعم کے موافق جب ایسا نکاح ناجائز ہے، اور گناہ کا ذریعہ، جیسا کہ یہ پادری خود ابراہیم کے ہاجرہ سے نکاح کی بابت لکھ آیا ہے، سو ایسے عذر سے گناہ سے کب بچ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر یہ ایک نکاح عذر کے سبب ہو، تو زلفا اور بلہا لونڈیوں کی بابت کیا کہے گا، وہاں تو کسی نے دھوکا نہیں دیا تھا، اور کیا یعقوب کو مسیح کی وہ بات جسے پادری نے ابراہیم کے کئی خطائیں لکھا ہے، معلوم نہ تھی، اور جب وہ معلوم ہوگی تو کیا وہ موسیٰ والی بات معلوم نہ ہوگی، کہ ایک بہن کے جیتے جی دوسرے سے نکاح کرنا درست نہیں، جیسا کہ کتاب قوانین کے ۸ باب کے ۸ درس میں ہے۔

اور الزامی طور پر کہتا ہوں کہ پادری لوگ ارشاد کریں کہ لیاہ اور راحیل کے نکاحوں میں ناجائز کونسا ہوا، اگر پہلا ہے، جو دھوکے کے سبب معتبر نہ ہوا تو لازم آتا ہے کہ بنی اسرائیل کے سیکڑوں انبیاء مثلاً موسیٰ و ہارون و داؤد و سلیمان و عیسیٰ وغیرہم جو سب لیاہ کی اولاد میں ہیں نعوذ باللہ کچھ اور ہی ہوں، اور اگر دوسرا ناجائز ہے، تو یوسف اور یوشع اور ان کے علاوہ جو لوگ راحیل کی اولاد میں سے ہیں ان کا حال ایسا ہی ہوا، اور لازم آتا ہے کہ یعقوب نے ان میں سے ایک کے ساتھ اس کی حیات تک زنا کیا ہو، اور زلفا اور بلہا کی اولاد کا طیب النسل نہ ہونا اور یعقوب کا ان سے سیکڑوں بار زنا کرنا تو پادریوں کے نزدیک محل انکار نہ ہوگا؟

دیکھو یہ پادری (اللہ ان کو ہدایت کرے) اپنی رسم کو تھامنے کو کیا کیا قہر کرتے ہیں، اور خدا کے پیغمبروں کو کیا کیا الزام لگواتے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرور أنفسنا۔ (۲۰) صفحہ ۱۹۲ میں ہے کہ:

”ایک بڑے اچنبھے کی بات مذکور ہے کہ راحیل اپنے باپ لابان کی

مورتیں چرا لے گئی، پر بڑا تعجب آتا ہے کہ آیا لابان کے یہاں جو ابراہیم کے
کنبوں میں تھا مورت تھی۔

پھر لکھتا ہے:

”کچھ لکھتا نہیں کہ راحیل ان مورتوں کو کیوں لے گئی، شاید زر کے لالچ
سے لی گئی ہوگی، پھر اگر یوحنا کو لے گئی تو بڑی گنہگار ٹھہری۔“

میں کہتا ہوں کہ لابان تو یقیناً بت پرست تھا، جیسا کہ پیدائش کی کتاب کے ۳۱
باب کے ۳۰ و ۳۲ درس سے سمجھا جاتا ہے، اس لئے کہ پہلے میں یعقوب سے لابان کا قول
اور دوسرے میں لابان سے یعقوب کا قول یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):
”تو نے کس لئے میرے خداؤں کو چرا لیا، جس کسی کے یاس تو اپنے
خداؤں کو پاوے اُسے جیتا مت چھوڑ۔“

اور وہ جو پادری صاحب یوں کہتے ہیں ”شاید زر کے لالچ سے لے گئی ہوگی“
اپنے مذہب کا لحاظ کرتے ہیں، بلکہ غالب یہ ہے کہ ان کی مقدس کتاب کے موافق
راحیل اور یعقوب کا گھرانہ بت پرستی کرتا تھا، بیت ایل کے جانے کے وقت اس بت
پرستی کو چھوڑا ہے۔

کتاب پیدائش کے ۳۵ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):
”۲۔ تب یعقوب نے اپنے گھرانے اور اپنے سب ہمراہیوں کو کہا کہ
بیگانے معبودوں کو جو تمہارے درمیان ہیں، نکال پھیکو، اور پاک و صاف ہو، اور
اپنے کپڑے بدلو۔“

۳۔ اور آؤ ہم اٹھیں، اور بیت ایل کو جاویں، ایل۔

۴۔ اور انہوں نے سارے بیگانے معبودوں کو جو ان کے ہاتھوں میں

تھے، اور مندرے (۱) جو ان کے کانوں میں تھے، یعقوب کو دیئے، اور یعقوب

نے انہیں بلوط کے درخت تلے جوتا بلس کے نزدیک تھا دبا دیا۔

دیکھو غالب اس سے کیا معلوم ہوتا ہے؟ بہر حال پادری صاحب کی تحریر کے موافق راحیل کی خطا تو صریح ہے، چوری ہو یا چوری اور بت پرستی دونوں، یعقوب کی خطا یہ ہے کہ اس چوری پر راحیل کو سزا نہ دی، اور نہ ان مورتوں کو لا بان کے پاس بھجوا یا، اور گمان غالب کے موافق یہ بھی خطا ہے کہ اپنے کنبے اور ہمراہیوں کو شروع ہی سے بت پرستی سے کیوں نہ روکا تھا، جیسا کہ اب روکا۔

(۲۱) صفحہ ۲۰۳ میں ہے:

”دنیا نامی ایک اس کی اکلوتی بیٹی تھی، وہ ان دنوں سپانی (جوان) ہونے لگی، اور اس شہر کے لڑکوں سے ملنے گئی، وہاں کے سردار کا بیٹا اسے دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گیا، اور اسے پھسلا کر اس کے ساتھ ہمبستر ہوا، پیدائش کا ۳۴ باب ☆ اس پر اس لڑکی کے بھائیوں نے وہاں کے لوگوں کو دعا دے کر تمام مردوں کو قتل کیا، اور شہر کو لوٹ لیا، اور اپنی بہن کو لے کر چلے گئے ☆

”اس بیجا حرکت اور خوں ریزی سے پیارے یعقوب کا دل نہایت پریشان ہوا، اور دریائے غم میں ڈوب گیا، پر لاچار کیا کرے بیٹوں سے کہا کہ تم نے مجھے یہ کیا ہی رنج پہنچایا، اور اس ملک کے سامنے ایک نفرت کا سبب ٹھہرایا، میرے ساتھی گنتی میں تو تھوڑے ہیں کہ ان کے پاسنگ نہیں، سو وہ جمع ہو کر مجھے گھیریں گے اور اپنی نگاہ میں تو لکرا بھی مار ڈالیں گے، اور میں اور میرا خاندان ہلاک ہو جائے گا۔“

میں کہتا ہوں اگر واجب القتل تھا، تو اس سردار کا بیٹا تھا، اور دوسرے مرد اور سارا شہر واجب القتل نہ تھا کہ یعقوب کے بیٹوں نے یک لخت سب مردوں کو دھوکہ دے کر قتل کیا، اور ان کی سب دولت اور ان کے سب بال بچوں اور عورتوں کو غنیمت میں لیا، اس میں یعقوب کے بیٹوں کی تو خطا ظاہر ہے، اور یعقوب کی خطا یہ ہے کہ

بیٹوں کو کیوں سزا نہ دی، اور بال بچوں اور عورتوں کو چھڑوا کے مقتولوں کا مال و اسباب کیوں نہ پھر وادیا، اور اگر بیٹوں پر قبضہ نہ چلتا تھا تو پھر خود ان ظالموں کے ساتھ کیوں رہے، الگ ہو جانا تھا، حالانکہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہ کی، البتہ اپنی بدنامی سے ڈرے، اور اپنی اور اپنے خاندان کی ہلاکت کا اندیشہ تو کیا، سو یہ اور بات ہے۔

اس باب کے بعضے درس یوں ہیں (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء)

”۲۵۔ دنیا کے دو بھائی شمعون اور لیوی نے اپنی تلواریں لیں، اور

جرات سے شہر یرآیڈے، اور سب مردوں کو قتل کیا۔

۲۶۔ اور انہوں نے حمور اور اس کے بیٹے شخام کو تلوار کی دھار سے

مار ڈالا، اور شخام کے گھر سے دنیا کو لے کر نکل گئے۔

۲۷۔ اور یعقوب کے بیٹے مقتولوں پر آئے، اور شہر کو غارت کیا، کیونکہ

انہوں نے ان کی بہن کو بے حرمت کیا تھا۔

۲۸۔ انہوں نے انکی بھیڑ بکریاں اور ان کے گائے بیل اور ان کے

گدے اور جو کچھ کہ شہر میں اور کھیت پر تھا، لوٹ لیا۔

۲۹۔ اور ان کی سب دولت اور ان کے سب بچے اور ان کی جو روئیں

(بیویاں) لے لیں، اور سب کچھ کہ گھر میں تھا لوٹ کے صاف کیا۔

۳۰۔ اور یعقوب نے شمعون اور لیوی کو کہا کہ تم نے مجھے دکھ دیا، کہ اس

زمین کے باشندوں میں کنعانیوں اور فریزیوں کے درمیان مجھے گھنونا کر دیا، اور

ہم تھوڑے ہیں، وے سب میرے مقابلے کو اکٹھے ہوں گے، اور مجھے قتل کریں

گے، اور میں اور میرا گھر برباد ہوئے گا۔“

(۲۲) صفحہ ۲۰۵ میں ہے:

”اس کے پہلوتے بیٹے رادین نے اپنے باپ کی جو رو (بیوی) بٹہا کے

ساتھ زنا کیا۔“

میں کہتا ہوں کہ یہ کتاب پیدائش کے ۲۵ باب میں ہے، اور اس میں رابین کی خطا تو ظاہر ہے کہ اپنے باپ کی جورو (بیوی) سے اس نے زنا کیا، اور یعقوب کی یہ خطا ہے کہ اس نے نہ اس ناخلف کو اور نہ اس مردار جورو کو سزا دی، بلکہ شکر چپ ہو گئے۔ (۲۳) پھر اسی صفحہ میں ہے:

”اس کے بیٹے یہود اسے بھی بڑی بد چلتی ہوئی جس کے سبب اس کے باپ یعقوب کو کمال رنج و نہایت افسوس ہوا۔“

میں کہتا ہوں کہ چونکہ پادری صاحب نے بعض وجوہ کا لحاظ کر کے اس حال کو مجمل لکھا ہے، اس لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے ان کی مقدس کتاب سے نقل کروں، اس کے بعد الزامات جو عرض کرنا ہو عرض کروں۔

کتاب پیدائش کے ۳۸ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

۱۳۔ اور تمار سے یہ کہا گیا کہ دیکھو تیرا سر اتمناس کو جاتا ہے اٹخ۔

”۱۳۔ اس نے رنڈاپے کے کپڑوں کو اتار پھینکا، اور برقع اوڑھا، اور

تمناس کے راستے میں ایک کشادہ جگہ بیٹھی اٹخ۔

۱۵۔ جب یہودانے اسے دیکھا، جانا، کہ کوئی کسی (رنڈی) ہے اٹخ۔

۱۶۔ اور راہ سے اس کی طرف کو پھرا، اور اسے کہا کہ چلئے اور مجھے اپنے

ساتھ خلوت کرنے دیجئے، اور نہ جانا کہ وہ اس کی بہو تھی، وہ بولی کہ تو جو میرے

ساتھ خلوت کرے گا، مجھے کیا دے گا۔

۱۷۔ وہ بولا میں گلتے میں سے بکری کا ایک بچہ بھیجوں گا، اس نے کہا کہ تو

مجھے جب تک اسے بھیجے کچھ گروی دے گا۔

۱۸۔ وہ بولا کیا گروی تجھے دوں؟ وہ بولی: اپنی انگوٹھی اور اپنے بازو بند اور

عصا جو تیرے ہاتھ میں ہے، اس نے دیا، اور اس کے ساتھ خلوت کی، اور وہ اس

سے حاملہ ہوئی۔

۲۴۔ اور یوں ہوا کہ تین مہینے کے بعد یہود اسے کہا گیا کہ تیری بہو
تو نے زنا کیا، اور دیکھ کہ اسے چھنانے (بدکاری) کا پیٹ بھی ہے، یہود ابولا
کہ اسے باہر لاؤ اور جلا دو۔

۲۵۔ جب وہ نکالی گئی، اس نے اپنے سرے کو کہلا بھیجا کہ مجھے اس شخص
کا پیٹ (حمل) ہے، جس کی یہ چیزیں ہیں، اور کہا دریافت کیجئے، یہ انگوٹھی اور
بازو بند اور عصا کس کا ہے۔

۲۶۔ تب یہود نے اقرار کیا، اور کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ راست باز ہے،

الخ۔

۲۷۔ اور اس کے جتنے وقت یوں ہوا کہ اس کے پیٹ میں دو بچے تھے۔

۲۸۔ اور جب وہ جننے لگی تو ایک کا ہاتھ نکلا، اور دائی جنائی نے پکڑ کے

اس کے ہاتھ میں ناڑا باندھ کے کہا کہ یہ پہلے نمود ہوا۔

۲۹۔ اور یوں ہوا کہ اس نے اپنا ہاتھ پھر کھینچ لیا، اور دیکھا کہ وہ نہیں،

اس کا بھائی نکل پڑا، تب وہ بولی کہ تو نے کیا شکست دی، یہ شکست تجھی پر آوے

گی، اس لئے اس کا نام قارض ہوا۔

۳۰۔ بعد اس کے اس کا بھائی جس کے ہاتھ میں ناڑا بندا تھا پیدا ہوا،

اس کا نام زارح رکھا۔

دیکھو اس سارے باب میں کہیں یہ بات مذکور نہیں کہ یعقوب کو بہت رنج اور

نہایت افسوس ہوا، اور دیکھو کہ یعقوب کے بڑے صاحبزادے تو باپ کی جو رو (بیوی)

سے خراب ہوئے، اور دوسرے صاحبزادے اپنی بہو پر چڑھ بیٹھے، اور پہلے تو حکم کیا

کہ باہر لا کے جلا دو۔

اور جب معلوم ہوا کہ یہ سب میری کرتوت ہے تو اقرار کیا کہ وہ مجھ سے زیادہ

راست باز ہے، سبحان اللہ کیا اچھے راست باز تھے، جو ان کی بہوان سے زیادہ راست

باز نکلی، سچ تو ہے، کیوں راستباز نہ ہو کہ دنیا کو چھوڑ کے خود سرے ہی کو دھوکا دے کر اسی سے خراب ہو کر حاملہ ہوئی، اور اس میں یہود اور تمار کی خطا تو ظاہر ہے، اور یعقوب کی خطا یہ ہے کہ انہوں نے نہ اس صاحب زادہ والا تبار کو اور نہ اس بہو عفت شعار کو سزا دی، اور ظاہر تو یہی ہے کہ اس وقت ان کی شریعت میں زنا کی سزا جلا دینا تھا، جیسا کہ یہود انے حکم کیا تھا، اور یہ جو صاحب زادے اس حرکت سے پیدا ہوئے، ان میں سے اسی فارض کی اولاد میں حضرت داؤد اور سلیمان اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں، جیسا کہ متی کے پہلے باب سے ظاہر ہے۔

سو دیکھو کہ ان کتابوں کے موافق ان انبیاء کا نسب کن لوگوں تک پہنچتا ہے، اور ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کی نبوت اور بزرگی میں مسیحیوں کو انکار کی گنجائش نہیں، اور ان کی مقدس کتاب میں ان لوگوں کی بہت کچھ تعریف کی ہے۔

ہارون کی خطا

(۲۴) کتاب خروج کے ۳۲ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء و ۱۸۴۹ء):

”۱۔ اور جب دیکھا قوم نے کہ موسیٰ نے اترنے میں پہاڑ سے دیر کی، تو ہارون کے پاس جمع ہوئے، اور اس کو کہا کہ اٹھ اور ہمارے لئے معبود بنالے۔
 ۲۔ تب ان کو ہارون نے کہا کہ زیور سونے کے جو کانوں میں تمہاری عورتوں اور تمہارے بیٹوں اور تمہاری بیٹیوں کے ہیں، گھسوٹ (نکال) کر میرے پاس لاؤ۔“

۳۔ پس سب قوم نے زیور سونے کے جوان کے کانوں میں تھے، گھسوٹ (نکال) لئے، اور ان کو ہارون کے پاس لائے۔

۴۔ اور ہارون نے ان کو ان سے لیا، اور ایک نقشہ کھینچا، پھر ایک بچھڑا ڈھال کر بنایا، اور انہوں نے کہا کہ اے اسرائیل یہ معبود تمہارے ہیں، جو تم کو مصر

کی زمین سے چھڑا لائے۔

۵۔ جب اس کو ہارون نے دیکھا تو ایک قربان گاہ رو برو اس کے بنائی،

اور یہ کہتے ہوئے منادی کی کہ کل یہواہ کے لئے عید ہے۔

دیکھو اس عبارت کے موافق خود ہارون نے ایک پچھڑا ڈھال کر بنایا تھا اور

اس کے سامنے خود ہی ایک قربان گاہ بنائی تھی، اور خود ہی یہ منادی کی تھی کہ یہواہ کے

لئے کل عید ہے، سو وہ عید بھی ہوئی، جیسا کہ اس باب میں مذکور ہے، تو اس پیغمبر نے خود

بت بنایا، اور بت پرستی کی اور کرائی، اور اس کی نبوت میں کلام نہیں۔

پادری اسمٹ ”تحقیق دین حق“ کے پہلے حصے کے بیالیسویں صفحہ میں لکھتا ہے

(نسخہ ۱۸۴۲ء):

”جیسے ان کے (یعنی بنی اسرائیل کے) درمیان بادشاہ نہ تھا ویسے موسیٰ

اور ہارون اور ان کے ستر مددگار کے سوا ان کے درمیان کوئی نبی نہ تھا۔“

پھر لکھتا ہے:

”موسیٰ اور ہارون اور ان کے مددگار کے سوا ان کا کوئی نبی نہ تھا۔“

ان دونوں عبارتوں میں ہارون کی نبوت کی بلکہ ان ستر مددگاروں کی نبوت کی

بھی تصریح ہے، مگر یہ خیال رکھنا چاہئے کہ جس نسخے کا میں حوالہ دیتا ہوں وہ ۱۸۴۲ء والا

ہے، اس لئے کہ پادری لوگ ہر بار کے چھپوانے میں اپنی کتاب کو بہت کچھ پلٹ

ڈالتے ہیں، اور توریت میں جا بجا حضرت ہارون کے حق میں ایسا کچھ لکھا ہوا ہے کہ اس

سے ان کی نبوت ثابت ہوتی ہے۔

کتاب خروج کے ۴ باب کے ۲۷ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء و ۱۸۴۹ء):

”اور یہواہ نے ہارون کو کہا کہ بیابان میں جا کر موسیٰ کی ملاقات کر،

وہ گیا الخ۔“

اور کتاب شمار کے ۸ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”۱۔ پھر یہواہ نے ہارون کو فرمایا اٹھ۔“

۸۔ پھر یہواہ نے ہارون کو خطاب کیا، اٹھ۔

۲۰۔ پھر یہواہ نے ہارون کو فرمایا اٹھ۔“

اور کتاب شمار کے ۲ باب کے درس اور ۳ باب کے درس وے اور ۴ اور ۱۴ باب

کے ۲۶ درس اور ۱۶ باب کے ۲۰ درس اور ۱۹ باب کے پہلے درس میں یعنی اس کتاب

میں چھ جگہ یوں لکھا ہوا ہے:

”یہواہ نے موسیٰ اور ہارون کو خطاب کر کے فرمایا۔“

اور کتاب خروج کے ۶ باب کے ۱۳ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”تب یہواہ نے موسیٰ اور ہارون کو کہا اٹھ۔“

سو دیکھو کہ ان کی رو سے خدائے تعالیٰ نے ہارون کو جس طرح حضرت موسیٰ

کی شرکت میں وحی کی ہے، ویسی ہی جدا بھی کی ہے۔

اور کتاب خروج کے ملاحظہ سے یہ بات ثابت ہے کہ فرعون کے مقابلے میں

جتنے معجزے صادر ہوئے، ان میں سے اکثر ہارون سے ظاہر ہوئے ہیں، اور ہارون کا

کیا ذکر، ان کی بہن مریم بھی پیغمبر تھی۔

کتاب خروج کے ۱۵ باب کے ۲۰ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”تب ہارون کی بہن مریم نبیہ نے دف ہاتھ میں لیا اٹھ۔“

نسخہ ۱۸۲۲ء میں بھی بعینہ یہی عبارت ہے۔

(فارسیہ ۱۸۳۹ء):

”پس مریم نبیہ خواہر ہارون دف در دست گرفت اٹھ۔“

اور خود ہارون اور مریم سے نبوت کا دعویٰ منقول ہے۔

کتاب شمار کے ۲ باب کے ۲ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):
 ”اور بولے کیا یہ وہاں نے خالی موسیٰ ہی سے باتیں کی ہیں، کیا ہم سے اس
 نے بھی باتیں نہیں کیں۔“

اور نسخہ ۱۸۲۲ء والا اس کے موافق ہے، مگر اتنا فرق ہے کہ یہ وہاں کی جگہ خداوند کا
 لفظ واقع ہے۔

اور زبور ۱۰۵ کے درس ۲۶ میں ہے (نسخہ ۱۸۲۱ء):
 ”اس نے اپنے بندے موسیٰ کو اور اپنے برگزیدہ ہارون کو بھیجا۔“

اور زبور ۱۰۶ کے ۱۶ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۱ء):
 ”انہوں نے خیموں کی جگہ میں موسیٰ پر اور یہواہ کے پاک مرد ہارون پر
 حسد کیا۔“

اور یہ بات کہ ہارون حضرت موسیٰ کے نائب تھے ان کی نبوت کے منافی
 نہیں، نہ عقلاً اور نہ شرعاً، ورنہ لازم آتا ہے کہ یوشع جو حضرت موسیٰ کے نائب تھے، بلکہ
 جتنے انبیاء بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ کے بعد اور حضرت عیسیٰ سے پہلے ہوئے اور
 توریت کے پیرو تھے پیغمبر نہ ہوں، اور اسی طرح حواری لوگ جو پادریوں کے زعم میں
 موسیٰ سے بڑھ کر ہیں پیغمبر نہ ہوں، اور اب معلوم ہوا کہ جو فنڈر صاحب ”حل الاشکال“
 میں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۲۲ء صفحہ ۱۰۵):

”گولہ سالہ یرستی کسی نبی نے کبھی نہیں کی، بلکہ صرف ہارون نے ایک

وقت یہودیوں کے خوف کے مارے کی تھی، سو وہ نبی نہیں، صرف کاہن تھا محض
 موسیٰ کا پیغمبر۔“

وہ بالکل غلط ہے، اور صرف صاحب استفسار کا جواب دینے کے لئے ایسی
 حرکت کرتے ہیں، اس کے علاوہ جب صاحب استفسار گولہ سالہ یرستی اور بت پرستی

دونوں پر طعن کرتا ہے، تو اس صورت میں اگر بالفرض مان بھی لیں کہ کسی پیغمبر نے گوسالہ پرستی نہیں کی تو پادری صاحب کی مجال نہیں کہ مطلق بت پرستی سے انکار کریں، اس لئے کہ سلیمان کی بت پرستی کرنے اور بت خانے بنوانے کا حال ان کی مقدس اور الہامی کتاب میں ایسا صاف لکھا ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر گزر گیا، اور تیسویں سند میں آتا ہے۔

شمسون پیغمبر کی خطا

(۲۵) کتاب القصص کے سولہویں باب میں ہے کہ:

”شمسون پیغمبر عزہ میں ایک فاحشہ سے خراب ہوئے، پھر انہوں نے نہر سارق میں ایک عورت سے آشنائی کی، کہ جس کا نام دلیہ تھا، اور رات کو اسی کے گھر میں جا کر سویا کرتے تھے، اور فلسطانیوں نے اس فاحشہ کو گیارہ سو روپیہ اس شرط پر دیے کہ یہ بات شمن سے پوچھ دے کہ اس کی شہ زوری کہاں سے ہے، اور کس طرح گرفتار ہوگا، اس فاحشہ نے اس طمع سے ان سے پوچھا، تین بار تو انہوں نے جھوٹ بولا، اخیر اس نے ہر روز تنگ کرنا شروع کیا، اور یہ طعنہ دیتی تھی کہ تو کہتا ہے کہ میں تجھے چاہتا ہوں، پھر بھی مجھے نہیں بتاتا، اخیر کو انہوں نے تنگ ہو کر دل کی بات اگل دی، پھر اس فاحشہ نے فلسطانیوں کو بلا کر پکڑوا دیا، اور اسی جگہ شہید ہوئے۔“

سو اس کے موافق اس پیغمبر کا بارہا زنا کرنا اور جھوٹ بولنا ثابت ہوا، اور شمسون

کی نبوت سے عیسائی انکار نہیں کر سکتے، اس لئے کہ نامہ عبرانیہ کے ۱۱ باب میں اس کی صراحت ہے۔

داؤد کی خطائیں

(۲۶) جب داؤد بنی اسرائیل کے بادشاہ شاول سے ڈز کے بھاگے تھے، اس حال

میں سموئیل کی پہلی کتاب کے ۲۱ باب میں یوں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

”۱۔ اور داؤد نبہ میں انخی ملک کاہن کے پاس آیا، اور انخی ملک داؤد کے آنے سے ڈرا، اور بولا تو کیوں تنہا ہے، اور تیرے ساتھ کوئی نہیں۔

۲۔ سو داؤد نے انخی ملک کاہن کو کہا کہ بادشاہ نے مجھے ایک کام کو بھیجا ہے، اور فرمایا ہے کہ یہ کام کہ جو میں نے تجھے کہا ہے کسی پر آشکارا نہ ہو دے، اور لوگوں کو میں نے فلانی فلانی جگہ بھیج دیا۔

۳۔ اب بتلاتیرے پاس کچھ ہے، پانچ گردے روٹیوں کے یا جو کچھ حاضر ہو، سو میرے ہاتھ میں دے۔

۶۔ سو کاہن نے تبرک کی روٹی اسے دی اٹخ۔

۸۔ پھر داؤد نے انخی ملک سے پوچھا، یہاں تیرے قابو میں کوئی نیزہ یا تیغ تو نہیں، کیونکہ میں اپنی تلوار اور اپنے سلاح (ہتھیار) ساتھ نہیں لایا، کہ مجھے بادشاہ کے کام کی جلدی تھی۔“

دیکھو داؤد نے انخی ملک سے جھوٹ پر جھوٹ بولے، اور اس جھوٹ کے سبب انخی ملک نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا، اس کا یہ ثمرہ نکلا کہ اس شہر کے سب مرد عورت بال بچے شاول نے سن کر قتل کروا ڈالے، یہاں تک کہ دودھ پیتے بچوں اور بیلوں اور گدھوں اور بھیڑوں کو بھی ایک لخت تلوار سے قتل کرایا، جیسا کہ اسی کتاب کے ۲۲ باب میں تفصیلاً لکھا ہے، اور خود داؤد نے انخی ملک کے ایک بیٹے سے جو اتفاقاً بچ کر نکل بھاگا تھا، اقرار کیا ہے کہ تیرے باپ کے سارے گھرانے کے مارے جانے کا باعث میں ہوا، جیسا کہ اسی ۲۲ باب کے ۲۶ درس میں ہے۔

(۲۷) سموئیل کی دوسری کتاب کے ۱۱ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

”۲۔ اور ایک دن شام کو ایسا ہوا کہ داؤد اپنے فرش پر سے اٹھا، اور اپنے قصر کے بام پر ٹہلنے لگا، اور وہاں سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہار ہی تھی،

اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی۔

۳۔ اور داؤد نے اس عورت کا حال دریافت کرنے کو آدمی بھیجے، سو کہا گیا وہ الیعام کی بیٹی بت شیع حیطانی اور یا کی جو رو (بیوی) تھیں۔

۴۔ اور داؤد نے لوگ بھیجے، تاکہ اس عورت کو داؤد (کے) پاس لائیں، چنانچہ وہ اس (کے) پاس آئی، سو وہ اس سے ہمبستر ہوا کہ وہ اپنی ناپاکی سے تازہ پاک ہوئی تھی، اور پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی۔

۵۔ اور اس عورت کو پیٹ رہ گیا، سو اس نے داؤد کو خبر بھیجی کہ مجھے پیٹ رہ گیا۔

۶۔ اور داؤد نے بوآب کو کہلا بھیجا کہ حیطانی اور یا کو میرے پاس بھیج دے، سو بوآب نے اور یا کو داؤد (کے) پاس بھیج دیا۔

۸۔ پھر داؤد نے اور یا کو کہا کہ اپنے گھر میں جا لے۔

۹۔ پر اور یا بادشاہ کے قصر سے نکل کر آستانے پر اپنے خداوند کے خادموں کے ساتھ سو رہا، اور اپنے گھر نہ گیا۔

۱۰۔ اور خبرداروں نے داؤد سے کہا کہ اور یا اپنے گھر نہ گیا، سو داؤد نے اور یا کو کہا: کیا تو سفر سے نہیں آیا، پس تو اپنے گھر کو کیوں نہ گیا؟

۱۱۔ تب اور یا نے داؤد سے کہا کہ صندوق اور بنی اسرائیل اور بنی یہودا خیموں میں رہتے ہیں، اور میرا خداوند، بوآب اور میرے خداوند کے خادم کھلے میدان میں پڑے ہوئے ہیں، پس میں کیونکر اپنے گھر جاؤں، کھاؤں اور پیوں اور اپنی جو رو کے ساتھ سو رہوں، تیری حیات اور تیری جان کی قسم کہ میں یہ کبھی نہ کروں گا۔

۱۲۔ پھر داؤد نے اور یا کو کہا، کہ آج کے دن بھی یہیں رہ جا، اور کل میں تجھے روانہ کروں گا، سو اور یا اس دن بھی صبح تک اور شلیم میں رہ گیا۔

۱۳۔ تب داؤد نے اسے بلا کے اپنے سامنے کھلایا، اور پلایا، اور اسے

مست کیا، اور شام کو وہ باہر جا کے اپنے خداوند کے خادموں کے ساتھ اپنے بستر پر سو رہا، پر اپنے گھر میں نہ گیا۔

۱۳۔ اور صبح کو داؤد نے بواب کے لئے خط لکھ کے اور یا کے ہاتھ میں دیا، اور اسے روانہ کیا۔

۱۵۔ اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اور یا کو جنگ کی گرمی کے وقت اگاڑی (آگے) کیجو (کرو)، اور اس کے پاس سے پھر آئیو، تاکہ وہ مارا جاوے، اور مقتول ہو۔

۱۶۔ اور ایسا ہوا کہ بواب جو اس شہر کے گرداگرد اتر اتراس نے اور یا کو ایسے مقام پر چھوڑا جہاں اس نے جانا، کہ جنگی لوگ وہاں ہیں۔

۱۷۔ اور اس شہر کے لوگ نکلے، اور یوآب سے لڑے، اور وہاں داؤد کے خادموں میں سے تھوڑے سے کام آئے، اور حیطانی اور یا بھی مارا گیا۔

۲۶۔ اور اور یا کی جورو (بیوی) اپنے شوہر اور یا کا مرثاں کر سوگ میں بیٹھی۔

۲۷۔ اور جب سوگ کے دن گزر گئے تو داؤد نے اسے اپنے گھر میں بلوایا، اور اسے اپنی جورو (بیوی) بنایا، سو وہ اس کے لئے بیٹا جینی، پر داؤد کے اس کام سے یہواہ آزر وہ ہوا۔“

اور اسی کتاب کے ۱۲ باب میں اس حرکت پر اللہ تعالیٰ کا عتاب ناٹان پیغمبر کی معرفت یوں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

”۹۔ سو تو نے کیوں یہواہ خدا کے حکم کی تحقیر کر کے اس کے آگے بدی کی، کہ تو نے حیطانی اور یا کو تیغ سے قتل کروایا، اور اس کی جورو (بیوی) کو لے کے اپنی جورو (بیوی) کیا، اور اس کو بنی عمون کی تلوار سے مروا ڈالا۔

۱۳۔ لیکن اس کام کے سبب سے جو تو نے کیا، کہ یہواہ کے دشمنوں کے کفر کا باعث ہوا، یہ لڑکا بھی جو تیرے لئے پیدا ہو گا مرجائے گا۔

۱۵۔ اور ناٹان گھر کو گیا، اور یہواہ نے اس لڑکے کو جو اوریا کی جورو (بیوی) سے پیدا ہوا، مارا کہ وہ بیمار پڑا۔

۱۶۔ سو داؤد نے اس لڑکے کے لئے خدا سے عرض کیا، اور روزہ رکھا، اور گھر میں جا کر ساری رات زمین پر پڑا رہا۔

۱۷۔ اور اس کے گھر کے مشائخ اٹھ کے اس (کے) پاس آئے کہ اسے خاک پر سے اٹھاویں، پر وہ راضی نہ ہوا، اور ان کے ساتھ کھانا نہ کھایا۔
۱۸۔ اور ساتویں دن وہ لڑکا مر گیا، الخ۔“

داؤد کی آٹھ خطائیں

اس کے مطابق داؤد نے آٹھ خطائیں کیں:

پہلی تو یہ ہے کہ بیگانی عورت کو حرام کی نظر سے دیکھا، اور فریفتہ ہو کر اسے

بلوا بھیجا۔

دوسری یہ ہے کہ اس کے ساتھ زنا کیا، جو حرام قطعی ہے۔

کتاب خروج کے ۲۰ باب کے ۱۳ اورس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):
”تو خون مت کر، تو زنا مت کرا، الخ۔“

تیسری یہ کہ زنا بھی ہمسایہ کی بیوی سے کر کے اس کے چھین لینے کا لالچ کیا کہ وہ ایک اور گناہ ہے۔

اسی کتاب کے ۲۰ باب کے ۷ اورس میں ہے (نسخہ مذکورہ):

”تو اپنے ہمسایہ کے گھر کا لالچ مت کر، تو اپنے ہمسایہ کی جورو اور اس کی خدمت کرنے والے اور اس کے بیل اور اس کے گدھے اور کسی چیز کا جو تیرے ہمسائے کی ہے، لالچ مت کر۔“

چوتھی یہ ہے کہ زنا کی حد (سزا) نہ اپنے اوپر اور نہ اس عورت پر جاری کروائی،

حالانکہ کتاب قوانین کے بیسویں باب کے دسویں درس میں ہے (نسخہ مذکورہ):
 ”وہ شخص جو دوسرے کی جو رو کے ساتھ یا اپنے ہمسایہ کی جو رو سے زنا
 کرے، وہ زنا کرنے والا اور زنا کرنے والی دونوں البتہ قتل کئے جاویں، ان کا
 خون انہیں پر ہے۔“

کیا یہ توریت کے احکام اور ہی لوگوں کے واسطے تھے۔

پانچویں یہ کہ جب اس حرام سے حمل رہ گیا تو اور یا کو فریب سے جلو کر چاہا کہ
 وہ گھر جاوے، لیکن جب وہ دیانت دار گھر نہ گیا، تو اگلے دن اس پر ملامت کی، اس پر
 جب اس نے کمال دیانت کی راہ سے عذر کر کے قسم کھائی کہ میں نہ جاؤں گا، جب ایک
 اور فریب کھیلا کہ اسے اپنے سامنے شراب پلا کر مست کیا، کہ شاید مستی کی صورت میں
 اپنی عورت کا خیال کر کے اس کے پاس جائے، لیکن وہ دیانت دار مستی میں بھی نہ بہکا،
 اور اس حالت میں بھی اس نے اپنی حلال، نہایت خوبصورت بیوی کا خیال نہ کیا، سبحان
 اللہ! عوام کا یہ حال اور خدا کے پیغمبروں کا وہ حال کہ لوٹنے متوالے ہو کر بڑھاپے میں
 اپنی بیٹیوں سے زنا کیا، اور اس پیغمبر نے بغیر مستی کے ہوش و حواس کی حالت میں، یہ
 خراب کام کیے۔

چھٹی یہ کہ جب اس کے مست کرنے سے بھی فائدہ نہ نکلا، اس کے قتل پر کمر
 باندھی، اور کافروں کی تلوار سے قتل کروادیا۔

ساتویں یہ ہے کہ جب تک ناٹان پیغمبر نے آ کر ملامت نہ کی، تب تک اپنے
 ان گناہوں کو کچھ گناہ نہ سمجھا۔

کتب مقدسہ کے اردو خلاصہ میں جس کا نام ”مقدس کتاب احوال“ ہے یوں
 لکھا ہوا ہے:

”ایک بڑی شہوت اس کے دل میں سما گئی، اور از بسکہ آدمی شہوتوں

اندھا بہر اسخت دل ہو جاتا ہے، بادشاہ شہوت سے اور یا نام ایک منصب دار کی جو رو (بیوی) پر عاشق ہوا، اور اس نے فوج کے سردار بواب کو فرمایا، کہ تو اور یا کو لڑائی میں کسی خطرناک جگہ کھڑا کرتا کہ وہ دشمنوں کے ہاتھ سے مارا جائے، اگرچہ اسے یہ یاد کرنا مناسب تھا کہ ساؤل نے ایک بار اسی طور پر اسے ہلاک کرنا چاہا تھا، اور خدا نے اسے بچایا، پر اس لئے کہ شہوت سے اس کے دل کی آنکھیں اندھی ہو گئی تھیں، اور خدا نے اور یا کی ہلاکت ہونے دی تھی، اس کو وہ خیال نہ آیا، بلکہ قریب ایک برس کے اس گناہ سے غافل رہا۔

(یہاں تک اسی کتاب کی عبارت تھی، جو اسی کے الفاظ سے منقول ہوئی)

دیکھو یہ عیسائی مذہب کا فاضل تعظیم کے کیسے الفاظ داؤد کے حق میں بولتا ہے،

اور اقرار کرتا ہے کہ ایک برس کے قریب اس گناہ سے غافل رہا۔

آٹھویں یہ کہ باوجودیکہ ناٹان پیغمبر کی معرفت قطعی حکم پہنچ چکا تھا کہ وہ لڑکا

حرامی بچہ مر جائے گا، پھر بھی سات دن روزہ رکھا، اور زمین پر پڑے رہے، اور روتے

اور دعا کرتے رہے کہ وہ لڑکا جیتا رہے۔

مقدس کتاب کے احوال میں ہے:

”جو کسی کو خبر ہو جاتی ہے کہ اس کی بے لگام شہوتوں کی سزا کے سبب اس کا

بیٹا مر جائے گا تو البتہ اسے سخت رنج ہوتا ہے سو داؤد نے سات دن روزہ رکھا، اور

روتا اور دعا مانگتا زمین پر پڑا رہا کہ خدا اس لڑکے کو جیتا رکھے۔“

(یہاں تک اس کتاب کی عبارت تھی)

(۲۸) امنون جو حضرت داؤد کا پہلوٹا (۱) بیٹا تھا، اپنی بہن تمار پر عاشق ہوا اور ایسا

بے چین ہوا کہ بیمار پڑ گیا، اور جب داؤد ان کے دیکھنے کو گئے تو ان سے درخواست کی

(۱) جیسا سموئیل کی دوسری کتاب کے تیسرے باب کے دوسرے درس میں ہے۔ ۱۲ امنہ

کہ میری بہن تمار کو حکم کیجئے کہ دو پھلکے اپنے ہاتھ سے پکا کر کھلائے، سو داؤد نے اس کو بھیجا، اور اس نے آکر سامنے پھلکے پکائے اور قباب میں رکھ کر امنون کے پاس لائی، سو اس حال میں سموئیل کی ۲ کتاب کے ۱۳ باب میں یوں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

”۱۰۔ اور امنون نے تمار کو کہا کہ کھانا کوٹھری کے اندر لا کہ میں تیرے ہاتھ سے کھاؤں گا، سو تمار نے وہ پھلکے جو اس نے پکائے تھے لئے، اور کوٹھری میں اپنے بھائی امنون کے پاس لائی۔

۱۱۔ اور جب وہ کھانا اس کے سامنے لائی کہ اسے کھلاوے تو اس نے اسے پکڑا اور کہا کہ اے بوا! آمل کے سو رہیں۔

۱۲۔ وہ بولی، نہیں! بھیا مجھے رسوانہ کر کہ اسرائیلیوں میں یہ بات اچھی نہیں، سو تو یہ جہالت کا کام نہ کر۔

۱۳۔ لیکن اس نے اس کی بات نہ مانی کہ وہ اس سے بہت زور آور تھا، سو اس سے زبردستی کی اور اس کے ساتھ سویا۔

۱۵۔ اور امنون نے اس سے بڑی دشمنی پیدا کی، ایسا کہ جیسے وہ اس پر عاشق تھا اس سے زیادہ اس کا دشمن ہوا، پھر امنون نے کہا: اٹھ، چلی جا۔

۱۷۔ تب امنون نے اپنے ایک چاکر کو بلایا اور اسے کہا کہ اسے میرے گھر سے باہر نکال کے جلد دروازے میں قفل لگا دے۔

۱۸۔ غرض اس کے خادم نے اسے باہر کر دیا، اور اس کے جاتے ہی قفل لگا دیا۔

۲۱۔ اور جب داؤد بادشاہ نے یہ سب باتیں سنیں تو بہت ناخوش ہوا۔

دیکھو جیسے حضرت یعقوب کے پہلوتے جناب راوین نے اپنے باپ کی

بیوی سے زنا کیا تھا یہاں حضرت داؤد کے پہلوتے نے اپنی کنواری بہن سے زنا کیا،

اور لطف یہ ہے کہ زنا کرتے ہی اس کا دشمن بن گیا، سو اس میں امنون کی خطا تو صریح

ہے، مگر داؤد کی خطا یہ ہے کہ اس نے زانی اور زانیہ کے ساتھ تو ریت کے حکم کو نہ برتا، اور

فقط ناخوش ہونے سے مطلب نہیں نکلتا۔

(۲۹) ایٹا لوم ناخلف دوسرے صاحب زادے نے ارادہ کیا کہ اپنے باپ داؤد کو مار کر خود تخت پر بیٹھ جائے اور بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ متفق کر لیا، اور یہ ناخلف پورا رادین کے دستور پر چلا، بلکہ اس سے بھی بڑھ گیا کہ اپنے باپ کی بیویوں سے سارے بنی اسرائیل کے سامنے کھلم کھلا زنا کیا، جیسا کہ سموئیل کے ۲ کتاب کے ۱۶ باب میں ہے، اور پھر اپنے باپ سے لڑا، اور ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ بیس ہزار بنی اسرائیل مارے گئے، جیسا کہ اسی کتاب کے ۱۸ باب میں ہے، سوان حرکتوں کی وجہ سے ملعون اور واجب القتل تھا۔

کتاب استثناء کے ۲ باب کے ۲۰ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”وہ جو اپنے باپ کی جورو کے ساتھ سووے، اس پر لعنت الٰہ“۔

اور کتاب قوانین کے بیسویں باب کے ۱۱ درس میں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

”اور جو شخص کہ اپنے باپ کی جورو سے ہمبستر ہوا، اس نے اپنے باپ کی

برہنگی کھولی، البتہ (لازمًا) وہ دونوں قتل کئے جاویں، ان کا خون انہیں پر ہے۔“

سوان احکام کے موافق ایٹا لوم ملعون اور واجب القتل تھا، اور وہ سب عورتیں

بھی ایسے ہی واجب القتل تھیں، اس کے باوجود حضرت داؤد نے نہ ان عورتوں کو قتل

کرایا، اور نہ یہ چاہا کہ باوجود ایسی ایسی سخت حرکات کے ایٹا لوم مارا جائے، بلکہ اپنے

سپہ سالاروں کو فرماتے تھے کہ میری خاطر جو ان ایٹا لوم کے ساتھ نرمی کیجو، اور جب

نواب سپہ سالار نے اس حکم کے برخلاف اسے مار ڈالا تو داؤد نے یہ خبر سن کر بہت رنج

کیا، اور روتے روتے کہا، ہائے میرے بیٹے ایٹا لوم، ہائے میرے بیٹے ایٹا لوم، کاش

کہ تیرے عوض میں مرتا، ہائے ایٹا لوم میرے بیٹے، میرے بیٹے۔

دیکھو ان روایتوں سے جو داؤد کے حال میں ۲۷ سند سے ۲۹ سند تک منقول

ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ داؤد توریت کی حدود جاری کرنے میں بڑے ہی مددگار تھے۔

سلیمانؑ کی خطائیں

(۳۰) کتاب اول سلاطین کے ۱۱ باب کے موافق جن کی نقل پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب کے اندر دوسری اور تیسری قسم کی مثالوں میں سے ستاسویں (۸۷) مثال کے بیان میں گذری، سلیمان نے چھ خطائیں کی:

سلیمانؑ کی چھ خطائیں

اول

سب سے بڑی خطا یہ ہے کہ بڑھاپے میں بیویوں کے بہکانے سے مرتد اور مشرک بن کر بت پرستی کی، اور بتوں کے حضور بخور جلایا کرتے تھے، اور قربانیاں گذرانا کرتے تھے، حالانکہ توریت میں بت پرستی کی بڑی ہی ممانعت ہے، اور اس کی سزا مارڈالنا اور سنگ ساری ہے، گو وہ بت پرستی کرنے والا شخص بڑے معجزے والا پیغمبر ہی ہو۔

دوم

دوم یہ کہ ان بتوں کے لئے بیت المقدس کی طرح بڑے بڑے عالیشان بت خانے بنوائے، جو یوسیا بادشاہ کے عہد تک جو سلیمان کی پندرہویں پشت سے تھے، قائم تھے، توریت میں تو صدا جگہ بڑی تاکید سے بت خانوں کے ڈھانے اور توڑنے کا حکم تھا، مگر اس بزرگ پیغمبر نے اس حکم کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی طرف سے بت خانے بنائے۔

سوم

سوم یہ کہ ان عورتوں سے نکاح کیا، جن سے رلنا ملنا بھی جائز نہ تھا، سو یہ نکاح درست نہ ہوا، اور لازم آیا کہ ہزار ہا بار زنا کیا ہو۔

چہارم

چہارم یہ کہ ہزار بیویاں اور حر میں کیں، حالانکہ توریت میں اس شخص کے واسطے جو بنی اسرائیل کا بادشاہ ہو، بہت بیویاں کرنے کی ممانعت لکھی ہوئی ہے۔

پنجم

پنجم یہ کہ عورتوں کے ساتھ عشق پرستی کی، جو پادریوں کے زعم میں بالکل نبوت کے منافی ہے۔

ششم

ششم یہ کہ نہ اپنے اوپر اور نہ ان عورتوں پر جنہوں نے ورغلا یا تھا، بت پرستی کی حد جاری کرائی اور ان کی توبہ بھی پورے عہد عتیق میں کہیں منقول نہیں، اور بڑی دلیل توبہ نہ کرنے کی یہ ہے کہ اگر توبہ کرتے تو وہ بت خانے توریت کے حکم کے موافق ضرور گروا دیتے، اور ان ناجائز عورتوں کو اپنے گھر اور تصرف سے باہر کر دیتے، حالانکہ کوئی بات بھی نہیں کی، اور وہ بت خانے تو ان کی پندرہویں پشت تک قائم تھے، یوسیا بادشاہ جو ان کی پندرہویں پشت میں تھا، اس نے ان کو گرایا ہے، اور ان سب امور کی تشریح پہلی جلد میں گذری۔

اس رسالے میں جس کا نام ”مقدس کتاب کا احوال“ ہے یوں لکھا ہوا ہے:

”اس نے کئی سو عورتیں کیں، جن میں کنعانی ادومی، صیدانی اور مصری

دوسری قوموں کی شہزادیاں تھیں، جنہوں نے اپنے اپنے طریق (طرز) کی بت پرستی یروشلم میں بھی نہ چھوڑی، بلکہ سلیمان کو بھی بت پرستی کی طرف مائل کیا، اسی طرح وہ بادشاہ جو سب سے زیادہ عقلمند تھا، گناہ میں پھنس کر لوگوں کی عبرت اور اس عہد کے جو خدا نے بنی اسرائیل سے کیا تھا توڑنے کا باعث ہوا۔

(یہاں تک اس رسالے کی عبارت تھی)

سو اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ توبہ نہیں کی، ورنہ جیسا داؤد کے حال میں اس زنا سے توبہ کرنے کا حال اس نے لکھا ہے یہاں بھی لکھ دیتا لیکن اس نے نہیں لکھا، بلکہ ان کے حال کو اسی عبارت مذکور پر ختم کر دیا ہے، اور فنڈر صاحب کا توبہ کا دعویٰ کرنا بالکل غلط ہے۔

ایک پیغمبر کا تبلیغی احکام میں جھوٹ بولنا

(۳۱) سلاطین کی پہلی کتاب کے ۱۳ باب میں ایک پیغمبر کے حال میں (جو بہ حکم ربانی یہود سے آ کر یوربعام بادشاہ اسرائیل کو اس بات کی خبر دے کر کہ اس مذبح کو جو تو نے بنایا ہے یوسیا بادشاہ جو داؤد کی اولاد سے ہوگا، ڈھاوے گا، اپنے وطن کو پلٹ چلے تھے) یوں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

”۱۱۔ اسی وقت بیت ایل میں ایک بوڑھا نبی رہتا تھا سو اس کے بیٹے اس کے پاس آئے، اور ان کاموں کو جو مرد خدا نے اس روز بیت ایل میں کئے، اسے خبر دی اور اس کی ان باتوں کو جو اس نے بادشاہ سے کہیں تھیں، اپنے باپ کے آگے بیان کیا۔

۱۳۔ سو ان کے باپ نے ان سے پوچھا، وہ کس راہ سے گیا تھا، ایل

۱۴۔ اور اس مرد خدا کے پیچھے چلا، سو اسے بطم کے درخت کے تلے بٹھایا، ایل

۱۵۔ تب اس نے اس سے کہا، میرے گھر چل، اور روٹی کھا۔

۱۶۔ وہ بولا: نہ میں تیرے ساتھ رہ سکتا ہوں، اور نہ میں تیرے گھر جاسکتا ہوں، اور نہ میں تیرے ساتھ اس جگہ روٹی کھاؤں گا، اور نہ پانی پیوں گا۔
۱۷۔ کہ یہواہ کا محکویوں حکم ہوا کہ تو وہاں نہ روٹی کھانا، نہ پانی پینا، اور جس راہ تو جاتا ہے اس راہ سے ہو کر نہ پھرنا۔

۱۸۔ تب اس نے اسے کہا کہ جیسا تو ہے، میں بھی ایک نبی ہوں، اور یہواہ کے فرمان سے ایک فرشتے نے مجھ کو کہا کہ اسے اپنے ساتھ اپنے گھر میں پھرالا، تاکہ وہ روٹی کھاوے اور پانی پیوے، اور اس نے اس سے دعا کیا۔

۱۹۔ سو وہ اس کے ساتھ پھر گیا، اور اس کے گھر میں روٹی کھائی، اور پانی پیا۔
۲۰۔ اور جس وقت وہ دونوں دسترخوان پر بیٹھے تھے، اس وقت ایسا ہوا کہ یہواہ کا کلام اسی نبی پر جو اسے پھر لایا تھا، نازل ہوا۔

۲۱۔ اور اس نے اس مرد خدا کو جو یہود اسے آیا تھا چلا کے کہا، اس لئے کہ تو نے یہواہ کے حکم سے منہ پھیر آیا، اور تو نے اپنے یہواہ کے حکم کو جو اس نے تجھے کیا تھا یاد نہ رکھا۔

۲۲۔ اور تو پھر آیا، اور تو نے اس ہی جگہ جہاں یہواہ نے تجھے فرمایا تھا کہ نہ روٹی کھانا، نہ پانی پینا، روٹی بھی کھائی، اور پانی بھی پیا، سو تیری لاش تیرے باپ دادوں کی قبر میں داخل نہ ہوگی۔

۲۳۔ اور جب وہ روٹی کھا چکا اور پانی پی چکا تو اس نے اپنے گدھے پر اس نبی کے لئے جسے وہ پھر لایا تھا، زین باندھا۔

۲۴۔ اور جب وہ روانہ ہوا تو راہ میں اسے ایک شیر ملا، اور اس نے اسے مار ڈالا، سو اس کی لاش راہ میں پڑی تھی اٹخ۔

۲۵۔ اور جب ادھر سے لوگوں کا گذر ہوا تب انہوں نے دیکھا کہ لاش راہ میں پڑی ہے، اور شیر لاش کے پاس کھڑا ہے، سو انہوں نے شہر میں آکر وہاں جہاں وہ بوڑھا نبی رہتا تھا، بیان کیا۔

۲۶۔ اور اسی نبی نے جو اسے راہ سے پھر لایا تھا سن کے کہا اٹھ۔

۲۸۔ تب وہ گیا اٹھ۔

۲۹۔ سو اس نبی نے اس مرد خدا کی لاش کو اٹھایا اور گدھے پر ڈالا اور یہ

بوڑھا نبی شہر میں داخل ہوا اٹھ۔

سو دیکھو اس جناب بوڑھے پیغمبر نے کہ اس عبارت میں بھی پانچ (۱) جگہ ان

کے حق میں نبی کا لفظ بولا گیا ہے، اور اٹھا رہو میں درس میں خود اسی جناب کا سچی نبوت کا

دعوے منقول ہے، اور بیسویں درس میں اس سچی نبوت کی تصدیق موجود ہے، کیسا خدا

پر بہتان باندھا کہ ایک جھوٹا حکم خدا کا گھر کے دوسرے پیغمبر کو فریب میں لا کر خدا کے

غضب میں گرفتار کرا کے مروا ڈالا، سو اس سے ثابت ہوا کہ اہل کتاب کے نزدیک بنو

اسرائیل کے انبیاء جیسے اور گناہ مثلاً زنا اور بت پرستی اور گوسالہ پرستی وغیرہ کیا کرتے

تھے، ایسے ہی تبلیغی احکام میں بھی جھوٹ بولا کرتے تھے۔

دیکھو جب الہام والے پیغمبر جھوٹ بولنے سے نہ چوکیں تو غریب جاہلوں کا

تو اب کیا ذکر رہا؟

اور اسی رسالے میں جس کا نام ”مقدس کتاب کا احوال“ ہے یوں لکھا ہوا ہے:

”جب وہ مرد خدا کے حکم کو عمل میں لا چکا، تو جلدی سے خدا کے حکم کے موافق

اپنے گھر پھرنے لگا، پر ایک بوڑھے نبی نے جو بیت ایل کا رہنے والا تھا اس کا پیچھا

کر کے اسے بہکایا، کہ پھر..... وہاں اس کے ساتھ خدا کے حکم کے برخلاف کھانا

کھائے سو جب وہ روانہ ہوا، تو راہ میں ایک شیر نے اسے مار ڈالا، پر اس کا گوشت نہ

کھایا، بلکہ جب تک بیت ایل کے اسی بوڑھے نبی نے اسے بھولے ہوئے نبی کو نہ

گاڑا، وہ اور اس کی سواری کا گدھا لاش کے پاس کھڑے رہے۔“

(یہاں تک اس رسالے کی عبارت تھی) سو اس کے نزدیک بھی وہ بوڑھا نبی

پیغمبر تھا، مگر تعجب ہے کہ وہ مردِ خدا تو اس نافرمانی پر مارا گیا اور اس بوڑھے نبی کا اس اتنی بڑی خطا پر بال بھی بیکانہ ہوا، اور اب یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ جو پادری فنڈر صاحب ”میزان الحق“ میں یوں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۵۰ء):

”نبی کے حق میں ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ نبی و حواری اگرچہ اور امور میں قابلِ سہو و نسیان ہوتے ہیں، لیکن تبلیغ و تحریر میں معصوم ہیں۔“

بالکل غلط ہے، اس لئے کہ تبلیغ میں تو قصداً جھوٹ بولنا جو سہو اور نسیان سے بڑھ کر ہے، ان سے ابھی ثابت ہوا۔

اور سہو اور نسیان کا بیان تفصیل سے دسویں ہدایت کے اندر گذرا۔

ایک پیغمبر کا خدا کے حکم سے جھوٹ بولنا

(۳۲) جب بادشاہ اسرائیل احارب نے اسوریہ کے بادشاہ پر فتح پا کر اس کی اور اس کے لشکر کی جان بخشی کر دی تھی، اس حال میں سلاطین کی پہلی کتاب کے بیسویں باب میں یوں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

”۳۳۔ اس وقت نبی زادوں میں سے ایک نے یہواہ کے حکم کے مطابق

اپنے یار سے کہا، مجھے مار لیجئے سو اس کے یار نے اس کے مارنے سے انکار کیا۔

۳۶۔ تب اس نے ایک دوسرے کو جو اسے ملا، کہا مجھے مار لیجئے، اس نے

اسے مارا، اور اس نے اسے زخمی کیا۔

۳۷۔ تب وہ نبی چلا گیا اور راہ میں بادشاہ کی راہ دیکھنے لگا، اور اپنے منہ

پر راکھل کے (اپنے) آپ کو بدل ڈالا۔

۳۸۔ اور جوں ہی بادشاہ ادھر سے گذراتوں ہی وہ بادشاہ کے آگے چلایا

اور کہا کہ تیرا خادم جنگ گاہ میں گیا تھا، اور ناگاہ ایک شخص ایک طرف گیا، اور

اپنے ساتھ ایک شخص کو مجھ پاس (میرے پاس) لے آیا، اور اسے کہا کہ اس کو

جانے مت دے، اور اگر یہ جاتا رہے گا تو اس کے بدلے تیری جان جائے گی،
اور نہیں تو ایک قطار سونا دے گا۔

۳۹۔ اور جس وقت تیرا خادم گھبرا رہا تھا اس وقت وہ جاتا رہا، سو شاہ
اسرائیل نے اسے (اس سے) کہا، تیرا بی فیصلہ ہے تو نے آپ اپنا انصاف کیا۔
۴۰۔ پھر اس نے پھرتی کر کے اپنے منہ کی راہ پوچھی، تب شاہ اسرائیل
نے اسے پہچانا کہ وہ نبیوں میں سے ایک ہے۔

۴۱۔ تب اس نے اسے کہا، یہواہ یوں فرماتا ہے، چونکہ کہ تو نے اپنے
ہاتھ سے ایک شخص کو چھوڑ دیا، جسے میں نے واجب القتل کیا تھا، سو اس کے
بدلے تیری جان جائے گی، اور تیرا لشکر اس کے لشکر کے بدلے ہوگا۔

میں کہتا ہوں: اس پیغمبر نے بھی جھوٹ بولا، کیونکہ یہ قول کہ ”ناگاہ ایک شخص
ایک طرف گیا الخ“ بالکل جھوٹ ہے، اور جو اس پیغمبر نے اتنا اہتمام کیا کہ اپنے آپ
کو زخمی کرایا، اور منہ پر خاک مل کر اپنا روپ بدلا، تو شاید یوں ہو کہ یہواہ ہی نے اس
طرح پر حکم کی تبلیغ کا حکم دیا ہو، سو اس صورت میں یہ جھوٹ بولنا خدا کے حکم سے تھا۔

میخا پیغمبر کا جھوٹ بولنا اور جھوٹ بولنے کی عادت ہونا

(۳۳) جب اسرائیل کا پادشاہ اور یہواہ کا پادشاہ اسوری بادشاہ کی لڑائی پر متفق ہوئے
اور چار سو جھوٹے پیغمبروں نے کہا کہ فتح پاؤ گے، اس پر بادشاہ یہودا نے پورا اعتماد نہ
کر کے اسرائیل کے بادشاہ سے میخا پیغمبر کو بلوایا۔

اس حال میں سلاطین کی پہلی کتاب کے ۲۲ باب میں یوں لکھا ہوا ہے:

”۱۵۔ سو وہ شاہ پاس آیا تب شاہ نے اسے فرمایا: میخا ہم لڑنے کو راموت

جلعاز پر چڑھیں، یا موقوف کریں؟ اس نے جواب میں کہا جا اور کامیاب ہو کہ

یہواہ اسے شاہ کے قبضے میں کر دے گا۔

۱۶۔ پھر شاہ نے اس سے کہا کہ میں کہاں تک تجھے قسم دیا کروں کہ تو مجھ سے کچھ نہ کہے، مگر یہ وہاں کے نام سے وہی جو سچ ہے۔

۱۷۔ تب وہ بولا: میں نے سارے بنی اسرائیل کو ان گوسپندوں (بکریوں) کے مانند جو بے چوپان ہوں (بغیر چرواہے کے ہوں) پہاڑوں پر بھٹکتے دیکھا، اور یہ وہاں نے فرمایا کہ ان کا کوئی آقا نہیں، سو ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے گھر سلامت چلا جاوے۔“

اس کے موافق میخا پیغمبر نے اول بار صریح جھوٹ بولا، اور سولہویں درس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا جھوٹ بولنا تو میخا پیغمبر کی عادت تھی۔

یرمیا کا جھوٹ بولنا

(۳۴) یرمیا کی کتاب کے ۳۸ باب میں ہے کہ صدقیا بادشاہ کے حکم کے موافق یرمیا نے جھوٹ بولا۔

اب چونکہ ایسی باتوں کے لکھنے میں طول ہوا، اس لئے ان انبیاء کے ذکر کو جو توریت کے معتقد تھے، ایک اور عجیب الشان پیغمبر کے ذکر پر ختم کر دیتا ہوں

شاوول کی خطائیں

(۳۵) بنی اسرائیل کے بادشاہ شاوول کے حال میں جسے خدا نے پسند کر کے سب سے پہلے بنی اسرائیل پر بادشاہ کیا تھا اور پھر اس کے افعال بد سے اللہ تعالیٰ بہت پچھتائے تھے۔ (۱)

سموئیل کی پہلی کتاب کے دسویں باب میں یوں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

”۱۰ اور جب وہ اس کوہ کی سمت کو آئے تو نبیوں کا گروہ ان سے دو چار

ہوا، اور خدا کی روح اس پر چڑھی، اور اس نے بھی ان کے درمیان پیشین گوئی کی۔

(۱) اور پچھتائے کا حال سموئیل کی پہلی کتاب کے پندرہ باب ۱۰ اور ۳۵ درس میں ہے۔ ۱۲

۱۱ اور اس کے اگلے جان پہچانوں نے جو یہ دیکھا کہ وہ نبیوں کے درمیان پیشین گوئی کرتا ہے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ قیس کے بیٹے کو کیا ہوا؟ کیا شاول بھی نبیوں کے درمیان ہے؟

۱۲۔ اور ایک نے ان میں سے جواب دیا اور کہا کہ ان کا باپ کون ہے؟ تب ہی سے یہ مثل چلی، کیا شاول بھی نبیوں میں ہے۔

۱۳۔ سوجب وہ پیشین گوئی کر چکا تو اونچے مکان میں آیا۔

پھر اسی کتاب کے ۱۱ باب کے ۶ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

”اور جوں ہی شاول نے یہ سند لیے (پیغام) (۱) سنے، توں ہی خدا کی روح اس پر چڑھی، اور اس کا غصہ بے طرح (بے حد) بھڑکا۔“

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاول پر روح القدس کا فیضان تھا، اور خدا کی روح اس پر نازل ہوتی تھی، اور وہ پیشین گوئی بھی کیا کرتا تھا۔

اور اسی کتاب کے ۶ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

”۱۳۔ یہواہ کی روح شاول پر سے چلی گئی، اور یہواہ کے حکم سے ایک بری روح اسے ستانے لگی۔“

۲۳۔ اور ایسا ہوا کہ جب خدا کی روح شاول پر چڑھتی تھی، تو داؤد بربط ہاتھ سے بجاتا تھا، اور شاول خوش وقت ہوتا تھا، اور راحت پاتا تھا، اور شریر روح اس پر سے اترتی تھی۔“

اور یہ جملہ ”جب خدا کی روح شاول پر چڑھتی تھی“ ترجمہ اردو ۱۸۴۲ء میں یوں ہے:

”جب خدا کی روح شاول پر چڑھتی تھی۔“

اور ترجمہ فارسی ۱۸۳۸ء میں یوں ہے:

(۱) یعنی نا حاش بادشاہ بلخیس کے یہودیوں پر چڑھا آیا ہے، اور بڑے ظلم کا ارادہ رکھا ہے۔ ۱۲ امنہ

”روح کثیف از طرف خدا بر شاول نازل می شود“۔

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

ایک یہ کہ شاول نبوت کے بعد اس درجے سے گرایا گیا، اور شریر روح اس پر مسلط ہوئی، اور داؤد کے ستارہ بجانے سے وہ روح اتر جاتی تھی، سو معلوم ہوا کہ نبی نبوت کے بعد اس مرتبہ سے کبھی گرایا بھی جاتا ہے۔

دوسری یہ کہ جس لفظ کا ترجمہ اردو کے مترجموں نے روح خدا کے ساتھ کیا، مترجم فارسی نے شریر روح کے ساتھ کیا۔

تو اب معلوم ہوا کہ روح خدا کا اطلاق شریر اور شیطانی روح پر بھی کتب مقدسہ کے موافق صحیح ہے۔

پھر اسی کتاب کے ۱۹ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

”۲۳ تب وہ رامہ کے ناپوٹ کی طرف چلا، اور خدا کی روح اس پر بھی آچڑھی، اور وہ چلتا گیا، اور پیشین گوئی کرتا گیا، یہاں تک کہ رامہ کے ناپوٹ میں پہنچا۔
۲۴ اور اس نے بھی اپنے کپڑے اتار پھینکے، اور سموئیل کے آگے اس نے بھی پیشین گوئی کی، اور اس سارے دن ساری رات ننگا پڑا رہا، اسی لئے یہ مثل ہوئی، کیا شاول بھی نبیوں میں ہے۔“

دیکھو اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کے مرتبہ سے گرائے جانے کے

بعد شاول پھر نبوت کے عہدے پر سرفراز ہوا، اور روح القدس کا نزول اس پر پھر اس زور شور کا ہوا کہ اس نے کپڑے بھی اتار پھینکے، اور سارے دن اور ساری رات ننگا پڑا رہا، اور پیشین گوئی کی بھی پھر طاقت ملی، تو یہ شاول صاحب الہام، روح رحمانی اور شیطانی کا جامع تھا، اور اس پر بارہا حضرت داؤد نے خدا کے مسیح کا اطلاق کیا ہے، جیسا کہ سموئیل کی پہلی کتاب کے ۲۴ و ۲۶ باب اور دوسری کتاب کے پہلے باب میں تصریح

ہے، اور اس پیغمبر جامع روح رحمانی و شیطانی اور خدا کے مسیح نے جو شرارتیں کی ہیں، اہل کتاب کو خوب معلوم ہے، اور سموئیل کی پہلی کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔
 اس رسالے میں جس کا نام کتاب مقدس کا احوال ہے یوں لکھا ہوا ہے
 (نسخہ ۷۲۷ء صفحہ ۹۰):

”جب وہ عمالیقوں پر غالب ہوا، اس نے خدا کے حکم کے برخلاف آدمی
 اور جانور جیتے رکھے (یعنی انہیں قتل نہیں کیا)۔“
 (صفحہ ۹۱):

”اس وقت سے ساؤل کی سرکشی اور بے آرامی دم بدم بڑھتی گئی، اور خدا
 کا روح اس سے جدا ہوا۔“
 پھر اسی صفحہ اور صفحہ ۹۲ میں ہے:

”تب سموئیل نے تیل کا سینگ لے کے داؤد کو اس کے بھائیوں کے
 درمیان ممسوح کیا، اور خداوند کا روح اسی دن سے داؤد پر اترتا، پر ساؤل سے
 جدا ہوتا رہا، اور وہ نہایت بے آرام ہوا۔“
 (صفحہ ۹۲):

”جب ساؤل اپنی بے آرامی کے سبب کسی شخص کو ڈھونڈتا تھا کہ جس
 وقت شریر روح اسے ستاوے تو وہ اس کے آگے بربط بجا کے اور گیت گائے اسے
 خوش کرے، تب لوگوں نے اسے ایسی کے بیٹے کی خبر دی۔“
 (صفحہ ۹۶):

”پھر نامور بادشاہ روح القدس کے جدا ہونے کے بعد یہاں تک خراب
 ہو گیا، کہ اس نے کانہوں کا تمام شہر برباد اور مردوں اور عورتوں اور لڑکوں کو قتل کیا۔“

حواریوں کا حال

یہاں تک تو ان انبیاء کا حال تھا، جو توریت کے معتقد تھے، اب حواریوں کا حال سنئے، جو عیسائیوں کے زعم میں موسیٰ سے افضل ہیں، لیکن چونکہ یہ حال تفصیل سے پہلی جلد کے اندر پہلے سوال کے جواب میں گذر چکا ہے اس لئے یہاں مجمل طور پر لکھوں گا۔

(۳۶) اس زمانے میں مروج انجیل کے موافق یہود ایش کر یوتی جناب مسیح کا رسول جو عیسائیوں کے زعم کے موافق رسول اللہ بھی ٹھہرا، اور برگزیدہ حواری اور صاحب کرامات اور روح القدس سے مستفیض تھا، اس نے فقط تیس روپے کے لالچ سے بے ایمان ہو کر جناب مسیح کو پکڑا دیا، پھر خود اپنے ہاتھ سے پھانسی کھا کر حرام موت مر گیا، اور یوحنا حواری کی گواہی کے موافق وہ چور تھا، اور تھیلی ساتھ رکھا کرتا تھا، اور جو کچھ اس میں پڑتا تھا لے جاتا تھا۔

دیکھو یہ ایک رسول اللہ، انجیل کا معتقد، کیا ہی عجیب الشان تھا۔

(۳۷) جناب پطرس حواریوں کے سردار کا حال سنئے کہ جن کی جلالتِ شان یہ ہے کہ اس مروج انجیل کے موافق جناب مسیح کے کلیسے کی بنیاد اور ان کے عاشق اور نائب اور آسمان کی بادشاہت کی کنجیوں کے مالک تھے، اور تقدیر ربانی گویا ان کی محکوم تھی، اور اب تک ان کی جلالتِ شان مسلم ہے۔

اول

اول تو انہوں نے جناب مسیح کے قول کی کئی بار تکذیب کی، باوجودیکہ دوسری بار میں جناب مسیح نے تاکید فرمایا تھا کہ ”تو آج مرغ کی بانگ دینے سے آگے (یعنی پہلے) تین بار میرا انکار کرے گا“ پھر بھی بار بار کہے چلے جاتے تھے کہ کبھی انکار نہ

کروں گا، گو مارا جاؤں۔

دوم

دوم یہ کہ باجوہ اس بڑے بول کے جناب مسیح کے گرفتار ہوتے ہی اڑ گئے۔

سوم

سوم یہ کہ جھوٹی قسم کھا کے کہا کہ: میں اس شخص یعنی جناب مسیح کو نہیں جانتا۔

چہارم

چہارم یہ کہ پھر قسمیں کھا کے اور لعنت کر کے کہنا شروع کیا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا۔

پنجم

پنجم یہ کہ گرفتاری کی رات میں باوجودیکہ جناب مسیح بہت ہی غمگین تھے، اور ان سے شکایت کر کے فرمایا تھا کہ اے شمعون! پتر تو سوتا ہے، کیا تو ایک گھڑی نہ جاگ سکا، تب بھی نہ جاگے، بلکہ سو رہے، اور جناب مسیح نے ان کو شیطان اور اپنا مخالف اور ٹھوکر کھلانے والا پتھر اور خدا کی باتوں کا خیال نہ رکھنے والا اور الٰہیات کی سرشت سے بے نصیب فرمایا ہے۔

اور جناب پولوس نے ان کو خصوصاً اور برنباہ اور دوسرے مسیحیوں کو عموماً ریاکار اور مکار کہا ہے، اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ انجیل کے موافق راہ راست پر نہیں چلتے، اور پتر انجیل کے برخلاف غیر ملکوں کو تکلیف دیتا ہے کہ یہودیوں کے طریقہ پر چلیں، اور دسویں ہدایت کے اندر گزرا کہ:

”جان کالون فرقہ پروٹسٹنٹ کا پیشوا کہتا تھا کہ پطرس نے کلیسے میں

بدعت بڑھائی، اور عیسائیت کی آزادی کو خطرہ میں ڈالا اور توفیق عیسوی کو دور پھینکا۔

اور ڈاکٹر گوڈ کہتا تھا:

”کہ پطرس نے روح القدس کے نزول کے بعد ایمان میں غلطی کی ہے۔“

(۳۸) جناب مسیح کے بعض اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حواریوں اور جناب مسیح کے دوسرے مریدوں کو رائی کے دانہ کے برابر ایمان نہ تھا، اور نماز، روزہ ادا نہیں کرتے تھے۔

(۳۹) سب کے سب نامرد اور بے وفا تھے کہ جناب مسیح کی گرفتاری کے وقت ان کو

تن تنہا چھوڑ کر سب اڑ گئے، اور ایسے کم محبت تھے کہ جان دینے کا تو کیا ذکر، گرفتاری کی رات میں باوجودیکہ جناب مسیح بہت ہی بے چین اور غمگین تھے جاگتے بھی نہ رہے، اور

سو گئے، اور جناب مسیح نے پہلی بار جگا کر سب سے عموماً اور جناب پطرس سے خصوصاً

شکایت کے طور یوں فرمایا تھا کہ ”کیا تم ایک گھڑی میرے ساتھ نہ جاگ سکے، اور اے

شمعون تو سوتا ہے، کیا تو ایک گھڑی نہ جاگ سکا“ اور اس شکایت کا کچھ خیال نہ کیا،

پھر سو رہے، دوسری بار جناب مسیح نے پھر جگایا، پھر سو رہے، تیسری بار میں دق ہو کر

فرمایا، کیا تم اب بھی سوتے ہو، اور آرام کرتے ہو، پس وقت آپہنچا ہے۔

دیکھو دنیا داروں کا یہ حال ہے کہ اگر ان کے کسی پیارے کو بے چینی ہوتی ہے تو

وہ بے چین ہو کر گھبرا پڑتے ہیں، اور نیند ان کی آنکھوں سے اڑ جاتی ہے، ان کو اگر محبت

ہوتی تو کیسے نیند آتی، اور تقیہ برتتے گئے، جو پاوریوں کے نزدیک بے ایمانی کی

علامت ہے، اور جناب مسیح کے عروج کے وقت تک ان کے ساتھ رہنے، اور ایمان

لانے کا یہ سبب تھا کہ ان کو امید تھی کہ ہم کو دنیا کی سلطنت ملے گی، اور جب جناب مسیح

مصلوب ہوئے تو سب کے سب بالکل مایوس ہو گئے، مگر جب پھر ملے تو پھر اسی پرانی

آرزو نے غلبہ کیا، اور وہی خیال پھر دل میں جما، یہاں تک کہ جناب مسیح کے عروج کے

وقت جو ایک اضطراب اور جدائی کا وقت تھا اس کے سوا اور کچھ نہ پوچھا کہ اے خداوند کیا تو اسی وقت بنی اسرائیل کی بادشاہت پر مقرر کرتا ہے، اور عروج کے بعد اگرچہ کچھ ہوش میں آئے لیکن یہ خیال دل میں خوب جم گیا تھا کہ ہمارے ہی طبقے کے لوگوں کی زندگی میں جناب مسیح کا نزول ہو جائے گا، اور جو ہم لوگوں میں سے زندہ رہے گا بدلیوں پر چڑھ کر ان کے استقبال کو جائے گا، اور یوحنا تو یقیناً اس وقت تک زندہ رہے گا، سو اس خیال کے موافق غالب یہی ہے کہ اس تخت نشینی کی امید دل سے نہ گئی تھی، اور یہی امید رہی تھی کہ عنقریب جب نزول ہو جائے گا، تو تھوڑے ہی عرصے کے بعد ان بارہ تختوں کے جن کا مسیح نے وعدہ کیا ہے مالک بن بیٹھیں گے۔

دیکھو ان کی مقدس کتابوں کے مطابق کوئی عیب باقی نہ رہا، جو انبیاء کے سر نہ لگا، کیا بت پرستی کرنا، اور کیا بتخانہ بنانا، اور کیا زنا کرنا، اور کیا چوری کرنا، اور کیا جھوٹ بولنا، کیا تبلیغی احکام میں اور کیا اور معاملات میں، اور کیا جھوٹی قسمیں کھانا، اور کیا قتل، اور کیا اور، سوا غور کرنے کا مقام ہے کہ سب ایسی برائیاں انبیاء پر تجویز کرنی اور رسالت کے فائدے کو خاک و ہول میں ملانا اور اسی طرح کے اور قبائح اور الزامات (۱) کا تسلیم کرنا اور ان کتابوں کو الہامی اور غیر محرف کہے جانا کیسی بے انصافی کی بات ہے۔

حاشا وکلا انبیاء کی ہرگز ہرگز یہ شان نہیں کہ وہ بت پرستی کریں، یا بت خانہ بنوائیں، یا تبلیغی احکام میں جھوٹ بولیں، یا اپنی بیٹیوں سے خراب ہو جائیں، یا اور اس قسم کے برے کام کریں، بلکہ یقیناً ایسے ایسے جھوٹے قصے یہودیوں اور صلیب پرستوں نے بنائے ہیں، اور انبیاء علیہم السلام کا دامن ایسے برے کاموں سے پاک ہے، اللہ ہم کو ایسے برے عقائد سے پناہ میں رکھے، اور اپنے انبیاء کے طفیل ہمارا خاتمہ خیر پر کرے، اور قیامت میں

(۱) جن میں سے بعض بعض کی تصریح پہلی جلد اور اس جلد کے اندر گزری۔ ۱۲۱ منہ

اپنے برگزیدہ بندوں کے گروہ میں اٹھاوے آمین آمین آمین۔

دوسری قسم

(معجزہ اور کرامت نہ نبوت کی دلیل ہے نہ ایمان کی)

دوسری قسم اس مباحث کے بیان میں کہ معجزے اور کرامت کا صدور نبوت کی دلیل بلکہ ایمان کی بھی دلیل نہیں۔

(۱) متی کی انجیل کے ۷ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

”۲۲۔ بہترے مجھے اس دن کہیں گے: اے خداوند، اے خداوند! ہم نے تیرے نام سے کیا نبوت کی بات نہیں کہی؟ اور تیرے نام لیوؤں کو نہیں بہکایا؟ اور تیرے نام سے بہت سی کرامتیں ظاہر نہیں کیں؟

۲۳۔ تب میں انہیں بھی جواب دوں گا: اے بدکارو! میرے پاس سے دور ہو، میں تمہیں کبھی نہیں جانتا۔“

اس میں حضرت مسیح نے ایسا صاف فرمادیا کہ پھر اس امر میں کسی طرح کا

اشتباہ نہیں رہا۔

تفسیر ہنری واسکاٹ میں ہے:

”معجزوں والا ایمان اس ایمان کے بغیر جو ٹھٹھا کا وسیلہ ہے، اور اس

کے جو بغیر عشق اور اطاعت سے کام کرتا ہے ممکن ہے کہ پایا جائے، اور ہر طرح کی زبان بولنے اور مریضوں کو شفا بخشنے کی قدرت دنیا میں مقبول کرتی ہے، لیکن خدا کے نزدیک پاکیزگی مقبول ہے، اور خدا کا فضل اس آدمی کو جس سے کرامت کا صدور نہ ہو، آسمان پر لے جائے گا، اور معجزہ بغیر فضل کے آسمان پر نہیں لے جاتا، اور کرامتیں اب موقوف ہو گئیں، ان کے ساتھ یہ عذر بھی موقوف ہوا۔

(یہاں تک مفسروں کا کلام تھا)

سو اس میں صاف اقرار ہے، مگر یہ قول ”اور کرامتیں اب موقوف ہو گئیں“ غلط ہے، اس لئے کہ اس انجیل کے موافق کرامت کا صدور جھوٹوں سے قیامت تک ہوتا رہے گا۔

(۲) متی کی انجیل کے چوبیسویں باب کے ۲۴ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

”جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی ظاہر ہوں گے اور ایسے بڑے معجزے اور

کرامتیں دکھلا دیں گے کہ اگر ممکن ہوتا تو وہ برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔“

(۳) تھسلیٹیکوں کے دوسرے نامہ کے دوسرے باب کے ۹ درس میں و جال کے

حال میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

”اس کا آنا شیطان کے کئے سے کامل قدرت اور جھوٹے عجائب و

غرائب کے ساتھ ہوگا۔“

(نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۲ء):

”اور اس کا آنا شیطان کے کارگر ہونے کے مطابق ہر طرح کی قدرت

اور جھوٹے عجائب و غرائب سے (ہوگا)۔“

(فارسیہ ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

”ظہور ش از عمل شیطان با ہر قسم معجزہ و عجائب و غرائب کاذب می باشد۔“

(۴) مشاہدات کے ۱۳ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۳ء):

”۱۳۔ اور بڑے عجائب ظاہر کئے، یہاں تک کہ آدمیوں کی نظر میں آسمان سے زمین پر آگ برسائی۔

۱۴۔ اور جن معجزوں کو اس حیوان کے سامنے دکھانے کی قدرت اسے دی گئی تھی، ان سے زمین کے رہنے والوں کو غما دیا لُح۔“

(۵) یہود ایش کر یوتی جس کا ذکر پہلی قسم میں گذرا پطرس حواری کی طرح بیماروں اور

کوڑھیوں کو چنگا کرنے اور مردوں کے جلانے اور دیووں کے نکالنے کی قدرت رکھتا تھا۔

(۶) شاول بھی پیشین گوئی کرتا تھا جو معجزے کی بڑی قسم ہے، اور اس کا ذکر بھی اوپر گذرا۔

(۷) توریت کے مطابق ساحروں نے حضرت موسیٰ کے کئی معجزات کے مقابل ویسا ہی کر دکھایا تھا۔

(۸) عہد عتیق اور عہد جدید کے مطابق جن کے آشنا کو غیب کی بات بتلا دینے کی طاقت ہوتی ہے، اور یہ بھی طاقت ہوتی تھی کہ ایک زمانہ پہلے مرے ہوئے شخص کو زندہ کر کے بلا لیں۔

(۹) یوسفیش مؤرخ کی تحریر کے موافق سلیمان نے ایسے منتر اور اعمال بنائے تھے کہ ان سے بیماریوں کی تخفیف ہوتی تھی، اور جنات دور ہو جاتے تھے، اور وہی مؤرخ لکھتا ہے کہ:

”میرے عہد تک وہ عمل خوب جاری رہے۔“

اور آخر کی ان تین باتوں کی صراحت پہلی جلد کے اندر پہلے سوال کے جواب میں گذری۔

بارہویں ہدایت

بعض ترجموں اور جناب مسیح اور حواریوں کی گواہی اور بعض پرانے نسخوں کے بیان میں، اور اس بات کے بیان میں کہ میری رائے اس عہد عتیق اور جدید کی نسبت کیا ہے۔

اور اس ہدایت کو چار قسم کر کے پہلی قسم میں بعض ترجموں کا حال اور دوسری قسم میں بعض پرانے نسخوں کا حال اور تیسری قسم میں جناب مسیح اور حواریوں کی گواہی کا حال اور چوتھی قسم میں اپنی رائے کو لکھوں گا۔

پہلی قسم

(بعض ترجموں کے حال کے بیان میں)

پہلا ترجمہ جو قدیم اور بڑا معتبر ہے، ترجمہ سپٹو اجنٹ ہے، اور اس کے خزانے کا حال دوسری ہدایت کے اندر گزرا۔

دوسرے وہ بہت سے ترجمے جو لاطینی زبان میں تھے، جو جیروم سے پہلے کئے تھے، اور ان کا یہ حال تھا کہ ان میں سے بعض پر لے درجے کے محرف تھے، اور ان کے بعض مقامات خود انہیں کے بعض دوسرے مقامات سے ٹکراتے تھے، جیسا کہ جیروم فریاد کرتا ہے، اور اس امر کی آدم کلارک مفسر نے اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں مقدمہ کے اندر تصریح کی ہے۔

تیسرے وہ بہت سے یونانی ترجمے جو سپٹو اجنٹ کے علاوہ تھے، اور جیروم سے پہلے ۴۰۰ء کے قریب پائے جاتے تھے، اور ان کا حال یہ تھا کہ خراب اور ایک دوسرے سے مختلف تھے، جیسا کہ اس انگریز مؤرخ کی تحریر سے جس کی نقل دوسری ہدایت میں گذری معلوم ہوا ہے۔

چوتھا مشہور لاطینی ترجمہ ہے جو کیتھولک مذہب کے دین و ایمان کا مدار ہے، اور اس کی خرابی کا حال چوتھی ہدایت کی چودھویں وجہ میں گزرا۔

پانچواں ترجمہ یونانی ارازمس کا ہے جو ۱۵۱۷ء میں تیار ہوا، اور اس کا حال یہ ہے کہ پندرہویں صدی تک انگلستان میں یونانی زبان کا کچھ چرچا نہ تھا، لیکن جب ۱۴۵۳ء میں اہل اسلام نے شہر قسطنطنیہ کو فتح کر لیا، تو اس وقت اہل یونان یورپ کے

مختلف ملکوں کی طرف چلے گئے، اور کچھ انگلستان میں بھی آئے۔

اور ۱۵۱۶ء میں یونانی علم کی انگلستان میں تعلیم شروع ہوئی، تو پھر اس زبان کا چرچا یہاں بھی شروع ہو گیا، اور ارازمس نے اپنا ترجمہ تیار کیا۔

ولیم کارپنٹر جو پرنٹسٹنٹ فرقہ کا ایک بڑا عالم ہے کہتا ہے کہ:

”اول اول جو نسخہ یونانی نکلا وہ نسخہ ارازمس کا ہے، جو ۱۵۱۶ء میں تیار ہوا، اور جن نسخوں سے اس نے وہ نسخہ بنایا، وہ صرف چار ہی نسخے تھے، اور ان میں سے بھی تین نسخے جن کو وہ بہت استعمال کرتا تھا پورے نہ تھے، بلکہ ان میں صرف عہد جدید کی کتابوں کے جزء تھے، اور کچھ معتبر بھی نہ تھے، اور وہ بعض یونانی مرشدوں کے کلام سے اور لاطینی ترجمہ سے صحیح کرتا تھا، اور اگر کسی جگہ میں مطلب نہ کھلتا تو اپنے خیال کے موافق صحیح کر دیتا تھا، اور اس مصالح کی حالت (یعنی نسخوں کی ایسی قلت اور خرابی) سے جو ارازمس کے پاس تھا، یہ ظاہر ہے کہ وہ گو کیسا ہی فاضل ذہین ہو اس کا نسخہ بہت بہتر نہیں ہو سکتا، اور اس نے پچھلے طبقوں میں بہت سی تبدیلیاں کیں، گو ان میں بہت اچھی بھی تھیں، لیکن اس کے اصل نسخے میں فرق نہیں ہوا۔“

(یہاں تک ولیم کارپنٹر کا کلام تھا)

سو دیکھو ولیم کارپنٹر کے اقرار کے مطابق یہ ترجمہ بھی خراب ہی تھا۔

چھٹا ترجمہ

چھٹا انگریزی ترجمہ ٹنڈیل کا ہے جس کو ٹنڈیل صاحب نے ارازمس کے ترجمہ کے اس نسخے سے جو تیسری بار چھپا تھا بنایا ہے، اور جب اس کی اصل کا وہ حال ہے جو اوپر گذرا تو اب اس فرع کا حال کیا پوچھنا چاہئے۔

شب ٹونسل نے اس ترجمہ میں سے صرف عہد جدید کے ترجمہ کے اندر

دو ہزار خرابیاں نکالیں تھیں، اور اڈورڈ ششم کے وقت غلطی کا الزام لگا کر اس کے سب نسخے جلائے گئے۔

(یہاں تک وارڈ کی کتاب سے منقول ہوا)

اور واٹسن اپنی کتاب کی تیسری جلد میں لکھتا ہے (نسخہ ۹۱ء):

”جب وکلف کے ترجمے کے جلادینے کا حکم نکل چکا تب بٹلر نے ۱۴۱۰ء میں ایک کتاب لکھی، اور ۱۴۲۸ء میں ایک کونسل بیٹھی، اور اس کے حکم سے وکلف کی ہڈیاں نکال کر جلائیں، اور دریا میں بہائی گئیں، اور ۱۵۲۶ء میں دسی کارڈنل اور دوسرے بشب لوگوں نے حکم کیا کہ ٹنڈیل کا ترجمہ نہ پڑھا جائے، اور ممانعت کے واسطے اس مضمون کا اشتہار اپنے اپنے علاقوں میں جاری کیا کہ لو تھر کے بعض پیروؤں نے غلط ترجمہ کیا ہے، اور خدا کے کلام کو جھوٹے ترجمے اور الحادی حاشیوں سے خراب کیا ہے، اس لئے وہ ترجمہ جس کے پاس ہوئیں (۳۰) دن کے اندر وانکر جنرل کے پاس حاضر کر دے، ورنہ کلیسا سے نکالا جائے گا اور بدعتی ہونے کی تہمت اسے لگے گی“ اور اسی سال لندن کے بشب ٹونسٹل اور ٹامس مور نے عنقریب (یعنی تقریباً) تمام نسخے پال کے کر اس میں جلادیئے، اور ۱۵۲۹ء میں ٹونسٹل نے اسٹن پیکنٹن سوداگر کی معرفت اس ترجمہ کے نسخے خرید کر کے مقام چیپ سائڈ میں علانیہ جلادیئے، اس کے بعد جب ٹنڈیل نے نظر ثانی کر کے پھر دوبارہ ۱۵۳۰ء میں طبع کرایا، اور اپنے بھائی جان ٹنڈل اور دوسروں کی معرفت اس کو پوشیدہ پوشیدہ پھیلا یا اس پر بشب لندن نے ان پھیلانے والوں کو طلب کیا، اور تشہیر کر کے انہیں کے ہاتھ سے سب نسخوں کو چیپ سائڈ کے اندر جلوادیا، اور اٹھارہ ہزار آٹھ سو چالیس پونڈ اور دس پنس ان پر جرمانہ ہوا، (جس کے ہمارے ملک کے رواج کے موافق ایک لاکھ اٹھاسی ہزار چار سو روپیہ اور ساڑھے چھ آنے انداز ہوتے ہیں)۔

اور ۱۵۴۶ء میں بادشاہ ہنری ہشتم کا حکم ہوا کہ ٹنڈیل اور کورڈیل کا ترجمہ اور اسی طرح اور کتابیں جن کی پارلیمنٹ نے اجازت نہیں دی، اور فرت اور وکلف وغیرہما کی کتابیں نہ پڑھی جاویں، بلکہ جلا دینے کے لئے حکومت اور کلیسوں کے افسروں کے حوالے کیجاویں، چنانچہ بشپ لندن کے حکم کے موافق پال کراس میں جلائی گئیں، اور ۱۵۵۴ء میں نماز کی کتاب معہ انجیل کے جلائی گئی، اور ۱۵۵۵ء میں ایک اشتہار اس مضمون کا جاری ہوا کہ بدعتی کتابیں نہ کہیں پہنچائی جائیں اور نہ کوئی اپنے پاس رکھے۔
(یہاں تک واٹسن کی عبارت تھی)

ساتواں ترجمہ

ساتواں ترجمہ دین عیسوی کے مصلح جناب لو تھر کا ہے جو ڈچ زبان میں تھا، اور اس کا حال یہ ہے کہ:

زوینگلس نے جو فرقہ پروٹسٹنٹ کا ایک بڑا عالم ہے، مصلح دین عیسوی کو اس ترجمہ کی بابت یوں لکھا تھا:

”اے لو تھر تو خدا کے کلام کو بگاڑتا ہے، تو تو پاک کتابوں کا بڑا ہی بگاڑنے والا اور پلٹ دینے والا ہے تجھ سے ہمیں کتنی شرم آتی ہے کہ ہم اب تک تیری بیحد قدر کرتے تھے، اور اب ایسا ثابت کریں کہ تو ایسا ہے۔“

اور اس کے عوض میں جناب لو تھر نے زوینگلس کے ترجمہ کو خارج کیا تھا، اور دین کے بارے میں زوینگلس کو احمق اور گدھا اور دجال اور فریبی کہا ہے۔
اور ککرمین صاحب اس ترجمہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

”یہ ترجمہ عہد عتیق کی کتابوں خصوصاً ایوب کی کتاب اور پیغمبروں کی کتابوں کو عیب دار ثابت کرتا ہے، اور ایسا کچھ تھوڑا نہیں۔“

اور بسر اور اوسیا نڈر جناب مصلح کو کہتے تھے کہ ”تو نے ترجمہ غلط کیا ہے۔“

اور سٹافیلِس اور امیرس نے اس کے صرف عہد جدید کے ترجمے میں
چودہ سو خرابیاں نکالیں ہیں اور کہا ہے کہ وہ بدعتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہاں تک جو کچھ اس ترجمہ کی بابت نقل ہوا وارڈ صاحب نے
اپنی کتاب اغلاط نامہ میں لکھا ہے:

لو تھر اور اس کے ہم عصر علماء کے اقوال

اور اس جگہ چونکہ جناب لو تھر اور دوسرے فضلاء کی رو و بدل مذکور ہوئی تو
مناسب ہے کہ کچھ اور اقوال ان کے علماء عصر کے اور خود انہیں کے نقل کردوں تاکہ
جناب مصلح لو تھر کی علوشان ناظرین پر ظاہر ہو جائے۔

اور ان اقوال کو کیتھولک ہرلڈ کی نویں جلد اور کتاب اغلاط نامہ کے ۴۲ صفحہ سے
نقل کروں گا۔

اور ان دونوں نے چونکہ ان کتابوں کے نام جن سے نقل کئے ہیں ہر قول کے
سامنے لکھ دیئے ہیں اس لئے ان کو نقل کروں گا، پہلے تبرکاً خود لو تھر کے اقوال سے شروع
کرتا ہوں۔

(۱)

”آدمی کی طبیعت گھوڑے کی مانند ہے، اگر خدا اس پر بیٹھا تو اس طرف
جاتی ہے جس طرف خدا چاہتا ہے، اور اگر شیطان اس پر سوار ہوا تو ادھر جاتی ہے
جس طرف شیطان لے جاتا ہے، اور وہ از خود کسی سوار کو پسند نہیں کرتی، بلکہ سوار
خود کوشش کرتے ہیں کہ کون اس کو حاصل کرے، اور اس پر قابض ہوئے۔“

(یہاں تک جناب مصلح کا کلام تھا)

دیکھو اس میں آدمی کو کس قدر مجبور بتلاتے ہیں۔

(۲) ”جس شخص نے اصطباغ پایا، تو نجات اس کی نہیں جاتی گو کیسے ہی گناہ سخت سے سخت

کرے، اس لئے کہ کوئی گناہ بدیقینی کے سوا ملعون نہیں کرتا۔“

(۳) ”جب کتب مقدسہ حکم کریں کہ یہ کار نیک کرو، تو سمجھ لو کہ وہ کتابیں حکم کرتی ہیں اس نیک کام کے نہ کرنے کو، اس لئے کہ تو اس کو نہیں کر سکتا۔“

(یہاں تک جناب مصلح کا کلام تھا)

دیکھو ایک ایسا قاعدہ کلیہ بتلادیا جو مقدس کتابوں کے سمجھنے کے لئے کافی ہے، اور اس کے ذریعہ سے ان کا سارا مطلب الئے طور پر سمجھنا چاہئے۔

(۴) ”میری رائے میں نہ کوئی بادشاہ ہے، اور نہ کوئی شہنشاہ اور نہ کوئی شیطان کہ جس کو مانوں، اور میں تو سب دنیا کی بھی نہ مانوں گا۔“

(۵) ”میں جلتا ہوں، ہزار شعلوں سے جو میرے اس گوشت (۱) میں ہیں جس پر میں قادر نہیں، اور میں جیسا کہ چاہئے روح میں سرگرم ہونا، ویسا میں صرف ناپاکی میں سرگرم ہوں جب میں کیتھولک تھا، عمر میری مجاہدہ اور شب بیداری میں گزری، روزے میں، نماز میں، مفلسی میں، عفت میں، طاعت میں، اور جب میں مصلح بنا تو طبیعت کی ادنیٰ خواہش کو بھی روک نہیں سکتا۔“

اب دوسروں کے اقوال سنئے۔

(۱) ان کا ایک ہم عصر کہتا ہے:

”میں کانپتا ہوں، جب خیال کرتا ہوں، لو تھر کے غصوں کو کہ وہ دبتے نہیں ہر کلیس (۲) کے غصوں سے۔“

(۲) ان کا ایک دوسرا معاصر کہتا ہے کہ:

”یہ آدمی حقیقت میں پاگل ہو گیا ہے اور وہ کبھی حق سے لڑنا موقوف نہیں کرتا، تمام انصاف کے خلاف بلکہ اپنے دل کے بھی خلاف۔“

(۱) یعنی آکہ تاسل ۱۲ منہ

(۲) ایک بڑے ظالم بادشاہ کا نام ہے ۱۲ منہ

(۳) لو تھر کا ایک پیروا یکو لیم پی ڈیس کہتا ہے کہ:

”وہ تکبر اور شیخی سے پھولا ہوا، اور شیطان کا بہکایا ہوا ہے۔“

(۴) زو ینگلس کہتا ہے کہ:

”شیطان اس درجہ لو تھر پر مسلط ہوا ہے کہ اس کا استاد بن گیا ہے، اور ہر شخص کو یقین آجائے کہ شیطان چاہتا ہے کہ اس پر سب طرح سے قابض ہو جائے۔“

اور وہی زو ینگلس کہتا ہے کہ:

”لو تھر سے یہ کچھ عجب نہیں، اس لئے کہ وہ اپنی کتاب کے ایک صفحہ میں کچھ لکھتا ہے، اور دوسرے صفحہ میں کچھ، اور اس کے مخالف، اور تو دیکھے گا اس کے پیروں کے اندر اس کو ایک گروہ جیسا ایک گروہ شیطانیوں کے اندر ہے۔“

(۵) کون ریڈر لیس لکھتا ہے کہ:

”خدا نے لو تھر کو شیخی کی سزا دینے کو جو اس کے ہر کام میں ظاہر ہے اپنی روح کو اس سے کھینچ لیا، اور اس کو غلطی اور جھوٹ کی روح کے حوالے کیا کہ وہ ہمیشہ اس کے پیروں پر قابض رہے گی، جب تک کہ وہ لو تھر کی پیروی کریں گے۔“

(۶) کلیسہ زورک لکھتا ہے کہ:

”لو تھر جو ہم کو مردود اور ملعون فرقہ لکھتا ہے اس کو کہدو کہ خبردار رہے کہ خود ہی مردود اور سخت مبتدع نہ ہو جائے، اس لئے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ جو سچ کا اقرار کرتے ہیں مل نہیں سکتا، اور تعجب ہے کہ اس شخص نے کیسا شیطانوں کو اپنے اوپر قابض کر لیا ہے، اور کیا ہی ناپسند اس کی زبان ہے، اور کیسی اس کی باتیں دوزخ کے شیطانوں سے بھری ہیں۔“

اور وہ کہتا ہے کہ:

”شیطان اب رہتا ہے زو ینگلس کے فرقتے میں، اور ہمیشہ رہے گا، اور

کلمات کفر کے نکلتے ہیں ان کے سینوں سے جو شیطانی بلکہ بڑے شیطانی بلکہ بہت ہی بڑے شیطانی ہیں، اور ان کی زبانیں کچھ نہیں مگر جھوٹی جو ہلتی ہیں شیطان کی مرضی میں اور تر ہیں، بلکہ بڑی تر بلکہ بہت ہی بڑی تر شیطانی زہر سے جو دوزخی زہر ہے، اور ایسی باتیں کسی نے کبھی کسی غضب ناک شیطان کے منہ سے بھی نہ سنیں، اور اس نے اپنی سب کتابیں شیطان کی تعلیم سے جس سے اسے سروکار تھا، اور جس نے اسے بڑی دلیلوں سے قائل کیا تھا لکھی ہیں۔“

(۷) ارازمس جو عیسائی مذہب کا بڑا فاضل ہے اور ہالینڈ اور برطانیہ وغیرہ کا سرمایہ افتخار کہلاتا ہے، لو تھر کو لکھتا ہے:

”سب نیک آدمی حسرت کرتے ہیں، تیری اس مہلک بدعت کے سبب جس سے تو دنیا کو ہلا رہا ہے، اور وہ مغرور اور بے لگام اور سرکش روح سے ہے۔“
اور یہ بھی لکھتا ہے کہ:

”لو تھر کے شاگرد بھی اس کو مبتدع کہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ وہ انجیل کی روح سے نکالا گیا، اور دنیاوی روح کو دیا گیا ہے، حقیقت اور درست یہ ہے کہ لو تھر خراب ہے، خدا کرے کہ وہ اپنی طبع پر کچھ محنت گوارا کر کے اس بے احتیاطی کو جو اس کے ہر جزء میں جوش مار رہی ہے روکے۔“

آٹھواں ترجمہ

آٹھواں ترجمہ بینرا کا جس کے اہل انگلستان پیرو ہیں، اور اس کا حال یہ ہے کہ ایکول مے پیڈلیس اور بیزن کے علماء کہتے ہیں:

”یہ ترجمہ بہت جگہ میں بد ہے، اور بالکل روح القدس کے مخالف۔“

اور فاضل مولیٰ نس کہتا ہے کہ:

”بینرا حقیقت میں انجیل کی عبارت کو بدلتا ہے۔“

اور کاسٹیلیو جو کالونی مذہب کا ایک فاضل ہے، اور اوسیا نڈر کے قول.....

کے مطابق واقف اور زباندان ہے، اپنی کتاب میں جو بینرا کے ترجمہ کی خرابیوں کو ثابت کرنے کے لئے لکھی ہے، ملامت کر کے کہتا ہے کہ:

”اس کی میں سب غلطیاں نہ لکھوں گا، اس لئے کہ اس کے واسطے ایک بڑی کتاب چاہئے۔“

نواں ترجمہ

نواں ترجمہ کاسٹیلیو کا اور اس کا حال یہ ہے کہ بینرا کہتا ہے:

”یہ ترجمہ تو برا اور الحادی ہے۔“

اور کاسٹیلیو نے اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی ہے، اس کے مقدمہ میں

لکھتا ہے:

”بعض لوگوں نے ہمارے بائبل کے لاطینی اور فرانسیسی ترجمہ کو صرف

نالائق ہی نہ سمجھا، بلکہ روح القدس کے ارادے کے خلاف سمجھ کے رد کیا ہے۔“

دوسواں ترجمہ

دوسواں ترجمہ علماء زورک کا، اور اس کا حال یہ ہے کہ لواتھرس اور ہوسی پین

اپنی تاریخوں میں لکھتے ہیں کہ:

”فروشی روس نے اس ترجمہ کو چھاپ کر لوٹھر کے پاس بھیجا، لوٹھر نے

نا پسند کر کے واپس کیا، اور مردود ٹھہرایا۔“

گیارہواں ترجمہ

گیارہواں ترجمہ ٹاکرین کا، اور اس کا حال یہ ہے کہ الک ٹرادف سکسنی نے

بڑے غصے سے اسے مردود ٹھہرا کر لوٹھر کا ترجمہ اس کی جگہ مقرر کیا۔

بارہواں ترجمہ

بارہواں ترجمہ کتاب الصلوٰۃ کا جس میں بعض بعض زبوروں کا بھی ترجمہ تھا، اور یہ ترجمہ خاص انگلستان میں ہوا تھا، اور اس کا حال یہ ہے کہ پرنٹسٹنوں نے بادشاہ جیمس اول کو ایک عرضی اس مضمون کی دی تھی، کہ ہماری نماز کی کتاب میں جو زبور داخل ہیں، ان میں عبرانی کے مخالف دو سو جگہ کے قریب زیادتی اور کمی اور تبدیلی پائی جاتی ہے، اور اس سبب سے انہوں نے ایک کتاب لکھی، اور اس میں ترجمہ کی سب غلطیاں بتلائیں، اور ایسا ہی حال ان کے ترجموں اور ان کی تفسیروں کا ہے۔

مولیٰ نس کہتا ہے کہ:

”کالون نے اپنی کتاب ہارمنی میں انجیل کی عبارتوں کو تہ وبالا کر ڈالا ہے، اور انجیل کے الفاظ پر اندھیرا کر دیا ہے، اور متن میں عبارت بڑھائی ہے۔“
اور مسٹر کارلائل کہتا ہے کہ:

”انگریزی مترجموں نے مطلب کو فاسد کیا ہے، سچ کو چھپایا، اور جاہلوں کو فریب دیا، اور انجیل کے سیدھے مطلب کو ٹیڑھا کیا، اور ان لوگوں کو نور سے ظلمت اور سچ سے جھوٹ زیادہ پسند ہے۔“

اور جب ایملڈ صاحب نے انگلستان کے کلیسا پر طعن کیا تب وائی ٹیکر نے اس پر یوں لکھا ہے کہ:

”کارلائل صاحب نے یا بعض اور نے جو ہمارے ترجمہ بائبل کے خلاف میں لکھا ہے، سو بے فائدہ ہے، اور کچھ مطلب اس سے حاصل نہیں ہوتا، البتہ بعض چیزیں اس قابل ہیں کہ درست کی جاویں۔“

اور لنکن کے علماء نے اپنے دین کا پاس کر کے بادشاہ کو اس امر کی اطلاع دی کہ:

”بائبل کا انگریزی ترجمہ ایسا خراب ہے کہ بعض جگہ گھٹا دیا ہے، اور بعض

جگہ بڑھا دیا ہے، اور بعض جگہ بدل دیا ہے، اور بعض جگہ روح القدس کی مراد کو پوشیدہ کر دیا ہے۔

اور بعض نے اس ترجمے کے بارے میں کہا ہے:

یہ بیہودہ اور بے معنی ترجمہ ہے، اور روح القدس کی مراد کو بہت جگہ پلٹ دیا ہے، اور اسی سبب سے بہت سے پڑوسٹھوں نے اس پر دستخط نہیں کئے۔

چنانچہ مسٹر برجیس نے کہا تھا کہ:

”میں ایسے ترجمہ کی جس میں بہت سی زیادتی اور کمی ہے، اور بعض جگہ مطلب کو پوشیدہ کرتا ہے، اور بعض جگہ الٹ دیتا ہے، کیونکر سند دوں۔

اور مسٹر بروٹن نے کونسل کے لارڈ لوگوں سے درخواست کی تھی، کہ ایک نیا انگریزی ترجمہ تیار ہو کیونکہ جو ترجمہ اس وقت انگلستان میں مروج ہے وہ غلطیوں سے پر ہے، اور شب لوگوں سے کہا تھا، کہ تمہارا مشہور انگریزی ترجمہ ایسا ہے کہ عہد عتیق کی کتابوں کی عبارت کو ۸۴۸ جگہ الٹا ہے، اور کروڑ ہا آدمیوں کو عہد جدید کی کتابوں کے رد کرنے اور دوزخ میں پڑنے کا سبب ہوا ہے۔“

اور پانچویں ترجمہ کے بیان سے یہاں تک عیسائی مذہب کے علماء کے جو اقوال لکھنے میں آئے ہیں وہ سب کے سب وارڈ صاحب کی کتاب ”اغلاط نامہ“ سے منقول ہوئے ہیں، اور ڈاکٹر گریمری مارٹن نے ترجموں کی خرابی کے حال میں ایک کتاب لکھی ہے۔

اور علماء مذکورین کے اقوال کے مطابق اس ترجمہ کے جو انگلستان کے کلیسیوں

کے ایمان کا مدار تھا، یہ آٹھ اوصاف تھے:

(۱) مطلب کا فاسد کرنے والا۔

(۲) سچ کا چھپانے والا۔

(۳) انجیل کے سیدھے مطلب کو ٹیرھا کرنے والا۔

(۴) روح القدس کی مراد کو پوشیدہ کرنے والا۔

(۵) اور روح القدس کی مراد کو پلٹنے والا۔

(۶) یہودہ۔

(۷) بے معنی غلطیوں سے پر کہ جس نے ۸۲۸ جگہ عہد عتیق کی عبارتوں کو الٹ دیا۔

(۸) اور کروڑوں آدمیوں کے عہد جدید کے رد کرنے کا سبب بنا۔

بھلا ان اقوال کے موافق ان ترجموں کی خرابی اور ان کے مترجموں کی تحریف میں کوئی کسر باقی ہے۔

اور کتاب اول سلاطین کے سترہویں باب کا چوتھا درس قریب سب ترجموں بلکہ ان کی تقریباً سب شرحوں کے موافق یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء ۱۸۲۲ء) :

”اور ایسا ہوگا کہ تو اس نالے سے پیوگا، اور میں نے کووں کو حکم کیا ہے کہ دے تیری پرورش کریں۔“

اس پر دین عیسوی کے منکروں نے طعن کیا ہے۔

سو ہارن اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں اس طعن کو یوں نقل کر کے جواب دیتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء صفحہ ۶۳۹) :

”بعض منکروں نے اس پر طعن کیا ہے کہ کس طرح کوئے جو نایاک

جانور ہیں پیغمبر کے لئے خوراک لاتے، لیکن اگر یہ منکر اصل لفظ کو دیکھتے تو ایسا

طعن نہ کرتے، کیونکہ وہ لفظ اور بم ہے، اور اس کا معنی عرب ہے جیسا کہ کتاب

دوم اخبار الانبیاء باب کے ۲۹ دلائل میں، اور کتاب انجیل کے ۳ باب کے ۷ درس

میں اسی معنی میں مستعمل ہے، انوں کتاب پیدائش پر شہر پست، گریتا علماء یہودیوں کی

ایک تفسیر ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بت شان کی نواحی میں ایک شہر تھا،

جہاں اس پیغمبر (یعنی ایلیا) کو چھپنے کا حکم ہوا تھا، اور جیروم کہتا ہے کہ اور بم جو عرب کی سرحد کے ایک شہر کے باشندے ہیں، پیغمبر کو کھانا دیتے تھے، اور جیروم کی یہ گواہی بڑی قیمتی ہے، گولاٹینی کے مطبوعہ ترجموں میں کوئے کا لفظ لکھا ہے، مگر اخبار الامام اور نحیاء نے اور جیروم نے اور بم کا ترجمہ عرب لوگ کیا ہے۔

اور عربی کے ترجمے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ سے مراد آدمی ہیں نہ کہ جانور، اور جارچی یہود کا مشہور مفسر بھی یہی ترجمہ کرتا ہے، اور کس طرح ہو کہ پاک پیغمبر جو شریعت کی اتباع پر بڑا گرم جوش اور بے باک اور اس کا حامی تھا شریعت کے خلاف ناپاک جانوروں مثل کوؤں سے گوشت پاتا، اور کس طرح جان سکتا، کہ یہ ناپاک جانور گوشت لانے سے پہلے لاشوں پر نہ ٹھہرے ہوں گے، علاوہ اس کے پورے ایک برس تک ایلیا کو روٹی اور گوشت پہنچا، پس کس طرح ایسی خدمت اتنی مدت تک کوؤں کی طرف منسوب ہو، اس لئے غالب گمان یہ ہے کہ اورب یا اوربو کے باشندوں نے پیغمبر کی خوراک پہنچانے کا کام انجام دیا ہوگا۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

دیکھو اس جگہ ہارن عیسائی مذہب کے تقریباً تمام شارحین اور مترجمین کی غلطی

ثابت کرتا ہے، اور بعض وجوہ سے دلیل پکڑ کے کہتا ہے کہ:

”اور بم کے معنی عرب لوگ ہیں نہ کوئے۔“

اور تیسری ہدایت کے اندر چھٹے اختلاف کے بیان میں گذرا کہ ہارن نے کہا

ہے کہ:

”مہری (مہر شدہ) ترجمہ انگریزی کا مترجم چونکہ یہاں اچھی طرح

دریافت نہ کر سکا، تو اس نے یوں ترجمہ کیا: قابیل نے اپنے بھائی ہابیل سے

باتیں کیں۔“

اور آدم کلارک مفسر نے بھی ایسا ہی کچھ کہا ہے، اور بشب ہارسلی نے بھی بہت جگہ اس انگریزی ترجمہ کو اچھا نہیں سمجھا، مثلاً کتاب پیدائش کے ۳۶ باب کے ۲۲ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”یہ وہ عنایہ جس نے بیابان میں جس وقت وہ اپنے بات کے گدھوں کو چراتا تھا خنجر پیدا کئے۔“

اس جملہ کی بابت اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۷۷ میں لکھتا ہے:

”بہتریوں ہے یہ وہ عنایہ جو لڑا ائم سے دیکھو بوشارٹ کو۔“

اور کتاب خروج کے ۴ باب کے ۲۵ درس میں ترجمہ مہری میں یوں ہے:

”اور اسے اس کے پاؤں پر پھینکا، اور کہا تو بیشک خونی ختم ہے۔“

اور اس جگہ ترجمہ کرنے والوں میں کچھ اختلاف ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء):

”و در پیش قدمش انداختہ گفت کہ فی الحقیقت تو از یں خوں نکاح یافتہ۔“

(نسخہ ۱۸۴۲ء):

”..... اور اسے اس کے پاؤں پر پھینکا، اور کہا تو ختن خون ہے۔“

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”اور اسے اس کے پاؤں پر پھینکا اور کہا تو بے شک خون کے سبب میرے سرے کی جگہ ہوا۔“

اور بشب ہارسلی اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۸۷ میں یوں لکھتا ہے:

”بہتریوں ہے اس نے اس (۱) کے پاؤں پکڑے اور کہا کہ تو خون کے

سبب میرا سر اے۔“

اور کتاب قوانین ۸ باب کے ۳۱ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء)

۱۸۲۲ء):

”جیسے میں نے یہ کہتے ہوئے امر کیا ہے۔“

اور بشب ہارسلی اس درس کی شرح میں اس جملہ کی بابت یوں لکھتا ہے:

”بہتر یوں ہے کہ جیسے مجھ کو حکم ہوا ہے، جب کہ مجھ کو یہ بات کہی گئی۔“

بہر حال ترجموں کا حال عیسائیوں میں سلف سے خلف تک ابتر ہے، گوان

انگریزی مترجموں کو کارلائل صاحب کے قول کے مطابق اس بات میں فوقیت ہو کہ

ان کو نور سے ظلمت اور سچ سے جھوٹ زیادہ پسند ہے، اور ان کے علماء کے اقرار کے

موافق یہ خرابی..... مذکر کی جگہ مؤنث، اور مؤنث کی جگہ مذکر، اور تشنیہ کی جگہ جمع، اور جمع

کی جگہ تشنیہ، بلکہ مفرد کی جگہ کہیں تشنیہ اور کہیں جمع، یا تشنیہ کی جگہ مفرد، اور مجرور کی جگہ

مرفوع، اور مرفوع کی جگہ مجرور، اور اسی طرح کہیں مرفوع کی جگہ منصوب، اور منصوب

کی جگہ مرفوع یا مجرور، سب ترجموں میں، کیا عربی اور کیا لاطینی اور کیا یونانی تو عام و باکی

طرح پھیلی ہوئی ہے۔

اور ان کا عذر اس بارے میں یہی ہے کہ چونکہ مسیحیوں کی بول چال میں سادگی

ہے، اس سبب سے یہ خطا ہو جاتی ہے، علاوہ اس کے روح القدس کو اور اسی طرح اگلے

پیغمبر اور پوپ لوگوں کو بھی اول ہی سے منظور نہیں ہوا کہ خدا کا کلام قواعد نحو یہ کا پابند

ہو، اور جب آپ یہ عذر کرتے ہوں، تو اب ہم کیا کہیں، کیونکہ خود روح القدس بھی ایسا

غلط کہہ دیتا ہے، اور اس کی تشریح پہلی جلد کے اندر پہلے سوال کے جواب میں گذری۔

اور چونکہ شروع سے میں پادریوں کی اس عادت سے واقف ہوں کہ جب کسی

ترجمہ سے ان پر سند پکڑو، اور وہ ان کے مطلب کے مخالف ہو، تو بلا تامل کہہ دیتے ہیں

کہ یہ ترجمہ غلط ہے، تو اس لحاظ سے میں کبھی ترجموں کا اختلاف نکالنے میں مشغول نہیں ہوا، البتہ صاحب استفسار نے تو کچھ نکالے ہیں، اور چونکہ ان کا بیان فائدے سے خالی نہیں تو ان کو نقل کر دیتا ہوں، اور شاذ و نادر کہیں اپنی طرف سے بھی بڑھادوں گا، لیکن عہد عتیق سے فقط توریت کے اور عہد جدید سے فقط اناجیل اربعہ کے ترجموں کے اختلافات کو نقل کروں گا، اور دیگر کتابوں کے ترجموں کے اختلاف کی طرف التفات نہ کروں گا (۱)۔

کتاب پیدائش

(۱) پہلے باب کا ۲۷ درس نسخہ ۱۸۲۹ء:

”تب خدا نے آدمی کو اپنی صورت بنایا، خدا کی صورت پر اسے پیدا

(۱) گو اور بھی کام کے تھے مگر طوالت کا خوف مانع ہوا، مثلاً یوشع کی کتاب کے ۶ باب کے ۲۶ درس میں عربی ترجمہ ۱۸۱۱ء والے نے اتنی عبارت اپنی طرف سے بڑھادی ہے:

كك فعل او ان الذي في بيت اسرائيل إلا دون بكره أسسها
ويعوت الذي سلم آخر أولاده نصب أبوابها۔

اور یہ مضمون کسی اور ترجمہ میں نہیں پایا جاتا۔

اور دوسری زبور کے ۱۲ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۱۱ء):

الزموا الأدب لئلا يغضب الرب۔

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

”بیٹے کو جو موٹا نہ ہو دے کہ وہ تم سے بیزار ہو۔“

اور اب دوسرے ترجمے اس اردو ترجمہ کے موافق نہیں، دیکھو پہلا کہاں اور دوسرا کہاں۔

صاحب استفسار کہتا ہے کہ:

”بیٹے سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں۔“

دیکھو کیسی تبدیلی ہوئی، سچ کہتا ہوں کہ سینکڑوں جگہ بائبل میں اسی طرح کی تبدیلی اور کمی بیشی ہوئی

کیا الخ۔“

اور ترجمہ فارسی ۱۸۳۹ء اور عربی ۱۶۲۵ء کا اس کے موافق ہے۔

اور عربی ۱۸۱۱ء میں یوں ہے:

”فخلق الله آدم بصورته بصورة شرفها الله
مسلطاً خلقه۔“

دیکھو یہ جملہ ”شرفها الله مسلطاً خلقه“ کسی ترجمہ میں نہیں ہے۔

(۲) دوسرے باب کا ۸ درس ۱۶۲۵ء:

”غرس الرب فردوس النعيم من البدی۔“

یعنی نعمت کا باغ لگایا خدا نے آبادی سے باہر

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”غرس جناناً فی عدن شرقیاً۔“

یعنی باغ لگایا خدا نے عدن میں پورب کی طرف۔

دیکھو کتنا فرق ہے؟

(۳) دوسرے باب کا ۲۱ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

”فألقى الرب الإله على آدم سبات النوم فرقد۔“

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

”پھر یہواہ خدا نے انسان پر بھاری نیند بھیجی، اور وہ سو گیا۔“

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”فأوقع الله سباتاً على آدم فنام لئلا يحس۔“

یعنی ڈال دی خدا نے نیند آدم پر کہ وہ سو گیا تاکہ وہ احساس نہ کرے۔

دیکھو ”لئلا يحس“ کی کمی بیشی۔

(۴) تیسرے باب کا ۵ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

”تکونان کالآلہة“۔

یعنی ہو جاؤ گے تم دونوں خداؤں کی مانند۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”تکونان کالمملئكة“۔

یعنی ہو جاؤ گے تم دونوں فرشتوں کی مانند۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”خدا کی مانند ہو جاؤ گے“۔

اول میں لفظ خداؤں کا جمع کے صیغہ سے، اور دوسرے میں لفظ فرشتوں کا اور

تیسرے میں لفظ خدا کا مفرد کے صیغہ سے واقع ہوا ہے۔

اور بالفرض اگر نسخہ ۱۶۲۵ء میں سو جگہ خدا کا نام ایسے مقاموں میں ہوگا تو نسخہ

۱۸۱۱ء میں پچاس ساٹھ جگہ خدا کے نام کے بدلے فرشتے کا لفظ ہوگا۔

(۵) چھٹے باب کا ۲ درس نسخہ (۱۶۲۵ء):

”فرأی بنوا اللہ بنات الناس أنهن حسنات اتخذوا الهم

نداء“۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”رای نبواً شراف بنات العامة حسناً فاتخذوا الهم

نداء“۔

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

”فرزند ان خدا دختر ان انسان را مشاهده کردند کہ خوبصورت ہستند و ہر کرا

ازیشان پسندیدند بنگاہ خود در آوردند“۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”تو خدا کے بیٹوں نے آدمیوں کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وہ خوبصورت ہیں تو ان سمجھوں میں سے جس نے جس کو پسند کیا، اس نے اس سے بیاہ کیا۔“
یہاں دو باتیں ہیں۔

پہلی بات

ایک یہ کہ نسخہ ۱۸۱۱ء میں خدا کے لفظ کو اشرف کے ساتھ بدل ڈالا۔

دوسری بات

دوسری یہ کہ فارسی اور اردو کے مترجموں نے یہ جملہ ”ان سمجھوں میں جس نے جسے پسند کیا“ بڑھا دیا ہے، عربی کے مترجموں نے گھٹا دیا ہے۔
(۶) چھٹے باب کا ۶ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

”فندم اللہ علی عملہ الإنسان علی الأرض فتأسف
بقلبہ داخلا۔“

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”تب یہوواہ آدمی کے زمین پر پیدا کرنے سے پچھتایا، اور دل گیر ہوا۔“
اور ترجمہ فارسی ۱۸۳۹ء والا اس کے موافق ہے (نسخہ ۱۸۱۱ء):
”کرہ اللہ خلقہ ولد آدم علی الارض وکرہ ماجاء من
معصیتہم۔“

یہاں بھی دو باتیں ہیں ایک یہ کہ جس کا پہلے مترجموں نے ”ندم“ یا ”پچھتایا“ یا ”پشیمان شد“ کے ساتھ ترجمہ کیا، پچھلے مترجم نے ”کرہ“ کے ساتھ اس کا ترجمہ کیا، اور دونوں میں بڑا فرق ہے، اول کفر کا کلمہ ہے دوسرا نہیں۔

دوسری بات یہ کہ جملہ ”کرہ ماجاء من معصیتہم“ کی کمی بیشی ہے۔

(۷) ترجمہ عربی ۱۶۲۵ء اور ترجمہ فارسی ۱۸۳۹ء اور اردو کے ترجمے ۹ باب کے ۳ درس میں یکساں ہیں، اور عربی کے ترجمہ ۱۸۱۱ء میں ”طاہر“ لفظ زائد ہے، اور اس کی تشریح چودہویں سوال کے جواب میں گزری۔

(۸) سولہویں باب کا ۱۲ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

”هَذَا سَيَكُونُ إِنْسَانًا وَحْشِيًّا يَدَّهْ ضِدَّ الْجَمِيعِ، وَيد
الْجَمِيعِ ضِدَّهْ“

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”وہ ایک وحشی آدمی ہوگا، اور اس کا ہاتھ سب سے برخلاف ہوگا، اور
سبھوں کا ہاتھ اس کے برخلاف ہوگا۔“
(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”يدَهْ فِي الْكُلِّ وَيَدُ الْكُلِّ فِيهِ“

یعنی اس کا ہاتھ سب میں اور سب کا ہاتھ اس میں۔

پہلے ترجمے مخالفت پر اور پچھلا ترجمہ موافقت پر دلالت کرتا ہے۔

(۹) سولہویں باب کا ۱۳ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

”رَأَيْتُ يَقِينًا هَهْنَا قَفَانَا ظُرَى“

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”یہاں میں نے اپنے دیکھنے والے کا پیچھا دیکھا۔“

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”رَأَيْتُ هَهْنَا رَحْمَتَكَ بَعْدَ رُؤْيَا الشَّقَاءِ“

یعنی یہاں میں نے تیری مہربانی دیکھی رنج دیکھنے کے بعد۔

دیکھو یہ کہاں اور پہلا مضمون کہاں؟

اور اس عبارت کے بعد ”رؤیتی الشقاء“ کا اضافہ ہے۔

(۱۰) ترجمہ عربی ۱۶۲۵ء اور ترجمہ فارسی اور اردو کے ترجمے بیسویں باب کے ۱۲ درس

میں موافق ہیں، اور ترجمہ عربی ۱۸۱۱ء والا ان سب کے مخالف ہے، اور تشریح اس کی چودھویں سوال کے جواب میں گزری۔

(۱۱) پچیسویں باب کا ۱۸ درس (نسخہ ۱۸۱۱ء):

”أقام بحضرة جميع أخوتهم“

اور ترجمہ عربی ۱۶۲۵ء والا اس کے موافق ہے، یعنی اسماعیل نے اپنے سارے

بھائیوں کے سامنے بود و باش اختیار کی۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”وہ اپنے سارے بھائیوں کے حضور مر گیا۔“

دیکھو کہاں بود و باش اختیار کرنا، اور کہاں مرجانا۔

(۱۲) پچاسویں باب کا ۱۹ درس:

”لا تخافوا أننى أخاف الله“

یعنی تم مت ڈرو، ہر آئینہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”مت ڈرو، کیا میں خدا کی جگہ ہوں؟“

دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔

کتاب خروج

(۱) چوتھے باب کا ۶ درس (نسخہ ۱۸۱۱ء):

”أنت له تكون أستاذ“

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”تو اس کے لئے خدا کی جگہ ہوگا۔“

دیکھو کتنا فرق ہے؟ عربی میں استاذ اور اردو میں خدا ہے۔

(۲) ۲۴ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

”فلما كان موسى في الطريق فتلقيه الرب“

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”اور راہ میں منزل پر یوں ہوا کہ یہواہ اسے ملا۔“

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”فلما كان في الطريق فأجأ ولده ملاك الله“

یعنی جس وقت موسیٰ راہ میں تھا ناگہاں اس کے بیٹے کو اللہ کا فرشتہ ملا۔

دیکھو ان ترجموں میں کتنا اختلاف ہے؟

(۳) چھٹے باب کے ۲۰ درس میں ترجمہ عربی ۱۸۱۱ء والا اور فارسی ۱۸۳۹ء والا اور

اردو کے ترجمے موافق ہیں، اور عربی ترجمہ ۱۶۲۵ء والا مخالف ہے، اور اس کی تشریح چودہویں سوال کے جواب میں گذری۔

آدمی پر خدا کا اطلاق

(۴) ۷ باب کا اول درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

”قد جعلتك إلهاً لفرعون“

یعنی میں نے تجھے فرعون کا معبود بنایا۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”قد جعلتك أستاذاً لفرعون“

یعنی میں نے تجھے فرعون کا استاذ بنایا۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”میں نے تجھے فرعون کے لئے اپنا قائم مقام بنایا۔“

(فارسیہ ۱۸۳۹ء):

”ترا پیش فرعون پہنچو خدا گردانیدہ ام۔“

اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرح انجیل والوں نے بھی عیسیٰ کے حق میں لفظ

”رب“ وغیرہ کا کہا ہوگا۔

(۵) دسویں باب کا ۱۰ درس (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”یہوواہ یوں ہی تمہارے ساتھ رہے جو میں تمہیں اور تمہارے بچوں کو

جانے دوں۔“

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

”معاذ اللہ کہ شمار امعاء اطفال رخصت دہم۔“

دیکھو کہاں یہوواہ یوں ہی تمہارے ساتھ رہے، اور کہاں معاذ اللہ؟

(۶) بیسویں باب کا ۱۳ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

”لا تشہد علی قریبک شہادۃ زور۔“

یعنی تو اپنے نزدیکی والے پر جھوٹی گواہی مت دے۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”لا تشہد علی أخیک شہادۃ زور۔“

یعنی تو اپنے بھائی پر جھوٹی گواہی مت دے۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”اپنے ہمسایہ پر جھوٹی گواہی مت دے۔“

دیکھو نزدیکی والے میں تین احتمال ہیں (۱) برادری والا (۲) ہمسائے

والا (۳) ساتھ والا، اور بھائی میں دو احتمال ہیں (۱) قرابت کا بھائی (۲) دین کا بھائی، ہمسایہ ہو یا نہ ہو اور ہم سائے میں برادری کا بھائی اور دین کا بھائی جو ہمسایہ نہ ہو داخل نہیں ہوتا۔

(۷) اسی بیسویں باب کا ۱۴ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

”ولا تشته بيت قريبك۔“

یعنی اور اپنے نزدیکی والے کے گھر کا لاچ مت کر۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”ولا تهو بيت صاحبك۔“

یعنی اور تو اپنے یار کے گھر کا لاچ مت کر۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”اور تو اپنے ہمسائے کے گھر کا لاچ مت کر۔“

دیکھو اول میں وہی احتمال ہیں جن کا ذکر اوپر گذرا، اور صاحب میں مطلق

برادری والا یا دین والا، اگر یار نہ ہو داخل نہیں ہو سکتا، اور ہمسایہ میں برادری والا یا دین والا یا یار جو ہمسایہ نہ ہو، داخل نہیں۔

فائدہ

یہ حکم ان احکام عشرہ میں سے ہے، جن کے بارے میں عیسائی کہتے ہیں کہ:

”حضرت موسیٰ کو تختی پر لکھ کر خدا نے دیئے تھے۔“

سو دیکھو کہ اصل لفظ کو نقل نہ کرنا، اور صرف اس کا ترجمہ ایک طرح کا اپنے

عند یہ کے موافق لکھ کر کہنا کہ یہی مطلب خدا کا ہے کیسا فساد لایا۔

(۸) اکیسویں باب کا ۱۲ درس (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”جو کوئی کسی مرد کو مارے اور وہ مر جاوے وہ البتہ قتل کیا جائے۔“

(نسخہ ۱۶۲۵ء):

”إن ضرب رجلا صاحبه و مات موتاً يموت۔
یعنی اگر کسی نے کسی کو مارا اور وہ مر گیا تو وہ مرے گا۔

دیکھا کہاں ”البتہ مار ڈالا جاوے“ اور کہاں ”وہ مرے گا“ پہلے سے یقیناً سمجھا جاتا ہے کہ قصاص لیا جائے، اور دوسرے سے شبہ ہوتا ہے کہ قصاص نہ لیا جائے، اس واسطے کہ وہ آپ ہی ایک روز مرے گا، اس فقرے پر موقوف نہیں، اکثر جگہ اس نسخہ ۱۶۲۵ء میں ”یقفل“ کی جگہ ”یموت“ کا لفظ لکھا ہے، سو یہ اس نسخہ کا حال ہے جس کو اربابانوس ٹامن کے حکم سے بہت سے عربی داں عیسائیوں نے جمع ہو کر تیار کیا ہے۔

(۹) اکیسویں باب کا ۳۲ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

”يعطى ثلثين أستاراً من الفضة۔“

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”ثلثين مثقالاً من الفضة۔“

(نسخہ ۱۸۲۳ء و ۱۸۲۹ء):

”مثقال کے وزن کے تیس روپیہ دیئے۔“

دیکھو کہاں استار اور کہاں مثقال؟ ان دو اوزان میں فرق ہے، اور یہ فرق حکم میں ہوا، کہ اب مشتبہ ہو گیا کہ آیا جرمانہ میں تیس استار چاندی دئے، یا تیس مثقال چاندی۔

(۱۰) بائیسویں باب کا ۲۰ درس (نسخہ ۱۸۳۹ء):

”كسے قربانی را پیش معبود دیگر بجز خداوند ذبح نماید ہلاک شود۔“

(نسخہ ۱۸۲۳ء و ۱۸۲۹ء):

”جو کوئی فقط یہواہ کے سوا کسی معبود کو نذر چڑھاوے عذاب سے مار ڈالا

جاوے۔“

دیکھو کہاں ”ہلاک شود“ جس میں شبہ ہو جاتا ہے کہ مارڈالا نہ جائے، اور کہاں ”عذاب سے مارڈالا جاوے“۔

اور نسخہ ۱۸۴۲ء میں دونوں کے مخالف یوں ہے کہ:
”جو کوئی فقط خداوند کے سوا الہوں (معبودوں) کے لئے ذبح کرے وہ حرام کیا جائے گا“۔

یہ فرق بھی حکم میں پڑا کہ اب مشتبہ ہو گیا کہ اس کے موافق کیا کریں، آیا اس نذر چڑھانے والے کو قطعی طور پر عذاب سے مارڈالیں یا فقط مذبح کو حرام سمجھیں، یادوں میں سکوت کریں۔

(۱۱) تینتیسویں باب کا ۱۳ درس (۱۶۲۵ء):

”أرني وجهك“۔

یعنی تو اپنے تئیں مجھے دکھلا۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”تو مجھ کو اپنی راہ بتلا“

یہ قول خداوند تعالیٰ سے حضرت موسیٰ کے سوال میں واقع ہوا۔
دیکھو قدیم نسخہ قرآن شریف کے موافق ہے، اور نئے نسخے قرآن کے خلاف
غالباً پادریوں نے قصداً نئے نسخوں میں ایسی کارستانی کی ہے۔

کتاب قوانین

(۱) پچیسویں باب کا ۳ درس (نسخہ ۱۸۱۱ء):

”لا تدفع إلیه ورقك وطعامك برّياً“۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء و ۱۸۴۲ء):

”تو اسے سودی روپے قرض مت دے، نہ اسے نفع کے لئے کھانا کھلا“۔

(نسخہ ۱۶۲۵ء):

”لا تقرضه فضتك بربا ولا تأخذ منه مما استلف منك

الطعام“۔

یعنی تو اسے سودی روپے قرض مت دے، اور جو کھانا اس نے تجھ سے

قرض لیا ہے مت پھیرے۔

دیکھو یہاں بھی خدا کے حکم میں فرق پڑ گیا۔

کتاب استثناء

(۱) بارہویں باب کا ۱۵ درس (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”گوشت کھایا کر خواہ پاک ہو یا ناپاک“۔

(نسخہ ۱۶۲۵ء):

”كل إمام أن كان غير طاهر، أن يكون فيه عيب أو كان

ضعيفاً وإما أن كان طاهراً وهو الكامل بغير عيب“

یعنی گوشت کھا خواہ ناپاک ہو، اس طرح پر کہ کچھ عیب اس میں ہو یا

ضعیف ہو، خواہ پاک ہو، اور یہ پورا ہے بے عیب۔

دیکھو یہاں بھی عین خدا کے حکم میں کمی بیشی ہے۔

(۲) اسی ۱۲ باب کا ۳۰ درس (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء و ۱۸۳۲ء):

”نه هو کہ تو ان کے معبودوں کے حال کی تفتیش کرے“۔

(نسخہ ۱۶۲۵ء):

”وانظر ان كان تسئل من سننهم“

یعنی خبردار ہو اس سے کہ تو ان کے طریقوں کی تفتیش کرے۔

دیکھو کہاں معبود؟ کہاں طریقہ؟ یہاں بھی خدا کے حکم میں فرق پڑ گیا، اور جیسا

یہاں معبود کا لفظ لکھا گیا اسی طرح حضرت عیسیٰ کے حق میں بعض جگہ اس قسم کا لفظ لکھا گیا۔

(۳) سترہویں باب کا ۸ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

”وَإِنْ عَسَرَ عَلَيْكَ وَرَأَيْتَ أَنَّكَ غَاجِزٌ مِنَ الْفَصْلِ مِنْ بَيْنِ الدَّمِ وَالْدَمِ وَالْحَكْمِ وَالْحَكْمِ وَالْبَرَصِ وَالْبَرَصِ“۔

اس نسخے کی عبارت میں تین الفاظ ہیں (۱) ”دم“ یعنی خون (۲) ”حکم“ یعنی فیصلہ (۳) ”برص“ یعنی سفید داغ۔
(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”وَإِذَا خَفِيَ مِنْكَ أَمْرٌ مِنَ الْأَحْكَامِ بَيْنَ دَمٍ إِلَى دَمٍ وَدِينٍ إِلَى دِينٍ وَحُكْمٍ بِبَلَاءٍ إِلَى بَلَاءٍ“۔
(نسخہ ۱۸۳۹ء):

”اگر امرے از امور منازعت در بلا و تو در تیز خون یا دعویٰ یا زخم واقع گردد“۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”جس وقت کہ تو کسی قضیے کے فیصلے سے عاجز ہو یا کوئی قضیہ کیوں نہ ہو خونی کے قصاص کرنے اور مدعی کے دعوے کا اور مارنے کی سزا“۔

دیکھو اول میں ”سفید داغ“ اور دوسرے میں ”بلا“ جو اس سے عام ہے، اور تیسرے میں زخم، اور پچھلے نسخوں میں ”مارنے کی سزا“ ہر ایک جدا جدا گاتا ہے، اور اب تک اس قسم کی تبدیلی بائبل کے لفظوں میں جاری ہے۔

(۴) بیسویں باب کا ۱۱ درس (نسخہ ۱۶۲۵ء):

”يَكُونُ الْكَعْبِيدُ يُعْطَى الْجَزِيَّةُ“۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”يكونون لك ذمة ويخدمونك“۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”تو ساری خلق جو اس شہر میں ہے تیری خراج گزار ہوگی، اور خدمت کرے گی“۔

دیکھو کہاں خدمت اور کہاں جزیہ؟

(۵) اکیسویں باب کا ۲۰ درس (نسخہ ۱۸۳۹ء):

”نشہ باز ست“۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء و ۱۸۳۲ء):

”کیفی ہے“۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”مفرط فی الحرام“۔

یعنی بڑا ہی حرام کار ہے۔

دیکھو کہاں نشہ باز اور کیفی، اور کہاں بڑا حرام کار؟ پہلے دونوں سے نشہ کی

خدمت نکلتی ہے، پچھلے والے نے اس مطلب کو اڑا دیا۔

(۶) بتیسویں باب کا ۶ درس (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء و ۱۸۳۲ء):

”کیا وہ تمہارا باپ نہیں ہے“۔

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

”آیا اوپر تو نیست“۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”أليس هو منشئك“۔

یعنی کیا وہ تیرا پیدا کرنے والا نہیں؟

دیکھو یہ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف میں فرمایا تھا، سو کہاں باپ، اور کہاں پیدا کرنے والا، اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر کبھی حضرت عیسیٰ نے اللہ تعالیٰ کو باپ کہا ہے تو خالق ہی کے معنی میں کہا ہے، جیسے یہاں کیا گیا۔

(۷) اسی ۳۲ باب کا ۹ درس (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”یعقوب اس کی میراث کی قسمت ہے۔“

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”آل یعقوب مفضلہ وصاحبہ۔“

یعنی اولاد یعقوب کہ اس کو بزرگی دینے والی اور یار ہے۔

(۸) اسی ۳۲ باب کا ۷ درس (نسخہ ۱۸۱۱ء):

”معبودات لم يعرفوها، حدثات جاءت من قریب ولم

یعبأ بها خیارکم۔“

یعنی وہ معبود جنہیں، دے نہ پہنچانتے تھے، جو نئے تھوڑی مدت سے

ظاہر ہوئے کہ تمہارے اچھے لوگ انہیں بے حقیقت جانتے تھے۔

(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”معبودوں کے لئے جن کو وہ نہ پہنچانتے تھے، وہ معبود جو تھوڑی مدت

سے ظاہر ہوئے تھے، جن سے تیرے باپ دادے نہ ڈرتے تھے۔“

دیکھو کہاں ”اچھے لوگ“ اور کہاں ”باپ دادے“ اور اس جگہ سے اور اسی طرح

اور سیکڑوں جگہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ معبود حادث نہیں ہو سکتا، اور اس سے حضرت عیسیٰ کی

خدائی بھی غلط ٹھہرتی ہے، اس لئے اکثر ایسے مقاموں میں مترجموں نے لفظ بت یا

مورت کا لکھ دیا ہے، چنانچہ درس مذکورہ بالا میں بت کا لفظ مذکورہ بالا ترجموں میں نہیں

ہے، اور نسخہ ۱۸۳۹ء والے نے بے ایمانی کر کے لکھ دیا ہے، اور ترجمہ یوں کیا:
 ”معبوداتے کہ آئنا واقف نبودند، بہتائے نو کہ دریں ایام پیدا شدند۔“

اب یہاں سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ جہاں کہیں حادث کے معبود ٹھہرانے کی ممانعت ہے وہاں یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی الوہیت کے بطلان کو ختم کرنے کے لئے لفظ بت یا مورت کا لکھ دیتے ہیں۔

مستی کی انجیل

(۱) پہلے باب کا ۲۱ درس (نسخہ ۱۸۱۴ء):

”تو اس کا نام عیسیٰ رکھنا کہ وہ اپنی امت کو اگلے گناہوں سے بچا دے گا۔“

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

”تو اس کا نام یسوع یعنی نجات دینے والا رکھنا، اس واسطے کہ وہ اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا۔“

دیکھو بعد کے نسخے میں یہ نئی عبارت ”یعنی نجات دینے والا“ ملائی گئی، اور

۱۸۴۴ء والے نے کچھ سوچ کر اس پر علیحدگی کا نشان کر دیا ہے۔

(۲) چھٹے باب کا ۷ درس (نسخہ ۱۸۱۶ء):

”فإذا صليتم لا تغفوا كالعوام۔“

یعنی جب تم دعا مانگو، عوام کی طرح لغویات نہ بولا کرو، یا لغو حرکت نہ کیا

کرو۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”إذا صليتم لا تكثروا الكلام كالوثنيين۔“

(نسخہ ۱۸۳۰ء، ۱۸۳۴ء و ۱۸۴۶ء):

”اور جب تم دعا مانگتے ہو، بت پرستوں کی مانند زیادہ بک بک نہ کرو۔“

دیکھو پہلے نسخے اور پچھلے نسخوں میں دو طرح کا فرق ہے:

ایک یہ کہ پہلے میں ”عوام“ اور پچھلے میں ”بت پرست“ اور ان میں خاص و عام کا فرق ہے۔

دوسری یہ کہ پہلے نسخے سے لغو حرکت کی بھی ممانعت معلوم ہوتی ہے، اور پچھلے نسخوں سے نہیں۔

(۳) اسی انجیل کے چھٹے باب کا ۱۱ اور ۱۲ (نسخہ ۱۸۱۶ء):

”هب لنا کفافاً من الخبز۔“
یعنی گذران کے موافق ہمیں روٹی دے۔

(نسخہ ۱۸۱۱ء):

”خبزنا الذی للغد آتنا الیوم۔“
یعنی ہماری آئندہ کل کی روٹی ہمیں آج ہی دے دو۔

دیکھو کتنا فرق ہے، پہلا ترجمہ زہد پر اور دوسرا ترجمہ کمال حرص پر دلالت کرتا

ہے۔

(۴) اسی انجیل کے دسویں باب کا ۲۵ اور ۲۶ (نسخہ ۱۸۱۶ء):

”خداوند خانہ راہہ بعلز بول مسمی نمودند۔“

اور اکثر نسخے اس کے موافق ہیں۔

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

”صاحب خانہ کا نام بعلز بوب یعنی بیویوں کا سردار رکھا ہے۔“

اس نسخہ میں بعلز بوب کی تفسیر بڑھالی گئی ہے۔

اور ۱۸۲۳ء والے نے کچھ سوچ کر اس پر بھی علیحدگی کا نشان کر دیا ہے۔

(۵) گیارہویں باب کا ۴ اورس (نسخہ ۱۸۱۱ء):

”فإن أردتم أن تقبلوه فهو ايليا المزمع أن ياتي“

(نسخہ ۱۸۳۰ء و ۱۸۳۳ء و ۱۸۳۶ء):

”اگر تم قبول کیا چاہتے ہو تو ایلیا جو آنے والا تھا یہی ہے۔“

(نسخہ ۱۸۱۶ء):

”فإن أردتم أن تقبلوه فهذا هو المزمع بالاتيان“

دیکھو ان نسخوں میں ایلیا کی کمی بیشی ہے، چاہے یہ کہو کہ پہلے نسخوں میں تحریف

کر کے بڑھایا گیا یا یہ کہو کہ پچھلے نسخہ سے تحریف کر کے اڑا دیا گیا۔

(۶) سولہویں باب کا ۴ اورس (نسخہ ۱۸۱۶ء):

”گفتند کہ بعضے یحییٰ تہمید دہندہ و بعضے الیاس و بعضے ارمیا“

(نسخہ ۱۸۱۳ء):

”بعضے کہتے ہیں کہ تو یحییٰ اصطہا غی ہے، اور بعضے الیاس اور بعضے یمبا

کا بیٹا۔“

دیکھو یہاں ارمیا کے نام کو بدل ڈالا۔

(۷) اٹھارہویں باب کا ۲۴ اورس (نسخہ ۱۸۱۶ء):

”أتی علیہ بمديون عشرة آلاف قنطار“

(نسخہ ۱۸۱۶ء):

”شخصے رانزدوے آوروند، مبلغ وہ ہزار قنطار یدہ کار بود۔“

(نسخہ ۱۸۱۳ء):

”وہ ایک کو جس پر اس کے دس ہزار توڑے قرض تھے اس کے سامنے

لائے۔“

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

”ایک کو جس پر اس کے دس ہزار یعنی قریب ۳۴۲ لاکھ روپے کے قرض تھے لائے۔“

دیکھو اولاً تو یہاں اختلاف ہے، اور ثانیاً پچھلے نسخے والے نے اتنی عبارت ”۳۴۲ لاکھ“ تفسیر کے طور پر اپنے طرف سے ملا کر کلام ربانی کا جزء بنا دیا۔

(۸) انیسویں باب کا ۷ درس (نسخہ ۱۸۲۴ء):

”تو مجھے کیوں اچھا کہتا ہے؟ اچھا تو کوئی نہیں مگر ایک جو خدا ہے، اور اگر تو چاہتا ہے کہ زندگی میں داخل ہو تو احکام نگاہ رکھ۔“

اور سب نسخے اس کے موافق ہیں مگر ۱۸۳۹ء میں یوں ہے:

”اس نے اس سے کہا: تو مجھ سے کیوں نیکی کا سوال کرتا ہے، نیکی تو یہی ہے کہ اگر تو اس زندگی میں داخل ہو اچھا ہے تو حکموں پر عمل کر۔“

دیکھو اس تثلیث والے مترجم نے کیسی تحریف کی، اور تثلیث کے بطلان کو کیسا مٹا دیا، اگرچہ یہ تحریف اب تک نسخوں میں پھیلی نہیں، مگر تعجب نہیں کہ پھیل جائے گی، اور جب پہلے کے نسخے جاتے رہیں گے تو عیسائی لوگ کہنے لگیں گے کہ انجیل اول کے مؤلف نے یوں ہی لکھا ہے۔

یوحنا کی انجیل

(۱) ساتویں باب کا ۴۰ درس (نسخہ ۱۸۱۶ء):

”بدرستیکہ ایس پیغمبر ہما نست۔“

(نسخہ ۱۸۱۴ء):

”بہتیروں نے کہا کہ حق ہے یہ وہ پیغمبر ہے۔“

(نسخہ ۱۸۱۶ء):

”وهذا الرجل نبی“

دیکھو پچھلے مترجم نے کیا غضب کیا کہ ”هذا هو النبی“ کی جگہ جس کا ترجمہ ”اس پیغمبر ہمانست“ یا ”یہ وہ نبی ہے“ ہوتا ہے، فقط نبی کا لفظ لکھ گیا، اور ایک بڑا مطلب الٹ دیا، کیونکہ پہلوں کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے لوگوں کو یحییٰ اور مسیح کے سوا ایک اور پیغمبر کا بھی انتظار تھا، اور یہ مضمون عربی ترجمے سے بالکل جاتا رہا، اور اسی طرح اور جگہ بھی ہے، جو کتاب استفسار کے سولہویں استفسار کے ناظر پر ظاہر ہوتا ہے۔

فائدہ

جاننا چاہیے کہ ترجموں کے اس قسم کے اختلاف (۱) کہیں تو اصل کے اختلاف کے سبب ہیں، اور (۲) کہیں پادریوں کی خیانت کے سبب اور (۳) کہیں ان کی نالیافتی اور قلت اجتہاد کے سبب، اور (۴) کہیں لفظ مشترک ہونے کے سبب بھی ہیں، اور ہم ہرگز یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ترجموں کے سبب اختلاف اصل کے اختلاف کے سبب ہیں اور اگر کوئی شخص نادانستگی سے ایسا کہے تو وہ دلیل اس کی نادانستگی کی ہے، اور بعض وقت پادری لوگ اس کے جواب میں دونوں اخیر کے اسباب کو اختیار کرتے ہیں، اور شروع کے دونوں اسباب سے انکار کر بیٹھتے ہیں تو وہ محض جھوٹے ہیں، جیسا کہ ساتویں ہدایت کے اندر اور اس بارہویں ہدایت کی اسی پہلی قسم میں معلوم ہو گیا۔

دوسری قسم

بعض پرانے نسخوں کے بیان میں

عہد عتیق کی کتابوں کا کوئی مکمل عبرانی نسخہ دسویں صدی کے قبل کا لکھا ہوا اور بائبل کی تصحیح کرنے والوں کو نہیں ملا، اور ایک پرانا عبرانی نسخہ یعنی کوڈکس لادیا نوس جو ڈاکٹر کنی کاٹ کے ہاتھ آیا تھا، سو وہ اس کو دسویں صدی کا لکھا ہوا بتلاتا تھا اور موسیو ڈی روسی اسکو گیارہویں صدی کا لکھا ہوا کہتا تھا، اور اس کی صحت کا یہ حال تھا، کہ جب ونڈر ہوٹ نے صحت کا دعویٰ کر کے بڑے زور و شور سے عہد عتیق کا عبرانی متن چھپایا تو اس نسخہ سے چودہ ہزار جگہ میں اختلاف کیا، جن میں دو ہزار سے زائد اختلاف تو توریت میں تھا، اور اب پادری لوگ جو مسلمانوں کے مقابلے میں دعوے کر کے بعض پرانے نسخوں کی نشان دہی کر کے کہا کرتے ہیں کہ یہ نسخے محمد ﷺ کے زمانے سے بہت پیشتر کے لکھے ہوئے ہیں، اور وہ سب موجودہ نسخوں کے موافق ہیں تو ایسے بڑے پرانے سندھی نسخے ان کے نزدیک تین ہیں۔

پہلا نسخہ - کوڈکس اسکندریا نوس

کوڈکس (۱) اسکندریا نوس یا الکسندرنیوس جو ملک انگلستان میں لندن کے کتب خانہ میں ہے، اور اس کو بائبل کی تصحیح کرنے والوں نے سب نسخوں میں سے اول درجہ پر مقرر کر کے اول نمبر لگایا تھا۔

(۱) کوڈکس اسکندریا نوس: کوڈکس کے معنی آئین کی کتاب کے ہیں، اور اسکندریا نوس کے معنی اسکندریہ والی، اور چونکہ یہ کتاب اسکندریہ میں تھی تو اس لئے اس کو کوڈکس اسکندریا نوس کہتے ہیں، یعنی آئین کی کتاب اسکندریہ والی۔ ۱۲ منہ

دوسرا نسخہ - کوڈکس وائی کانوس

دوسرا کوڈکس (۱) وائی کانوس جوائلی کے ملک میں شہر روم کے کتب خانے میں ہے اور اس کو بائبل کی تصحیح کرنے والوں نے دوسرے درجہ میں مقرر کر کے دوسرا نمبر لگایا تھا، اور ان دونوں نسخوں میں عہد عتیق کی کتابوں میں سے ایک کا بھی اصل عبرانی نسخہ نہیں ہے، بلکہ ان دونوں میں یونانی ترجمہ کے نسخے ہیں، سو عہد عتیق کا ایسا کامل عبرانی نسخہ جو دسویں صدی سے قبل کا لکھا ہوا ہو، پادری لوگ بھی اس کی نشاندہی نہیں کر سکتے، اور ان دونوں نسخوں کی صحت کا یہ حال ہے کہ عہد عتیق اور جدید کے کسی دو پرانے نسخوں میں ایسا اختلاف نہیں جیسا ان دونوں میں ہے، جیسا کہ ہارن تصریح کرتا ہے، اور جب ان پرانے نسخوں میں خود آپس میں ایسا اختلاف ہو تو اب کے نسخوں کے ساتھ مطابقت اور کلی موافقت کا تو کیا ذکر رہا۔

تیسرا - کوڈکس افریقی

تیسرا کوڈکس افریقی جو شہر پیرس کے ایک کتب خانہ میں موجود ہے، اور اس میں فقط عہد جدید کی کتابیں ہیں، اور عہد عتیق کی ایک کتاب بھی اس میں نہیں، سو اب ہمارے لئے ضروری ہوا کہ ان تینوں نسخوں کی حقیقت کو دریافت کریں، اور پادریوں کے ان دونوں دعوؤں کے بارے میں بتا دیں کہ یہ محض مغالطے ہیں۔

کوڈکس اسکندریانوس کا حال

سو کہتا ہوں کہ کوڈکس اسکندریانوس کے حال میں ہارن صاحب اپنی تفسیر کی

(۱) یہ کتاب وائیکن میں جو روما شہر میں ہے تھی، اس لئے اس کو کوڈکس وائی کانوس کہتے ہیں، یعنی آئین کی

کتاب جو وائیکن میں تھی۔ ۱۲ منہ

دوسری جلد کے صفحہ ۷۳ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

”یہ نسخہ چار جلدوں میں ہے، ان کی پہلی تین جلدوں میں عہد جدید کی جھوٹی اور سچی کتابیں ہیں اور چوتھی جلد میں عہد جدید اور کلیمنٹ کا پہلا خط جو گرنٹھوں کو لکھا تھا، اور جھوٹا زبور جو سلیمان کی طرف منسوب ہے، اور عہد جدید کے اندر متی کی انجیل میں پہلے باب سے پچیسویں باب کے چھٹے درس تک اور یوحنا کی انجیل میں چھٹے باب کے پچاسویں درس سے آٹھویں باب کے ۵۲ درس تک اور گرنٹھوں کے دوسرے نامہ میں چوتھے باب کے ۱۳ درس سے ۱۲ باب کے ۷ درس تک غائب ہے، اور زبور سے پہلے اٹھانے سیش کا ایک خط ہے، اور زبور کے بعد اس کی ایک فہرست ہے جو دن رات کے ہر گھنٹے کی نماز میں پڑھی جاتی ہے، اور چودہ دھرم گیت ہیں جن میں سے گیارہواں حضرت مریم کی تعریف میں ہے، ان میں سے بعض جھوٹی ہیں، اور بعض انجیل سے ماخوذ ہیں۔

اور یوسی بیس کے دلائل زبوروں پر لگے ہیں، اور اس کے قانون انجیلوں پر، اور بعضوں نے اس نسخے کی بہت ہی مدح کی ہے، اور بعضوں نے بہت تحقیر اور مذمت کی ہے، اور اس کے بڑے سخت دشمنوں میں وٹسٹین سردار معلوم ہوتا ہے، اور اس کے پرانے ہونے پر گفتگو ہے، گریب اور شلزل گمان کرتے ہیں کہ شاید یہ نسخہ چوتھی صدی کے اخیر کا لکھا ہوا ہو۔

میکالس کہتا ہے کہ (۱) اس نسخے کے قدیم ہونے کی یہی حد ہے یعنی اس سے زیادہ پرانا نہیں مان سکتے، کیونکہ اس میں اٹھانے سیش کا خط موجود ہے، اوڈن اس کو دسویں صدی کا سمجھتا ہے، وٹسٹین پانچویں صدی کا جانتا ہے، اور اس کا یہ گمان ہے کہ شاید یہ نسخہ ان نسخوں میں سے ہو جو ۶۱۵ء میں سریانی ترجمہ کے لئے اسکندریہ میں جمع کئے گئے تھے۔

ڈاکٹر سملر ساتویں صدی کا سمجھتا ہے، موٹ فاکن کی یہ رائے ہے کہ نہ

(۱) اور یہ اس کی رائے نہیں، اس کی رائے آگے آتی ہے۔ ۱۲ منہ

نسخہ اسکندر یانوس اور نہ کوئی اور نسخہ چھٹی صدی کے پیشتر کا یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے، میکالس سمجھتا ہے کہ یہ نسخہ اس زمانے میں لکھا گیا جب کہ عربی زبان مصریوں کی بولی ہو گئی تھی، یعنی مسلمانوں کے اسکندر یہ پر تسلط کرنے کے ایک یا دو صدی بعد، اس لئے کہ اس کا کاتب میم اور بابدل کرا ایک کو دوسرے کے مقام پر بہت سی جگہوں پر لکھ گیا ہے، جیسا عربی زبان میں اکثر ہو جاتا ہے، اور وہ اس دلیل سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ وہ نسخہ آٹھویں صدی سے پیشتر کا نہیں ہے۔

وانڈیہ سمجھتا ہے کہ یہ نسخہ چوتھی صدی کے واسطے یا اواخر کا لکھا ہوا ہے، اور ہم اس سے زیادہ اس کو پرانا نہیں مان سکتے، کیونکہ اس میں ابواب اور فصول موجود ہیں، اور اس میں یوسی بیس کے قانون کا حوالہ بھی ہے، اور اسپائن نے وانڈ کی دلیلوں پر اعتراض کیا ہے، اس نسخہ کے چوتھی یا پانچویں صدی کے ہونے کے بارے میں جو دلیلیں لائی گئیں ہیں وہ یہ (۱) ہیں:

۱۔ پولوس کے نامجات میں ابواب کی تقسیم نہیں ہے حالانکہ ۳۹۶ء میں یہ تقسیم ہو گئی تھی

۲۔ اس میں کلیمنٹ کے نامے ہیں جن کا چھپنا کونسل لوڈیسیا اور کارتھج میں منع ہو گیا تھا۔

یہاں سے شلزن نے یہ بات سمجھی ہے کہ وہ نسخہ ۳۶۳ء سے پہلے لکھا گیا۔

۳۔ اور وہ ایک نئی دلیل لاتا ہے کہ چودھویں دھرم گیت میں ایک جملہ ہے، جو ۴۴۴ء میں موجود تھا، اسی سبب سے وہ نسخہ اس سے پیشتر کا لکھا ہوا ہوگا۔

وٹسٹین گمان کرتا ہے کہ نسخہ مذکورہ جیروم کے زمانے سے پیشتر لکھا گیا ہو گا، اس لئے کہ یونانی متن کو پرانے اٹالین ترجمہ سے بدلا ہے، وہ کہتا ہے کہ کاتب نہیں جانتا، کہ عربوں کو ہگارین کہتے تھے، اس لئے کہ اس نے کہ ”اگاراو“

کے بدلے میں ”اگوراؤ“ لکھا ہے، دوسروں نے کہا ہے کہ یہ صرف غلطی ہے، اس لئے کہ اگاراؤن پچھلے درس میں آچکا ہے۔

میکالس کہتا ہے کہ ان دلیلوں سے کچھ ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ نسخہ کسی اور پرانے نسخے سے ضرور نقل ہوا ہوگا، اور چونکہ ٹھیک ٹھیک نقل ہوا ہے، تو یہ ساری دلیلیں اس نسخے سے تعلق رکھیں گی، نہ نسخہ کوڈکس اسکندریانوس سے، البتہ صرف خط اور حرفوں کی شکل اور اعراب کے نہ ہونے سے کچھ فیصلہ ہو سکتا ہے۔

جو دلیلیں اس بات کے ثبوت کے لئے کہ وہ نسخہ چوتھی صدی کا نہیں ہے پیش کی گئی ہیں، وہ یہ ہیں کہ ڈاکٹر سملر خیال کرتا ہے کہ زبوروں کی بہتری کے بارے میں اتھانے سیش کا خط اس کی زندگی میں تو لگایا جانا محال معلوم ہوتا ہے، اس خط سے اوڈن نے دلیل پکڑی ہے کہ یہ نسخہ دسویں صدی کا ہے، یہ نامہ جھوٹا ہے، اور اتھانے سیش کی زندگی میں یہ جعل نہیں ہو سکتا تھا، اور دسویں صدی میں جعل سازی کا بڑا زور شور تھا۔“

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

کوڈکس وائیٹکانوس کا حال

اور کوڈکس وائیٹکانوس کے حال میں وہی ہارن اپنی تفسیر کی اسی دوسری جلد میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

”ترجمہ سپٹواجنٹ کا جو ۱۵۹۰ء میں اس نسخہ سے منقول ہو کر چھپا ہے، اس کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ نسخہ ۳۸۱ء سے قبل کا یعنی چوتھی صدی کے اخیر کا لکھا ہوا ہے، موٹ فاکن اور پلین چینی پانچویں یا چھٹی صدی کا، اور ڈیوین ساتویں صدی کا، اورنگ چوتھی صدی کے شروع کا، اور بشب مارش پانچویں صدی کے اخیر کا کہتا ہے، اور عہد عتیق و جدید کے اور کسی دو نسخوں میں ایسا اختلاف نہیں، جیسا کوڈکس اسکندریانوس اور اس نسخے میں اختلاف ہے، اور

اس نسخے میں عہد عشیق کے اندر کتاب پیدائش کے چھیالیس باب پہلے باب سے چھیالیسویں باب تک، اور زبور کے ۳۲ زبور ۱۰۵ سے ۱۳۷ تک، اور عہد جدید کے اندر نامہ عبرانیہ میں نویں باب کے ۱۴ درس سے آخر نامہ تک اور تمثیلی کے دونوں نامے اور طیطس کا نامہ اور نامہ فلیمون اور پوری کتاب مشاہدات غائب ہیں، اور پندرہویں صدی میں کتاب مشاہدات یوحنا اور نامہ عبرانیہ کا آخر لکھ کر اس کے ساتھ ملایا گیا ہے، اور بہت جگہوں میں جو حروف مٹ بگڑ گئے تھے ان کو کسی خبردار ہاتھ نے دوبارہ بنادیا ہے، اور اس شخص نے اس نسخے کی عبارت دوسرے نسخوں سے جہاں مختلف دیکھی، تو دوسرے نسخوں سے لیکر عبارت کو اس نسخے میں داخل کر دیا ہے لیکن اصل کو بھی رہنے دیا ہے اور بعض جگہ دلیری کر کے اس کے لفظوں کو چاقو سے چھیل دیا ہے، اور چونکہ اس نسخہ میں اور اسی طرح نسخہ اسکندریانوس میں ارجن کے نشان نہیں ہیں، اس سے ڈاکٹر کنی کاٹ نے دلیل پکڑی ہے کہ یہ دونوں نسخے نہ ارجن کے نسخہ سے نقل کیے گئے ہیں اور نہ اس کی ان نقلوں سے جو اس کے زمانے کے قریب تیار ہوئے تھے، بلکہ مدت کے بعد ان نقلوں سے تیار ہوئے جن میں وہ نشان نہ تھے، اور وہ نشان نقلوں میں لکھنے موقوف ہو گئے تھے۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

کوڈکس افریقی کا حال

اور کوڈکس افریقی کے حال میں وہی ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء صفحہ ۹۴ و ۹۵):

”کہ عہد جدید کے اندر اس نسخے میں بہت سی کمیاں پائی جاتی ہیں، جن کو اولاؤٹشین نے، اور ثانیہ گریسباخ اور میکالس نے وٹشین کے حوالہ سے نقل کیا ہے، اور ان کمیوں کے علاوہ یہ بات ہے کہ بہت جگہ سے پڑھا بھی نہیں جاتا، اور

ٹسٹین کا خیال ہے کہ یہ نسخہ ان نسخوں میں سے ایک ہے، جو اسکندر یہ میں سریانی ترجمہ کے مقابلے کے لئے جمع کئے گئے تھے، لیکن کوئی دلیل اس امر کی نہیں، اور نامہ عبرانیہ کے ۸ باب کے ۷ درس پر ایک حاشیہ لکھا ہوا ہے اس سے وہی محقق استدلال پکڑتا ہے کہ یہ نسخہ ۵۴۲ء سے پہلے کا لکھا ہوا ہے، لیکن اس کی دلیلوں کو میکالیس فیصل نہیں سمجھتا، اور خود اتنا کہتا ہے کہ پرانا ہے، اور بشب مارش ساتویں صدی کا لکھا ہوا کہتا ہے، اور اس کی عبارت ترجمہ لاطینی سے ملتی ہے، لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں کہ اسے خراب کر کے ترجمہ لاطینی کے موافق بنالیا ہے، اور اس نسخہ میں کسی محقق نے تبدیلی کی ہے، اور گریسباخ سمجھتا ہے کہ یہ تبدیلی اس نسخے کے لکھے جانے کے بعد بہت عرصے کے بعد ہوئی ہے، اور اس نے بہت سی عبارتوں کو چھیلا ہے۔

(یہاں تک یارن کا کلام تھا جو خلاصہ کے طور پر نقل ہوا)

خلاصہ کلام

میں کہتا ہوں کہ ان اقوال کے ملاحظہ سے صاف یہ بات کھلتی ہے کہ ان تینوں نسخوں کی بابت کوئی قطعی سند اس بات کی نہیں کہ کس صدی میں لکھے گئے ہیں، اور نہ ان میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ جیسے ہماری اکثر کتابوں کے آخر میں کاتب اپنا نام لکھ کر لکھ دیتا ہے، کہ فلاں سن یا فلاں نے بادشاہ کے عہد میں میں نے اس کتاب کو لکھا ہے، بلکہ پرانا کاغذ یا رسم خط یا اور ایسے ایسے امور کو دیکھ کر بعض لوگ اٹکل اور گمان سے کہتے ہیں کہ شاید یوں ہو، اور بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ شاید یوں ہو، اور ان سب میں جو سب سے زیادہ معتبر کوڈکس اسکندریانوس کا نسخہ ہے، اس کو انتہائی قدیم ثابت کرنے والوں کی دلیلوں میں سے وائڈ کی دلیلوں کو تو اسپائن نے رد کیا ہے اور ٹسٹین کی دلیلوں کو دوسروں نے رد کیا ہے، اور میکالس نے تو سب کی دلیلوں کی اچھی طرح سے

تردید کر دی ہے۔

اور اس کی یہ دلیل معقول ہے کہ مسلمانوں کے اسکندر یہ پرتسلط پانے کے بعد اس وقت میں لکھا گیا ہوگا جب عربی زبان مصریوں کی بولی ہوگئی تھی، کیونکہ اس کا کاتب بہت مقامات میں میم اور باکو بدل کر ایک کو دوسری کی جگہ لکھتا ہے، اور ڈاکٹر سملر اور اوڈن کا خیال بھی مضبوط ہے، سواب غالب یہی ہے کہ دسویں صدی کا لکھا ہوا ہو، جیسا کہ اوڈن کہتا ہے، یا آٹھویں صدی کا، جیسا میکالس کہتا ہے، اور شاید ساتویں صدی کا ہو، جیسا سملر کہتا ہے، لیکن یہ بعید ہے، اس لئے کہ ساتویں صدی کے اوائل میں تو مسلمانوں نے مصر پر تسلط پایا ہے، پس اتنی جلدی عربوں کی بولی مصریوں کی بولی عام طور پر نہیں بن سکتی، ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاید ساتویں صدی کے آخر میں لکھا گیا ہو، سو اس بڑے مستند نسخے کے بارے میں فنڈر صاحب کا یہ دعویٰ کہ یہ نسخہ ہجرت سے دو سو برس پہلے کا لکھا ہوا ہے، بالکل غلط ہے، رہے دو باقی نسخے سومونٹ فاکن علی الاعلان کہتا ہے کہ:

”یہ نسخہ اسکندریانوس اور نہ کوئی اور نسخہ چھٹی صدی کے پیشتر کا یقین کے

ساتھ کہا جاسکتا ہے۔“

اور ڈیوین کوڈکس وائیکانوس کو ساتویں صدی کا بتلاتا ہے، اور کوڈکس افریقی کی بڑی قدامت کی جو دلیلیں تھیں ان کی میکالس نے تردید کر دی، اور خود صرف اتنا اقرار کیا کہ ہاں پرانا ہے، اور بشب مارش نے اسے ساتویں صدی کا بتلایا، سواب فنڈر صاحب کا ان دونوں نسخوں کے بارے میں یہ دعویٰ کہ کوڈکس وائیکانوس ہجرت سے تقریباً دو سو برس پہلے کا ہے، اور کوڈکس افریقی اسکندریانوس کی طرح یعنی ہجرت سے دو سو پہلے کا لکھا ہوا ہے، بالکل غلط ہے، اور دو تین عیسائی علماء کا خیال اور وہ بھی اس

طرح کہ شاید یوں ہو، یا یوں ہو، ہرگز سند نہیں، لازم ہے کہ پادری لوگ اہل اسلام کے مقابلے میں ایسے خیالات فاسدہ کو پیش نہ کیا کریں، ہاں اگر خیالات اور انگلوں کے سوا کوئی اور دلیل رکھتے ہوں تو اس کو بلاشبہ ظاہر کریں اور اگر کہیں کہ محض خیال اور گمان کو مقابل کے مخالف دلیل بنانا صحیح ہے تو کہا جائے گا کہ اب ہمارا گمان بھی دلیل بن جائے گا، اور وہ یہ ہے کہ یہ نسخہ جعلی ہیں، اس لئے کہ جب اسلام کا غلبہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایسا ہو گیا کہ خود انگریزی مورخ اقرار کرتے ہیں کہ اس کی نظیر کسی قوم کی تاریخ میں نہیں ملتی، جیسا کہ تاریخ ہند کا مؤلف (جس نے وزیر جنرل ملک مغربی کی اعانت سے انگریزی تاریخوں سے منتخب کر کے اردو میں ترجمہ کیا ہے) آغاز اسلام کا حال کچھ لکھ کر یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۳ء):

”غرض شجاعت ذاتی اور حرارت دینی سے ہر طرف کے ملکوں پر اتنے

تھوڑے عرصے میں غالب ہو گئے کہ نظیر اس کی کسی قوم کی تواریخ میں پائی نہیں جاتی، بلکہ سلطنتوں کی سلطنتیں انکے قبضہ میں آئیں، اور وہاں کے لوگوں نے پیروی دین اسلام کی قبول کی۔“

(یہاں تک اس تاریخ کی عبارت تھی)

اور روز بروز وہ غلبہ ہوتا چلا جاتا تھا، اور پوپ نے بہت کچھ مکائد کئے، مثلاً یہ کہ عجیب و غریب حکم دیکر عیسائیوں کو مسلمانوں سے لڑائیوں پر ابھارا، جن میں چالیس لاکھ یورپ والے کام آئے، اور اسی طرح منجملہ انہیں مکائد کے یہ چال بھی چلی کہ دو ایک نسخے دسویں صدی کے (جس صدی میں مسیحیوں میں جعل سازی کا بڑا ہی رواج تھا) یا اس کے بعد کے لے کے یہ ظاہر کیا کہ اسلام کے ظہور سے پہلے کے لکھے ہوئے ہیں، تاکہ اس حیلے سے عوام کو کچھ اپنے جال میں پھنسائے رکھیں، اور یہ بات بہت ہی قرین قیاس ہے، اس لئے کہ جب موشیم کی تصریح کے موافق عیسائیوں میں دوسری ہی صدی

سے جھوٹ بولنا مستحبات دینی میں سے ہو گیا، اور ان کے سلف نے عوام کو فریب دینے کے لئے سینکڑوں اناجیل اور نامحبات اور مشاہدات اور دوسری کتابیں جعلی بنا ڈالی تھیں، تو پوپ اور متعلقین پوپ سے کہ جن کے وصف میں پروٹسٹنٹوں نے کتابوں کی کتابیں لکھی ہیں، ایک دو نسخے کا بنا ڈالنا کیا بعید ہے، اور ہمارے اس خیال کی اور بھی دو امور سے تائید ہوتی ہے۔

اول

اول یہ ہے کہ نسخہ اسکندر یانوس میں بہت سی جھوٹی کتابیں بھی ہیں، سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخے کا لکھنے والا اس زمانے کے بعد ہوا ہو، جس میں جھوٹ سچ پر ایسا غالب ہو گیا تھا کہ دونوں میں مسیحی حضرات کو تمیز نہ رہی تھی اور یہ امر تو دسویں صدی کے گزرنے کے بعد خوب خیال میں آتا ہے۔

دوم

دوم یہ کہ چودہ پندرہ سو برس تک کاغذ اور حروف کا باقی رہنا عادت مستبعد ہے، خصوصاً اس بات کا لحاظ کر کے کہ شروع کی صدیوں میں نگہداشت اور لکھنے کا طریقہ اچھا نہ تھا، جیسا کہ چوتھی ہدایت کے اندر گذرا، تو اب پادریوں کا ایک یہ دعویٰ کہ یہ نسخے محمد ﷺ کے زمانے کے پیشتر کے لکھے ہوئے ہیں، غلط ہو گیا۔

رہا دوسرا دعویٰ سو وہ بھی غلط ہے، اس لئے کہ خود ان کے علماء کی تصریح کے موافق پہلے نسخے میں عہد عتیق اور جدید دونوں کے اندر ایسی جھوٹی کتابیں ہیں جن کو پروٹسٹنٹ لوگ یقینی طور پر واجب الرد سمجھتے ہیں، اور اس نسخہ کی بعضوں نے بہت ہی تحقیر اور مذمت کی ہے، اور اس کے بڑے سخت دشمنوں کا ڈسٹین سردار ہے، اور کوڈکس اسکندر یانوس اور کوڈکس واٹیکانوس میں باہم ایسا اختلاف ہے، جیسا کہ بائبل کے کسی

دوسخوں میں نہیں، اور کوڈکس واطیرکانوس میں عہد عتیق اور جدید کے اندر کمی ہے، اور کوڈکس افریقی میں بہت سی کمیاں پائی جاتی ہیں، تو بھلا پھر یہ دعویٰ کہ وہ سب حال کے نسخوں کے موافق ہیں کس قدر غلط ہے۔

اور ہرگز ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ محمد ﷺ کے عہد سے پہلے عہد عتیق اور جدید کی کتابیں غیر محرف اور مستند تھیں اور محمد ﷺ کے ظہور کے بعد اہل کتاب نے انہیں محرف کر ڈالا ہے، اور نہ یہ دعویٰ ہے کہ محمد ﷺ کے ظہور سے پہلے عہد عتیق اور جدید کی یہ کتابیں جو آج کل مسیحیوں اور یہودیوں کے پاس ہیں، بالکل نہ تھیں، بلکہ دوسری تھیں، اور ان کتابوں کو اہل کتاب نے محمد ﷺ کے ظہور کے بعد بنالیا ہے، جیسا کہ پادری فنڈر صاحب عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اس قسم کی غیر واقعی باتیں اپنی کتابوں میں لکھا کرتا ہے، حالانکہ پہلے صاحب استفسار نے پھر میں نے بذریعہ تحریر ان کو متنبہ کر دیا ہے کہ یہ بات غلط ہے، لیکن چونکہ پادری لوگوں کا مقصد عوام کو مغالطہ دینا ہوتا ہے اس لئے وہ کب کسی کی سنتے ہیں، اپنی ہی بات کہنے سے انہیں سروکار ہے، بلکہ ہمارا صحیح دعویٰ یہ ہے کہ تحریف محمد ﷺ کے ظہور سے پہلے بھی بہت کچھ ظہور میں آئی ہے اور بعد میں بھی دسویں صدی مسیحی تک اس کا خوب چرچا رہا، اور یہ کتابیں گو محمد ﷺ کے ظہور سے پہلے تھیں، مگر بے سند ہیں، اور ہرگز واجب التسلیم نہیں ہو سکتیں چنانچہ ان سب باتوں کا ذکر پہلی ہدایتوں میں گذرا اور ہمارے اس دعویٰ کا لحاظ کر کے ایک دوسرے کا کیا ذکر، بالفرض اگر بہت سے نسخے محمد ﷺ کے ظہور سے پہلے کے اسکندریانوس کے نکل بھی آویں تو کیا خرابی ہے، بلکہ بعض باتوں کا فائدہ بھی ہے، کیونکہ وہ خود تحریف کی ایک دلیل بنیں گی، اور پرانے ہونے سے ان کتابوں کا صحیح اور مستند ہونا ثابت نہ کر دیں گی۔

دیکھو اس بڑی مستند اسکندریانوس میں پروٹسٹنٹوں کے نزدیک بہت سی قطعاً جھوٹی کتابیں بھی ہیں، اور اس میں اور کوڈکس وائیکانوس میں باہم ایسا اختلاف ہے جیسا اوپر گزرا، تو کیا اس پرانے ہونے سے وہ سب جعلی کتابیں مستند اور واجب التسلیم ہو جائیں گی؟

یا ان دونوں کے اختلافوں کو بھی سچا سمجھا جائے گا، اور اسی طرح ان اناجیل اور نامجات اور مشاہدات میں سے جن کو اب پروٹسٹنٹ جعلی سمجھتے ہیں اگر کسی کا نسخہ محمد ﷺ کے ظہور سے پہلے کا یا اس وقت کا کسی کتب خانہ میں نکل آئے گا، یا اس بنیاد پر کہ وہ کتابیں بھی غالباً دوسری اور تیسری ہی صدی مسیحی کی تصنیف ہیں، کیا پروٹسٹنٹوں کے نزدیک مستند ہو جائیں گی؟ اور کیا جھوٹی دستاویز پرانی ہو کے عدالت میں مستند ہو جاتی ہے؟ حاشا وکلاء، اور کوڈکس وائیکانوس اور کوڈکس افریقی میں تو عیسائی حضرات تحریف سے بھی نہیں چو کے۔

تیسری قسم

جناب مسیح اور حواریوں کی گواہی کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ پادری لوگ ہمارے مقابلے میں اس انجیل مروج کے بعض درسوں کو نقل کر کے دلیل پکڑتے ہیں کہ مسیح اور حواریوں نے عہد عتیق کی کتابوں کی صداقت کی بابت گواہی دی ہے، سو یہ استدلال پانچ وجہ سے مخدوش ہے:

پہلی وجہ

پہلی وجہ یہ ہے کہ جب ہمارے نزدیک اس بائبل کے سارے مجموعہ کی، کیا عہد عتیق کی کتابیں اور کیا عہد جدید کی، کامل طور سے مستند نہیں، اور نہ وہ متواتر ہیں، اور ان میں الحاق کا ہونا ان کے علماء محققین کے اقرار کے موافق یقینی ہے، اور مخالف اور موافق سلف سے خلف تک تحریف کی دہائی دیتے چلے آئے ہیں، تو اب ہمارے نزدیک یہ سارا مجموعہ مشکوک ہے، تو پھر اسی کے بعض درسوں سے اسی کی صداقت پر دلیل لانا دور کو مستلزم ہے، اور مناظرے کے طریقے کے بالکل مخالف، اور ممکن ہے کہ یہ درس بھی الحاقی ہوں چنانچہ ہارن صاحب چوتھے سبب کے بیان میں یوں اقرار کرتا ہے کہ:

”یہ بات بھی محقق ہے کہ بعضی تحریفیں قصداً ان لوگوں نے بھی کی ہیں جو

دیندار کہلاتے تھے، اور ان کے بعد وہی تحریفیں ترجیح دی جاتی تھیں، تاکہ مسئلہ

مقبولہ کی تائید ہو، یا جو کچھ اعتراض اس پر وارد ہوتا ہے اٹھ جائے۔“

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

پھر اس قسم کی مثالوں میں لکھتا ہے:

”مثلاً لوقا کے بائیسویں باب کا ۴۳ درس قصداً چھوڑا گیا، اور متی کے پہلے باب کے ۱۸ درس میں یہ الفاظ ”قبل اس کے کہ وہ ہم بستر ہوں“ اور ۲۵ درس میں یہ الفاظ ”اس کو پہلوتا بیٹا“ قصداً چھوڑے گئے ہیں، تاکہ مریم کی دائمی دوشیزگی میں شبہ نہ پیدا ہو، اور گرنقیوں کے نامہ اول کے پندرہویں باب کے ۵ درس میں بارہ کی جگہ گیارہ بنائے گئے، تاکہ پولوس پر جھوٹ کا الزام نہ لگے، کیونکہ یہود ایش کر یوتی تو مرچکا تھا۔

اور مرقس کے تیرہویں باب کے ۳۲ درس میں کچھ لفظ چھوڑ دیئے گئے، اور بعض مرشدوں نے بھی ان الفاظ کو رد کیا ہے، کیونکہ ان کو یہ خیال تھا کہ وہ لفظ ایرین فرقہ کے موید تھے۔

اور لوقا کے پہلے باب کے ۳۵ درس میں سریانی اور فارسی اور عربی اور اتھیویک اور دوسرے ترجموں میں اور بہت سے مرشدوں کے حوالوں میں کچھ الفاظ بڑھائے گئے یوٹی کینس کے فرقے کے مقابلے میں، کیونکہ وہ اس بات کا منکر تھا کہ حضرت عیسیٰ میں دونوں صفتیں ہیں۔“

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

اور تیرہویں سوال کے جواب میں گذرا کہ پہلی ہی صدی میں مسیحی فرقوں میں سے ایک فرقہ ایونی تھا، جو عہد عتیق کی کتابوں میں سے صرف توریت کو مانتا تھا، اور داؤد اور سلیمان اور یرمیا اور خرقلیل علیہم السلام کے نام سے نفرت رکھتا تھا، اور ایک فرقہ مارسیونی تھا، اس کا عقیدہ تھا کہ خدا دو ہیں، ایک خالق خیر کا، دوسرا خالق شر کا، اور کہتا تھا کہ توریت اور اسی طرح عہد عتیق کی کتابیں دوسرے خدا کی عطا کی ہوئی ہیں، اور یہ سب عہد جدید کے مخالف ہیں، سو یہ فرقہ عہد عتیق کی کتابوں کو الہامی نہ مانتا تھا، بلکہ ان

سے نفرت رکھتا تھا، اور ایک فرقہ مانی کنیر تھا، وہ کہتا تھا کہ وہ خدا جس نے موسیٰ کو تورات دی، اور عبرانی پیغمبروں کے ساتھ بولا، سچا خدا نہیں، بلکہ ایک شیطان ہے شیطانوں میں کا، اور انکا یہ عقیدہ ان کے عقائد کی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ شیطان نے یہود کے پیغمبروں کو فریب دیا ہے، اور شیطان بھی موسیٰ اور یہودیوں کے پیغمبروں سے بولا ہے۔

پس جس طرح دیندار مسیحیوں نے قصد اودہ مذکورہ بالا تحریفیں اوپر ذکر کردہ امور کا لحاظ کر کے کی ہیں، اسی طرح ان فرقوں کی تردید کے واسطے دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی میں یہ چند درس بڑھادیئے ہوں گے، اور چونکہ یہ درس جمہور عیسائیوں کے اعتقاد کے موافق تھے اس لئے اس تحریف کو ہر ایک ترجیح دیتا چلا آیا، تاکہ مسئلہ مقبولہ کی تائید ہو، اور یہ حرکت تو عیسائی حضرات میں ایسی تھی کہ مخالف بھی اس کی دہائی دیتے چلے آئے ہیں، اور فاضل بت پرست سلسوس جو دوسری صدی میں تھا لکارتا تھا کہ عیسائیوں نے اپنی انجیلوں کو تین بار چار بار بلکہ اس سے بھی زائد بدلا ہے، جیسا کہ ساتویں ہدایت کے اندر گذرا، سواب اس انجیل کے بعض درسوں سے ہم پر سند پکڑنا بالکل بے جا ہے۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض مان بھی لیں کہ یہ درس خاص طور سے الحاقی نہیں ہیں، گو ان کتابوں میں اور بہت کچھ الحاق ہوا ہو، تب بھی ان سے عہد نثیق کی ان سب کتابوں کی صداقت نہیں نکلتی، کیونکہ ان درسوں میں نہ ان سب کتابوں کے نام ہیں، اور نہ ان کی تعداد اور نہ شمار اور نہ ان سب انبیاء کا نام جن کی یہ تصنیف ہیں، سو ممکن ہے کہ تورات کے سوا اور کتابوں سے وہی کتابیں مراد ہوں، جو کھوئی گئیں، جن میں

سے بعض کا ذکر چوتھی ہدایت کے نویں وجہ کے اندر گزرا۔

اور وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قدماء میں سے گریزا سٹم علی الاعلان لکارتا ہے کہ یہود نے غفلت بلکہ بے دینی سے بعض کتابیں کھودی ہیں، اور بعض کتابیں پھاڑ ڈالیں، اور بعضی جلادی ہیں، اور جسٹن پکارتا ہے کہ یہود نے بہت عبارتیں عہد عتیق سے نکال ڈالیں، تاکہ معلوم ہو جائے کہ عہد جدید پوری موافقت اس سے نہیں رکھتا۔

اور ممفر ڈ کہتا ہے کہ:

”یہ بات کہ انہوں نے وہ کتابیں پھاڑ ڈالیں اور جلادیں نہایت غالب

(قوی) معلوم ہوتی ہے۔“

اور کیتھولک مذہب کے دوسرے علماء بھی قدماء کی اس بات میں تصدیق کرتے ہیں، اور یہ بات کہ انہیں کتابوں کی طرف اشارہ ہو بہتر معلوم ہوتی ہے، کیونکہ ان کے قدماء اور کیتھولک مذہب کے علماء کی تصریح کے موافق بشارات مسیحی ان کتابوں میں خوب واضح تھیں، اور ان کی عہد جدید سے اچھی مطابقت تھی، سو غالباً مسیح نے توریت کے سوا اگر حوالہ دیا ہوگا تو انہیں کتابوں کا دیا ہوگا۔

اگر کہو کہ نہیں ان سے وہ کتابیں مراد ہیں جو اس وقت میں یہودیوں میں مشہور اور مستعمل تھیں، سو کہوں گا کہ کون سی دلیل ہے کہ اس وقت میں وہ کتابیں مشہور اور مستعمل نہ تھیں، اور اگر کہو کہ نہیں وہ کتابیں مراد ہیں جن کو اس وقت میں یہودی الہامی سمجھتے تھے تو کہوں گا کہ وہ کتابیں بھی جو کھوئی گئیں الہامی تھیں، اور گریزا سٹم اور جسٹن اور کیتھولک مذہب کے علماء ان کے الہامی ہونے کا اقرار کرتے ہیں، اور بعض پروٹسٹنٹوں کا مجرد گمان کافی نہیں، اور ان کتابوں میں سے جواب عہد عتیق میں داخل

ہیں، دانیال کی کتاب کو جناب مسیح کے ہم عصر یہودی اور اسی طرح دوسرے متاخرین
یہودی یوسف کے سوا الہامی نہیں سمجھتے تھے، اور نہ دانیال کو پیغمبر مانتے تھے، اور خرقلیل
کی کتاب پر بھی سنہدرم کے علماء یہود کو شبہ تھا کہ قانون میں داخل کی جائے یا نہیں۔
اور یہودی مؤرخ یوسف جس کا عیسائی لوگ اعتبار اور ادب کرتے ہیں، اور
سٹرعیسوی میں گزرا ہے صرف اتنا ہی لکھتا ہے کہ:

”ہمارے یہاں ہزاروں کتابیں نہیں کہ ایک دوسری کے مخالف اور
متناقض ہوں، بلکہ ہمارے یہاں صرف بائیس کتابیں ہیں، اور ان میں تمام اگلے
زمانوں کا حال ہے، اور وہ الہامی سمجھی جاتی ہیں پانچ ان میں سے موسیٰ سے آئیں
ہیں سوان میں آئیں، اور عالم کی پیدائش سے موسیٰ کی موت تک کے احوال ہیں،
اور اس کی موت سے بادشاہ اردشیر تک پیغمبروں نے اپنے اپنے وقت کا حال تیرہ
کتابوں میں لکھا ہے، اور باقی چار کتابیں خدا کی حمد اور ثناء پر مشتمل ہیں۔“
(یہاں تک اس مؤرخ کا کلام تھا)

سو اس کی گواہی کے موافق تو ریت کے سوا عہد عتیق کی اور کتابوں کی کچھ بھی
سند نہیں نکلتی، کیونکہ کہتا ہے کہ موسیٰ کی موت سے اردشیر کے زمانہ تک سب پیغمبروں
نے تیرہ کتابوں میں حال لکھا ہے، اور باقی چار کتابیں حمد و ثناء پر مشتمل ہیں، تو سب ملکر
سترہ ہوئیں، حالانکہ اب موسیٰ کی پانچ کتابوں کے علاوہ عہد عتیق کی چوتیس کتابیں
الہامی مانی جاتی ہیں، اور ان سترہ کا بھی پورا ٹھکانا نہیں کہ ان چونتیس میں سے کون سی
ہیں، یا ان کے علاوہ تھیں، کیونکہ وہی مؤرخ خرقلیل کی طرف اور دو کتابیں منسوب کرتا
ہے اور کہتا ہے کہ:

”خرقلیل نے یروشلم کے غارت ہونے اور صدقیا کے بابل کو نہ دیکھنے
کی بابت پیشینگوئی کر کے اس ملفوظ کو شیر وسام میں بھیج دیا تھا، اور وہ ملفوظ بھی

اب گم ہے۔

شاید ان سترہ میں اس کے نزدیک یہ بھی داخل ہوں، اور موسیٰ علیہ السلام کی کتابوں کی بابت بھی فقط اتنی بات نکلتی ہے کہ پانچ کتابیں تھیں لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ یہی موجودہ پانچ کتابیں تھیں، یا وہ ان پانچ کتابوں کے لفظاً لفظاً موافق تھیں، بلکہ اس کی تاریخ سے تو اس کے برخلاف معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ بزرگوں کی تاریخوں کے بیان میں تیسری ہدایت کے اندر گذرا۔

اور کتاب استیر تو ۶۴ء تک مسیحیوں میں بھی واجب التسلیم نہیں تھی، اور سنٹ ملٹونی واجب التسلیم کتابوں کی فہرست میں اس کتاب کا نام درج نہیں کرتا، اور سنٹ گریگری نازین زن نے اپنے اشعار میں صحیح کتابوں کے نام ضبط کئے ہیں، اور اس کتاب کا نام نہیں لکھا، اور سنٹ ایم فی لوکیس نے اپنے اشعار میں جو سیلوکس کو لکھے تھے (اس کے واجب التسلیم ہونے پر) شبہ کیا ہے، اور سنٹ اتھانی سیش نے اپنی انتالیسویں چٹھی میں اس کتاب کو رد اور ناپسند کیا ہے، اور سنپ سلس کے مصنف نے اسے رد کیا ہے، اور کتاب القصات بعض مسیحی علماء کی تحقیق کے موافق خرقیا کی، اور بعض کی تحقیق کے موافق فیخاس کی تصنیف ہے، اور کتاب راعوث بعض کے نزدیک خرقیا کی اور کتاب نجمیا، معتبر عیسائی علماء کے موافق نجمیا کی تصنیف ہے، اور ایوب کی کتاب بعض علماء یہود اور بہت سے مسیحی علماء مثلاً محقق لیکلرک اور بشب اشاک اور میکالس اور سملر وغیرہم کے نزدیک محض ایک جھوٹی کہانی ہے، اور کتاب امثال کا تیسواں باب اجور بن وقی کی اور اکتیسواں باب سموئیل کی تصنیف ہے۔

اور عیسائی مفسروں اور مؤرخوں کو اب تک تحقیق کے ساتھ معلوم نہیں کہ یہ دو شخص کون تھے، اور کس زمانے میں گذرے ہیں، اور نہ اب تک کسی دلیل سے یہ

بات ثابت ہوئی ہے کہ یہ دونوں شخص پیغمبر تھے، اور بعض کا محض گمان مخالف پر
 حجت نہیں، اور کتاب جامعہ کوٹا میودی کے علماء خرقیا کی تصنیف کہتے ہیں، اور نشید
 الانشاد کو عیسائی مذہب کے بڑے بڑے محقق بہت برا کہتے ہیں، اور وِسٹن اسے
 ایک راگ اوباشانہ اور کاسٹیلیو ایک ناپاک راگ بتلاتا ہے جس کو کتب مقدسہ
 سے نکالنا ضروری ہے، تو اب ان علماء کی تحقیق کے موافق کتب مذکورہ الہامی نہیں،
 بلکہ بعضے تو محض ایک جھوٹی کہانی اور بعض ایک راگ اوباشانہ اور واجب الخراج
 ناپاک راگ ہے، سواب کس طرح مانیں کہ عہد عتیق کی ان ساری ۳۹ کتابوں کی
 بابت جناب مسیح اور حواریوں کی گواہی ہے۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ بھی مان لیں کہ ان درسوں میں انہی ۳۹
 کتابوں کی طرف اشارہ ہے تو کہوں گا کہ جناب مسیح کے اقوال سے صرف اتنا ثابت
 ہوگا کہ یہ کتابیں اس وقت میں مشہور اور یہودیوں کے نزدیک مسلم تھیں، خواہ حقیقت
 میں ان کی تصنیف ہوں جن کی طرف یہ منسوب ہیں، خواہ نہ ہوں، اور ہر معاملہ اور
 ہر گزارش ان کی سچی ہو یا نہ ہو، اور یہ بات ثابت نہ ہوگی کہ ان میں سے ہر کتاب
 اسی شخص کی تصنیف ہے جس کی طرف وہ منسوب ہے، اور نہ یہ بات کہ ہر جز اور ہر
 بات ان کتابوں کی الہامی ہے، اور سچی ہے، بلکہ اگر کسی فقرے کا جناب مسیح نے یا کسی
 حواری نے حوالہ لیا ہوگا تو اس سے بھی اس فقرے کی یا اس کی دلیل کی ایسی صداقت
 ثابت نہ ہو جائے گی کہ پھر اس میں تحقیق کی حاجت نہ رہے، ہاں جہاں کہیں حضرت
 عیسیٰ نے خاص کر کے کسی پیشینگوئی یا حکم کے حق میں صاف صاف کھلم کھلا کہہ دیا ہوگا
 کہ یہ من جانب اللہ ہے تو وہ الہامی بھی مانا جائے گا، اور ان کے علاوہ سب مشکوک اور

سمعیات کے قاعدے کی تحقیق پر موقوف رہے گا، اور یہ بات کچھ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا، بلکہ عیسائی مذہب کے محقق علماء بھی لاچار ہو کر اس کے سوا چارہ نہیں دیکھتے۔

پہلی کے اقوال

پہلی اپنی کتاب کے تیسرے حصے کے تیسرے باب میں یوں لکھتا ہے (نسخہ

۱۸۵۰ء مطبوعہ دارالسلطنت لندن):

”ہمارے شفیع نے بلاشبہ آئین موسوی کو من جانب اللہ کہا ہے، اور میں اس بات کو مشکل سمجھتا ہوں کہ اس کا آغاز اور وجود کسی اور کی طرف سے ہو، خصوصاً اس حال میں کہ یہودی لوگ جو مذہب میں آدمی، اور دوسری چیزوں میں مثل فن جنگ و صلح کے لڑکے تھے، خدا کی توحید کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں، اور ان کے مسئلے خدا کے باب میں بہتر ہوں، اور دوسرے لوگ بہت معبودوں کے قائل ہوں، اور بلاشبہ ہمارے شفیع نے اکثر ان پرانے لکھنے والوں کی نبوت کو تسلیم کیا ہے، اور ہم عیسائیوں کو اس حد تک جانا واجب ہے، اور سب عہد عتیق یا ہر فقرے کی سچائی کے لئے یا ہر کتاب کی اصالت کے لئے یا لکھنے والے کی تحقیق کے لئے دین عیسوی کو مدعا علیہ ٹھہرانا بہت تو میں نہیں کہتا، لیکن بلا ضرورت تمام سلسلے کو مشکل میں ڈالنا ہے، یہ کتابیں عام طور پر پڑھی جاتی تھیں، اور ہمارے شفیع کے ہم عصر یہودی مانتے تھے، اور اس کے حواریوں نے معہ تمام یہودیوں کے ان کی طرف رجوع کیا ہے، اور اشارہ کیا ہے، اور استعمال میں لائے ہیں، پھر بھی اس استعمال اور رجوع سے اس کے سوا نتیجہ نہیں نکلتا کہ جہاں حضرت عیسیٰ نے کسی پیشینگوئی کے حق میں صاف کہہ دیا ہے کہ وہ من جانب اللہ ہے وہ تو الہامی ہے، ورنہ فقط اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت میں یہ کتابیں مشہور اور مسلم تھیں، اور اس صورت میں ہماری مقدس کتابوں کی یہودی کتابوں کے لئے خوب گواہی ہے، لیکن اس گواہی کی خاصیت بھی سمجھنی چاہئے کہ وہ یقیناً اس

سے مختلف ہے جو بعض دفعہ بیان کی گئی ہے، یعنی خصوصاً ہر معاملے اور ہر رائے کا استحکام، بلکہ ہر کام کی علت کا بھی معہ اس علت کے قیاس کے۔

یعقوب اپنے نامہ میں کہتا ہے:

”تم نے ایوب کا صبر سنا ہے اور خداوند کا مطلب دریافت کیا ہے۔“

باوجود اس کے عیسائی مذہب کے علماء میں ایوب کی حقیقت بلکہ ایسے شخص کے وجود پر بھی ہمیشہ سے نزاع اور گفتگورہی ہے، اور یعقوب کی گواہی اتنی ہی خیال کی گئی ہے کہ اس وقت میں یہ کتاب تھی، اور یہودی مانتے تھے اور بس۔

اور پولوس نے اپنے دوسرے نامہ میں جو تم تھی کو لکھا ہے ایسی ہی مناسبت رکھتا ہے، اور جس طرح یاناس اور یمبر اس نے موسیٰ کی مخالفت کی، اسی طرح وہ صدق کے مخالف ہیں، اور یہ نام عہد عتیق میں پائے نہیں جاتے اور معلوم نہیں کہ پولوس نے ان کو کسی جھوٹے ملفوظ سے لیا ہے، یا روایت کے ذریعہ معلوم کیا ہے، لیکن کسی نے یہاں یہ خیال نہیں کیا کہ پولوس اس جگہ ملفوظ سے سند لیتا ہے، اگر وہ حالات لکھے ہوئے تھے جن کو اس نے نقل کیا، یا وہ اپنے آپ کو اس روایت کی سچائی کا مدعا علیہ کرتا ہے، چہ جائے اس کے کہ اس نے ان سوالات کے سبب سے اپنے آپ کو بتلا کیا ہو کہ اس کی تاریخ اور رسالت اس کے حال کی تحقیق پر موقوف ہے کہ آیا یاناس اور یمبر اس موسیٰ کے مقابلے میں آئے تھے یا نہیں، پھر کسی سبب سے چاہئے کہ اور حوالوں کی تحقیق کیجاوے۔

اور میری اس تقریر کا یہ مقصد نہیں کہ یہودیوں کی تاریخ کے دوسرے فقرے تاریخ ایوب اور یاناس اور یمبر اس کی نسبت بہتر گواہی نہیں رکھتے، بلکہ میں اور طرح پر خیال کرتا ہوں، اور میری مراد یہ ہے کہ عہد عتیق کے کسی فقرے کی طرف عہد جدید میں رجوع کرنے سے اس فقرے کی صداقت ایسی طے شدہ نہیں ہو جاتی کہ اس کے اعتبار میں یا اس کی دلیل خارجی میں جو اس کے اعتبار کی بنیاد ہے تحقیق کی حاجت نہ ہو، اور جائز نہیں کہ یہودیوں کی تاریخ کی نسبت یہ

قاعدہ مقرر کریں کہ یہودیوں کی کتابوں کی ہر بات سچی ہو ورنہ وہ سب کتابیں جھوٹی ہیں، کیونکہ یہ قاعدہ کبھی دوسری کتاب کے واسطے مقرر نہیں ہوا۔

اور اس امر کا بیان اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ والیٹر اور اس کے شاگردوں کا پچھلے دنوں سے یہ طریقہ ہو گیا ہے کہ یہود کی آڑ میں دین عیسوی پر وہ حملے کرتے ہیں، اور ان کے بعض اعتراض تو الٹا ترجمہ کرنے سے اور بعضے مبالغہ کرنے سے پیدا ہوئے ہیں، لیکن ان کے اعتراضوں کا بٹنی یہی ہے کہ حضرت مسیح اور پہلے معلموں کی گواہی موسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کی رسالت پر یہودیوں کی تاریخ کی ہر بات اور ہر جزو کی تصدیق کرتی ہے، اور عہد عتیق کے ہر حال کی سچائی کی دین عیسوی پر ضمانت واجب ہے۔“

(یہاں تک پہلی کا کلام تھا)

دیکھو کہ پہلی وہی کہتا ہے جو میں نے کہا ہے یا کچھ اور؟

پھر کہتا ہوں کہ اس محقق نے جو کچھ والیٹر اور اس کے شاگردوں کے اعتراضات کے بچاؤ کے واسطے بڑے سوچ بچار سے لکھا ہے، اس مروج الحال عیسائی مذہب کے واسطے حد درجہ تحقیق اور بچاؤ کی صورت ہے ورنہ ان پادری لوگوں کو ان لوگوں سے جن کو یہ لوگ ملحد کہتے ہیں، پیچھا چھڑانے کی کوئی صورت نہیں نکلتی، اور ملحدوں سے قطع نظر کر کے اپنے مروج مذہب کے علماء کے موافق بھی بہت ٹھیک ٹھیک کہتا ہے، اور جب اس کی تحقیق کے موافق عہد عتیق کی کتابوں کی ہر بات سچی نہیں، سو اس کے مطابق دیکھو ہم پر کچھ اعتراض نہیں، جب ہم کہتے ہیں کہ اس کے بعضے قصے جیسے لوط کا اپنے بیٹیوں سے زنا کرنا اور داؤد کا اوریا کی بیوی سے زنا کرنا اور سلیمان کا مرتد بن کر مشرک ہو جانا اور بت خانے بنوانا اور ان کے علاوہ قصے بالکل جھوٹے ہیں، اور غالباً کسی بے ایمان ملحد نے اس قسم کی باتیں ان میں ملا دی ہیں، خواہ مسیح کے زمانے سے

پہلے ہی ملائی ہوں خواہ بعد میں، یا وہ کتابیں جن میں ایسی ایسی باتیں ہیں پیغمبر لوگوں کی تصنیف نہیں۔

اگر یہ کہو کہ اگر ان کتابوں میں الحاق ہوتا یا وہ کتابیں ان پیغمبروں کی تصنیف نہ ہوتیں جن کی طرف منسوب ہیں تو پھر پہلے طبقے کے مسیحی یا اس وقت کے یہودی لوگ ہرگز ہرگز نہ کہتے کہ مثلاً موسیٰ کی کتاب یا یوشع کی کتاب، تو میں جواب دوں گا کہ اہل کتاب کے مذاق کے موافق یہ دونوں باتیں غلط ہیں، اس لئے کہ ان کے نزدیک جس کتاب میں شخص منسوب الیہ کے اکثر قول ہوں، اگرچہ ان کے ساتھ دوسرے کے قول بھی مل جاویں، یا اس کتاب میں اس کا کچھ حال ہو، گو وہ کتاب اس کی تصنیف نہ ہو اس کے بارے میں یوں کہنا صحیح ہے کہ ”فلانے کی کتاب“۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء صفحہ ۶۸):

”کہ محققین اور قاعدہ دانوں کے کہنے سے کہ الیڈ اور اڈیسی میں چند

درس الحاقی ہیں کسی نے ان کتابوں کو ہومر کی تصنیف ہونے سے انکار نہیں کیا“۔

اور لارڈز نے اپنی تفسیر کی دوسرے جلد میں اگناشس کے خطوں کے چھوٹے

نسخوں کے بیان میں یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۷ء صفحہ ۶۷):

”جو عبارتیں اگناشس کے زمانے کے مناسب معلوم نہ ہوں تو ان

سارے خطوں کو رد کر دینے کے مقابلے میں یہ بات معقول ہے کہ ان فقرات کو

الحاقی جانیں“۔

سوان دونوں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ الحاق کی وجہ سے یہ نہیں کہتے کہ ”وہ

کتاب فلاں کی تصنیف نہیں“۔

اور اسی طرح یوسفیس مورخ کی تاریخ میں بھی الحاق ہوا ہے، مثلاً وہ جملہ جس

میں حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے یقیناً الحاقی مانا گیا ہے، جیسا کہ لارڈز نے خوب محکم دلیلوں

سے ثابت کر دیا ہے، پھر بھی یونہی کہتے ہیں کہ یوسفیس کی تصنیف ہے، اور ایسا ہی عیسائی مذہب کے دوسرے قدیم مشائخ کی کتابوں میں بھی یقیناً الحاق ہوا ہے، اور وہ کتابیں بدستور انہیں کی طرف نسبت کی جاتی ہیں، رہی دوسری بات وہ بیان کی محتاج نہیں، اس لئے کہ کتاب القصص اور کتاب راعوث اور کتاب اسیر اور کتاب دوم سموئیل وغیرہ اسب اس قسم کی کتابیں ہیں کہ جن کی طرف منسوب ہیں ان کی تصنیف نہیں، بلکہ محض اتنی مناسبت سے کہ منسوب الیہم کا حال ان میں لکھا ہوا ہے، ان کی طرف نسبت کی جاتی ہیں۔

اگر یہ بات کہی جائے کہ اگر دوسرے لوگ سستی کرتے تو مسیح تو نہ کرتے، سو ان کتابوں میں اگر ان سے پہلے تحریف ہوئی ہوتی تو ضرور اس کو مشہور کر دیتے، اور محرف درسوں کو ضرور صحیح کر دیتے تو میں کہوں گا کہ یہ بات بھی غلط ہے، جیسا کہ چھٹی ہدایت کے اندر تفصیل سے گذرا۔

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ بھی مان لیں کہ مسیح اور حواریوں کی گواہی ان کتابوں کے ہر ہر جز اور ہر ہر گزارش اور ہر معاملے کی بابت ہے تب بھی ہمارے دعوے کے لئے چنداں مضرت نہیں، کیونکہ اس صورت میں صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ حواریوں کے عہد تک ان میں تحریف نہ ہوئی تھی، اس کے بعد کے لئے کیا کہو گے، جیسا کہ گریزاٹم اور جسٹن اور اگسٹائن اور سلف کے جمہور مسیحی اور سلمبر جیس اور ڈاکٹر گریب اور وائی ٹیکر اور اے کلارک اور واٹسن اور ڈاکٹر ہمفری اور کیتھولک مذہب کے علماء فریاد کرتے ہیں کہ جناب مسیح کے زمانے کے بعد یہودیوں نے عہد عتیق کی کتابوں میں تحریف کی ہے، اور ان وجوہ کا لحاظ کر کے جن کا ذکر چوتھی ہدایت کے اندر گذرا اس

بات کی تصدیق بھی خوب ہو جاتی ہے۔

اور دوسری ہدایت کے اندر گذرا کہ وہ لوگ ترجمہ سپٹو اجنٹ میں جو بڑا ہی مشہور اور مسیحیوں میں مستعمل تھا دوسری صدی میں تحریف سے نہ چو کے تھے، تو پھر عبرانی نسخہ میں جس کی طرف مسیحی لوگ ملتفت نہ تھے تحریف کرنے سے کب چوکتے؟ اور تعجب ہے کہ کس جرأت سے بعض پادری لوگ کہتے ہیں کہ اس گواہی سے ہر جز اور ہر معاملے اور ہر گزارش کی تصدیق نکلتی ہے، اس لئے کہ یقیناً اب تک کثرت سے ان میں غلطیاں اور اختلافات ہیں، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر اور اس جلد میں آٹھویں ہدایت کے اندر گذرا۔

تو کیا ان غلطیوں یا اختلافات کی بھی جناب مسیح نے تصدیق کی ہے، اگر نعوذ باللہ ایسا ہو تو پھر یہ تصدیق کس کام کی ہے، اور بہت جگہ اب تک بھی ان کے علماء محققین لاچار ہو کر تحریف کا اقرار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ جناب مسیح کے پہلے اور بعد میں دونوں زمانے میں تحریف ہوئی ہے، جیسا کہ تفصیل سے پانچویں اور نویں ہدایت کے اندر گذرا۔

تو بھلا اگر ہر جزء کی تصدیق تھی تو پھر یہ تحریف اور یہ اقرار کیسا؟ اور عزرا پیغمبر سے پہلے جو جو تحریفیں ہوئیں ان میں سے بعضی نہ تو عزرا پیغمبر سے نکلیں، نہ دوسرے پیغمبروں سے، جیسا کہ چھٹی ہدایت میں گذرا۔

اور سلف سے خلف تک، موافق اور مخالف سب لوگ تحریف کی دہائی دیتے چلے آئے ہیں، جیسا کہ ساتویں ہدایت کے اندر گذرا، اور خود ان کے بڑے بڑے محقق علماء اقرار کرتے ہیں کہ ان کتابوں کی ہر بات اور ہر گزارش الہامی نہیں، جیسا کہ دسویں ہدایت میں گذرا، سواب حق یہ ہے کہ یا تو وہ درس الحاقی ہیں، جیسا کہ پہلی وجہ

میں ہم نے بیان کیا، یا تاویل کردہ ہیں، اور مسیح کی گواہی عہد عتیق کی کتابوں کے حق میں ایسی ہے جیسی محمد ﷺ کی گواہی توریت اور انجیل کے حق میں، اور دونوں کی گواہیوں کا مطلب اتنا ہی ہے کہ وہ پیغمبر جن کی تصدیق ان دونوں نے کی ہے بلاشبہ سچے پیغمبر اور برحق تھے، اور جس کلام کو کہ وہ من جانب اللہ ظاہر کرتے تھے، سو وہ بلاشبہ الہامی تھا، مثلاً دونوں کی شہادت کے موافق جس کلام کو کہ موسیٰ نے من جانب اللہ ظاہر کیا سو وہ بلاشبہ الہامی تھا، اور اسی کا نام حقیقت میں توریت تھا۔

اور اسی طرح حضرت کی شہادت کے موافق جس کلام کو کہ عیسیٰ علیہ السلام نے من جانب اللہ ظاہر کیا سو وہ بھی بلاشبہ سچا الہامی تھا، اور اسی کا نام حقیقت میں انجیل تھا، سو اس کلام سے اے یہودیو! یا اے یہودیو اور عیسائیو! یا اے عیسائیو جس قدر دوسرے کلاموں کے ساتھ مخلوط ہو کر اب تک تمہارے پاس موجود ہے سو وہ بھی ایسا ہے کہ اگر تم اس کو سمعیات کے قاعدے کے موافق اس میں سے درست کو لے لو اور مشتبہ اور ضعیف کو چھوڑ دو تو بھی ہماری حقیقت اس سے ثابت ہو سکتی ہے، اور تمہاری ہدایت کے واسطے اور تمہارے اوپر الزام تمام ہونے کو کفایت کرتا ہے، اگر تم انصاف سے اسے دیکھو۔

اور اس تصدیق کے یہ معنی نہیں کہ جو متداول کتاب اہل کتاب کے پاس ہے وہ سرتاسر وحی الہی ہے یا جتنی وحی الہی ہوئی تھی وہ سب اس میں مدون ہے، یا جتنی مدون ہوئی تھی وہ ویسی ہی خالص باقی ہے۔

چوتھی قسم

عہد عتیق اور عہد جدید کے بارے میں میری رائے

اس بات کے بیان میں کہ عہد عتیق اور جدید کے بارے میں میرے نزدیک حق کیا ہے۔

اور اس سے پہلے کہ اپنی تحقیق ظاہر کروں بہتر یہ ہے کہ اول ان کے حق میں دوسروں کے اقوال کو بھی نقل کر دوں، تاکہ ناظرین کو کامل بصیرت ہو جائے، اور اس نقل سے یہ غرض نہیں کہ جس قول کو میں نقل کروں گا وہ میرے نزدیک پسند بھی ہے، اور نہ یہ غرض اور دعویٰ ہے کہ مسیحی علماء کا جو قول نقل کروں گا وہ جمہور علماء عیسائی کا اختیار کردہ بھی ہے، بلکہ غرض یہ ہے کہ عہد عتیق اور جدید کی کامل سند نہ ہونے اور یقینی الہامی نہ ہونے اور یقینی محرف ہونے کے سبب موافق اور مخالف نے ایسا ایسا کہا ہے، تاکہ میری تحقیق سے ناظرین کا دل یوں نہ کھٹکے کہ شاید میں ایک نئی بات کہتا ہوں، کسی اور نے اس کے لگ بھگ کہی ہے یا نہیں، اور اس قسم کو تین تنبیہ پر تقسیم کرتا ہوں۔

تین تنبیہیں

پہلی تنبیہ

عہد عتیق اور عہد جدید کے بارے میں عیسائی علماء کے اقوال
اس تنبیہ میں عیسائی مذہب کے علماء کے اقوال نقل کرتا ہوں۔

نورٹن اپنی کتاب الاسناد میں جس کا نام یہ ہے ”اے وی ڈنس دی جینیونس
اوف دی گاسپل“ (یعنی انجیل کے اصالت کی گواہی) اور یہ کتاب ۱۸۳۷ء میں یوسٹن
شہر کے اندر چھپی ہے، پہلی جلد میں دیباچہ کے اندریوں لکھتا ہے کہ:

”اکھارن اپنی کتاب میں جس کا نام یہ ہے ”ان لی ٹنک انس نیو ٹسٹمنٹ“
(یعنی عہد جدید کی شرح تحقیقی) یوں لکھتا ہے کہ

”عیسوی مذہب کے شروع میں مسیحؑ کے احوال میں ایک مختصر رسالہ تھا
جس کو اصل انجیل کہہ سکتے ہیں، اور غالب یہ ہے کہ یہ انجیل مسیحؑ کے ان مریدوں
کے واسطے تیار ہوئی تھی جنہوں نے مسیحؑ کی باتوں کو اپنے کانوں سے اور اس کے
احوال کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا تھا، اور یہ انجیل سانچے کے طور پر تھی، اور
حالات مسیحی اس میں ترتیب وار لکھے ہوئے نہ تھے۔

سواکھارن (۱) کے موافق یہ انجیل اس وقت کی مروجہ انجیلوں سے بہت
مختلف تھی، یہ انجیلیں سانچے کے طور پر نہیں جیسے وہ تھی، یہ تو کتابیں ہیں جو ہنر اور

(۱) یہ نورٹن کی عبارت ہے۔ ۱۲۱ منہ

محنت سے لکھی گئی ہیں، اور مسیح کے ان میں بعض ایسے احوال لکھے ہوئے ہیں جو ان میں نہ تھے، اور یہی انجیل ان سب انجیلوں کا جو پہلی دوسری میں رائج تھیں ماخذ تھی، اور متی، لوقا، مرقس کی تینوں انجیلوں کا بھی وہی ماخذ ہے، اور ان تینوں انجیلوں نے ان دوسری انجیلوں سے سبقت لے جا کر انہیں ختم کر دیا، اس لئے کہ ان میں بھی اصل والا ادھورا پن اور بیڈول پن باقی تھا، اور جلدی ایسے آدمیوں کے ہاتھ لگیں کہ انہوں نے ان کے ادھورے پن اور بے ڈول پن کو ختم کر دیا، اور ان انجیلوں سے جن میں مسیح کے صرف وہی احوال لکھے تھے جو نبوت کے بعد ظاہر ہوئے (جیسے ماریون کی انجیل اور ٹے شن کی انجیل اور ان کے علاوہ کی انجیل) بیزار ہو کر ان کے ساتھ دوسرے احوال بھی جیسا نسب نامہ اور پیدائش اور بلوغ کا حال ملا دیئے یہ بات اس انجیل سے جو تذکرہ کے نام سے مشہور ہے، اور جسٹن نے اس سے نقل کیا ہے، اور سرن ٹھس کی انجیل سے ظاہر ہوتی ہے، اور ان انجیلوں کے جو کچھ اجزاء باقی ہیں ان کے مقابلے کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان انجیلوں میں زیادتی رفتہ رفتہ ہوئی ہے، مثلاً مسیح کے غوطہ کھانے کے بعد آسمانی آواز جو آئی تھی اصل میں اس قدر تھی کہ تو میرا بیٹا ہے میں نے آج تجھے جنا، جیسا کہ جسٹن نے دو جگہ نقل کیا ہے اور کلیمنس نے اس فقرے کو کسی انجیل سے جس کا حال معلوم نہیں یوں نقل کیا کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے میں نے آج تجھے جنا، اور عام انجیلوں میں یوں نقل کیا ہے کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے، تجھ سے میں خوش ہوں، جیسا کہ مرقس نے پہلے باب کے گیارہویں درس میں نقل کیا ہے، اور اپی فائیس کی تصریح کے موافق ایونی انجیل نے دونوں کو جمع کر کے یوں نقل کیا ہے ”کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے میں تجھ سے خوش ہوں اور میں نے تجھے آج جنا“

اور تاریخ عیسوی کا اصل متن ان تدریجی زیادتیوں اور الحاقات کے انبوه کے ساتھ ایسا رمل گیا کہ اصل اور الحاق میں امتیاز نہ رہا، اور جو کوئی چاہے مسیح

کے غوطہ کھانے کے احوال سے جو مختلف انجیلوں سے جمع کیا گیا ہے اپنے دل کی تسلی کر لے، اور اس رل مل جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جھوٹ اور سچ اور سچے احوال اور جھوٹی کہانیاں جو ایک لمبی روایت میں جمع ہو کر بد شکل ہو گئی تھیں سب گڈمڈ ہو گئیں، اور یہ حکایتیں جس قدر ایک منہ سے دوسرے منہ میں گئیں اتنی ہی بے تحقیق اور بد شکل بنیں۔

اور دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع میں کلیسا نے چاہا کہ حتی الامکان سچے احوال کی حفاظت کرے، اور آئندہ پشتوں کو اپنے مقدور کے موافق صحیح صحیح حال پہنچائے تو ان بہت سی انجیلوں میں سے جو اس وقت میں رائج ہو رہی تھیں ان چار انجیلوں میں اعتبار اور کمال کی بڑی نشانی دیکھ کر ان کو منتخب کر لیا، اور دوسری صدی کے اخیر یا تیسری صدی کے شروع سے پہلے متی اور مرقس اور لوقا کی انجیلوں کا سراغ نہیں لگتا، سب سے پہلے ۲۰۰ء کے قریب ارینیوس نے ان انجیلوں کا ذکر کیا ہے، اور کچھ کچھ دلائل ان کی تعداد کے بارے میں لایا ہے، اور ۲۱۶ء کے قریب کلیمنس اسکندریانوس نے بڑی محنت کر کے ظاہر کیا کہ انہیں چاروں انجیلوں کو واجب التسلیم مانا جائے۔

اور ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع میں کلیسا نے کوشش کی کہ ان چار انجیلوں کو جن کا وجود تو پہلے ہی سے تھا گو سارے حالات میں ایسا نہ ہو عموماً مانا جائے، اور کلیسا نے چاہا کہ اور انجیلوں کو چھوڑ کر انہیں چاروں کو مان لے، اگر کلیسا ایسا کرتا کہ اس اصل انجیل کو جو پہلے واعظوں کو ان کے وعظ کی تصدیق کے واسطے ملی تھی الحاقات سے پاک کر کے یوحنا کی انجیل کے ساتھ مستند قرار دے دیتا تو آئندہ کی نسلیں کلیسا کی بہت شکر گزار ہوتیں، لیکن ایسا کرنا تو ممکن نہ رہا تھا، اس لئے کہ کوئی نسخہ نہ تھا جو الحاق سے خالی ہو، اور اسی طرح تحقیق کے اسباب جن سے اصل اور الحاقات کو پہچانا جائے بہت ہی کم تھے۔

پھر اکھارن حاشیہ میں لکھتا ہے کہ:

”بہت سے قدماء نے ان ہماری انجیلوں کے بہترے حصوں کی سچائی پر شبہ کیا ہے، پر فیصلہ نہ کر سکے۔“

پھر لکھتا ہے کہ:

”اکھارن ایسا کہتا ہے کہ اگرچہ ہمارے زمانے میں مطبع کے سبب یہ بات ممکن نہیں کہ کسی مصنف کی کتاب میں بیجا تحریف کر کے پھیلائی جائے، اور سنا بھی نہیں گیا، پر اس زمانے کا حال جس میں مطبع کا ایجاد نہ ہوا تھا، اس زمانے سے مختلف ہے، کیونکہ ایک لکھے ہوئے نسخے میں جو ایک ہی آدمی کی ملک ہو، اور اس کے واسطے لکھا گیا ہو یہ امر ممکن ہے، اور جب اس محرف نسخے سے نقلیں ہوں، اور اس بات کی تحقیق نہ کی جائے کہ مصنف کا کلام اس میں خالص ہے کہ نہیں، تو وہ نقلیں لاعلمی میں پھیل جائیں گی، اور متوسط زمانوں کے بہت سارے نسخے اب بھی ایسے موجود ہیں کہ الحاقی یا نقصانی عبارت میں موافق ہیں، اور پہلی صدی کے بہت مرشدوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ اس تحریف کی بابت جو کاتبوں یا نسخوں کے مالکوں نے ان کے ملفوظات میں ان کی تصنیف سے تھوڑے ہی عرصے کے بعد کی ہے، اپنے کلام میں بڑی فریاد کرتے ہیں، ڈیونے سیش گورنٹھ کے شب کے خطوں کی نقلیں پھیلنے بھی نہ پائی تھیں کہ وہ دہائی دیتا ہے کہ شیطان کے مریدوں نے ان کو گندگی سے بھر دیا، بعض چیزیں نکال دیں، اور بعض چیزیں اپنی طرف سے بڑھا دیں، اور اس کی گواہی کے موافق مقدس کتابیں بھی نہیں بچیں۔

اس زمانے کے کاتبوں کی اگر عادت نہ ہوتی تو کس واسطے اس زمانے کے مصنف ایسا کرتے کہ اپنی تصنیف کے اخیر میں بڑی قسمیں اور لعنتیں لکھا کرتے کہ ہمارے کلام میں کوئی تبدیلی نہ کرے، سوتارنخ عیسوی کے ساتھ بھی ضرور ہی ایسا سلوک ہوا ہے، نہیں تو سلسوس عیسائیوں پر کیوں اعتراض کرتا کہ انہوں نے اپنی انجیلوں کو تین بار چار بار اور اس سے بھی زائد بدلا ہے، اور کس

طرح بعضے فقرے جو مسیح علیہ السلام کے بعض خاص حالات میں مختلف انجیلوں کے اندر متفرق تھے، بعض انجیلوں میں اکٹھا ہو گئے، مثلاً ایونی فرقے کی انجیل میں وہ سب حال جو مسیح کے غوطے کھانے کے بارے میں پہلی تین انجیلوں میں اور اس تذکرہ میں جس سے جسٹن نے نقل کیا ہے پائے جاتے تھے، اکٹھے ہو گئے جیسا کہ اپی فانیس نے تصریح کی ہے۔

پھر اکھارن دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ:

”ان انجیلوں کے ظہور کے وقت سے وہ آدمی جن کو تحقیق کی قابلیت نہ تھی، بڑھانے اور گھٹانے اور ایک لفظ کو اس کے دوسرے ہم معنی لفظ کے ساتھ پلٹ ڈالنے میں مشغول ہوئے۔“

اس میں کچھ تعجب نہیں اس لئے کہ تاریخ عیسوی کے وجود کے وقت سے یہ لوگوں کی عادت ہو گئی تھی کہ اپنے علم کے موافق جو ان کو مسیح کے وعظ اور حالات میں سے حاصل تھا عبارتوں کو بدل ڈالتے تھے اور یہی دستور جو پہلے طبقے والوں نے جاری کیا تھا دوسرے اور تیسرے طبقے میں جاری رہا، اور دوسری صدی میں تو یہ عادت ایسی مشہور تھی کہ دین مسیحی کا مخالف بھی اس سے واقف تھا، سلسوس عیسائیوں پر اعتراض کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی انجیلوں کو تین بار چار بار بلکہ اس سے بھی زائد ایسا پلٹا ہے کہ گویا ان کا مضمون پلٹ گیا، اور تلمینسن بھی دوسری صدی کے آخر میں ان لوگوں کا ذکر کرتا ہے جو انجیلوں کو تحریف کیا کرتے تھے، اور اس بات کو کہ متی کی انجیل کے پانچویں باب کے گیارہویں درس میں اس فقرے کی جگہ کہ آسمان کی بادشاہت انہیں کی ہے بعض نسخوں میں یہ فقرہ کہ وہ کامل ہوں گے، اور بعض نسخوں میں یہ فقرہ کہ ”وہ ایک جگہ ایسی یائیں گے کہ جہاں ان کو دکھ نہ دیا جائے گا“ واقع ہوا ہے انہیں محرفوں کی تحریف کی طرف نسبت کرتا ہے۔“

(یہاں تک اکھارن کا قول تھا جس کو نورٹن نے نقل کیا ہے)

اور نورٹن اس قول کو نقل کرنے کے بعد یوں لکھتا ہے:

”یہ خیال نہ کیا جاوے کہ یہ رائے فقط اکھارن کی ہے اس لئے کہ جرمن میں کوئی کتاب اس کی کتاب سے زائد مقبول نہیں ہوئی، اور انجیلوں کے بارے میں اور اسی طرح اور ایسے معاملات میں کہ جس میں انجیلوں کی سچائی پر الزام آتا ہے جرمن کے بہت سے علماء متاخرین کی رائے اکھارن کے موافق ہے۔“

(یہاں تک نورٹن کا کلام تھا)

میں کہتا ہوں کہ نورٹن نے اگرچہ اسی پہلی جلد میں اکھارن کے قول کو رد کیا ہے، اور انجیل کا بہت بڑا حامی بنا ہے، مگر جو غور سے دیکھا تو اس سے رد نہیں ہوا، اور اس کے باوجود اس نے پھر خود مجبور ہو کر ان چاروں انجیلوں میں آٹھ مقامات پر تحریف مانی ہے، بعض پورے باب محرف مانے ہیں، اور بعض پوری آیت محرف مانی ہے، اور متی کے ستائیسویں باب میں ایک سارا قصہ غلط اور ایک ساری حکایت جھوٹی مانی ہے، جیسا کہ تفصیل سے پانچویں ہدایت کے اندر دوسری قسم کے شواہد میں گذرا، اور اس بات کا بھی اقرار کیا ہے کہ ”ان اعجازی باتوں میں جن کو لوگانے ذکر کیا ہے روایتی جھوٹ بھی مل گیا ہے، اور اس کے لکھنے والے نے شاعرانہ مبالغہ کے طور پر اس کو ملا لیا ہے، لیکن اس زمانے میں جھوٹ کا سچ سے تمیز کرنا مشکل ہے“ جیسا کہ دسویں ہدایت میں گذرا۔

اکھارن وغیرہ کی تحقیق کے نتائج

سوا اکھارن اور جرمن کے بہت سے علماء متاخرین کے مطابق کئی باتیں معلوم

ہوئیں:

پہلی بات

پہلی بات یہ ہے کہ عیسوی مذہب کے شروع میں اصل انجیل پائی جاتی تھی جو

ان سب انجیلوں کا جو پہلی صدیوں میں رائج تھیں ماخذ تھی، اور اسی طرح متی، مرقس،
 لوقا کی انجیلوں کا ماخذ تھی، اور اس بات میں انہی علماء کے قریب قریب محقق لیکرک اور
 کوپ اور میکالس اور لینگ اور نیمیر اور مارش بھی یوں لکھتے ہیں کہ شاید متی اور مرقس اور
 لوقا کے پاس عبرانی میں ایک ایسا صحیفہ تھا، جس میں حضرت مسیح کی گذارشات لکھی ہوئی
 تھیں اور انہوں نے اس سے نقل کیا، متی نے بہت اور مرقس اور لوقا نے تھوڑا جیسا کہ
 ہارن صاحب نے اپنی تفسیر کے اس نسخے میں جول ۱۸۲۲ء میں تیسری بارلنڈن میں چھپا
 ہے چوتھی جلد کے صفحہ ۲۹۵ میں نقل کیا ہے، گو اس قول کو وہ ناپسند کرتا ہے۔

دوسری بات

دوسری بات یہ کہ ان انجیلوں کی طرح پہلی دو صدیوں میں اور انجیلیں بھی
 بہت رائج تھیں، اور اس کی مفصل تشریح چوتھی ہدایت کی بارہویں وجہ میں گذری، اور
 دیسی لکھتا ہے کہ لوگوں کی یہ عادت تھی کہ حضرت عیسیٰ کے وعظ اور مشہور باتیں لکھ لیا
 کرتے تھے، لہذا حواریوں ہی کے وقت میں بہت سے ملفوظ پائے جاتے تھے۔

تیسری بات

تیسری بات یہ ہے کہ اس انجیل میں تدریجی طور پر الحاقات ہوتے ہوتے اس
 حد کو نوبت پہنچی کہ اصل کی تمیز نہ رہی کہ کس قدر تھی، اور اس رل ٹل جانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ
 جھوٹ اور سچ اور سچے احوال اور جھوٹی کہانیاں سب گڈمڈ ہو گئیں، اور اس کا کوئی نسخہ ایسا
 نہ تھا جو اس خرابی سے خالی ہو، اور تحقیق کے اسباب بہت ہی کم تھے، اس لئے مجبوراً کلیسا
 نے اس کو چھوڑ دیا۔

چوتھی بات

چوتھی بات یہ ہے کہ اس خرابی کا لحاظ کر کے کہ ایسی انجیل تو کوئی نہ تھی جس میں سب سچا حال ہو، تو مجبوراً کلیسا نے ان چار انجیلوں کو اوروں کے مقابلہ میں اچھا دیکھ کر واجباً تسلیم ٹھہرا دیا، گو سارے حالات ان کے سچے نہ ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات بلاشبہ سچی ہے جیسا کہ پہلی جلد کے اندر اور اس جلد میں آٹھویں ہدایت کے اندر گزرا۔

اور نورٹن نے بھی جو ان علماء کا اس رائے میں بڑا مخالف ہے متی کی انجیل میں جھوٹے قصے اور جھوٹی حکایت کا اور لوقا کی انجیل میں دروغ روایتی کے مل جانے کا اقرار کیا ہے، جیسا کہ ابھی جلد گزرا۔

پانچویں بات

پانچویں بات یہ ہے کہ متی اور مرقس اور لوقا کی انجیلوں کا دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع سے پہلے سراغ نہیں لگتا، تو دو صدیوں تک سند اس کی مفقود ہے، آگے جلد ہی آئے گا کہ نورٹن اقرار کرتا ہے کہ عیسائی مذہب کے معلموں کی کتابوں میں عہد جدید کے بارے میں بھی خاطر خواہ گواہی نہیں ہے۔

چھٹی بات

چھٹی بات یہ ہے کہ عیسائی مذہب کے قدماء میں سے بہت سے مرشد اس تحریف کی جو لوگوں نے ان کے ملفوظات میں کی تھی بڑی فریاد کرتے ہیں، اور ڈیونے سیش کی گواہی کے مطابق مقدس کتابیں تحریف سے نہیں بچیں، اور یہ علماء اقرار کرتے ہیں کہ تاریخ عیسوی کے ساتھ بھی ضرور یہی سلوک ہوا ہے یعنی محرف ہوئی ہے۔

ساتویں بات

ساتویں بات یہ ہے کہ پہلے طبقے سے یہ عادت شروع ہو گئی تھی کہ لوگ اپنی سمجھ کی موافق بڑھاتے یا گھٹاتے یا عبارتیں پلٹ ڈالتے ہیں، اور دوسری صدی میں یہ عادت ایسی مشہور تھی کہ مخالف بھی واقف تھے۔

اور فاضل بت پرست سلسوس دہائی دیتا تھا کہ:

”عیسائیوں نے اپنے انجیلوں کو تین بار چار بار بلکہ اس سے بھی زائد بدلا

ہے۔“

میں کہتا ہوں کہ یہ تین بار چار بار اور اس سے زائد کی تبدیلی اس تبدیلی کے علاوہ ہے، جو مسالے کے عہد امارت میں ان انجیلوں میں اصلاح کے نام پر ہوئی، جیسا کہ ساتویں ہدایت کے اندر گزرا۔

سو دیکھئے ان علماء کے نزدیک یہی بات ہے کہ اصل انجیل گم ہو گئی، اور ان انجیلوں میں جواب ہیں جھوٹی سچی روایتیں ملی ہوئی ہیں، اور بلاشبہ تحریف بھی ان میں ہوئی ہے، اور اول کی تینوں انجیلوں کا دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع سے پہلے سراغ نہیں لگتا، تو اب ان علماء کے نزدیک انجیلوں کو سیرت کی ان کتابوں پر جن میں ہر طرح کی آحاد روایات ضعیف، غیر ضعیف، جھوٹی، سچی گڈ بڈ ہوں کچھ بھی ترجیح نہیں، اور ہر گز ان کی متصل سند ان کے مصنفین تک نہیں پہنچتی۔

اور وہی نورٹن اپنی اسی کتاب الاسناد میں دوسری جلد کے اندر عہد عتیق کے

بارے میں یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۳ء صفحہ ۷۳):

”متاخرین میں مشہور ہے کہ بائبل کی قید کی رہائی کے بعد عزرا نے عہد

عتیق کو لکھا ہے، اور اس بات کو یہودیوں کی روایت سے لیا ہے، پر وہ روایت تو

ایسی ہے کہ اس پر ایسے امر کی بنا نہیں کر سکتے، اور ظاہر میں جھوٹی ہے کہ نہ اس کو
فلو نے ذکر کیا ہے، اور نہ یوسفیش نے، اور نہ طالموت میں مذکور ہے، ہاں اس
جعلی کتاب میں تو جو عزرا کی طرف منسوب ہے، اور انگریزی بائبل کی جعلی
کتابوں میں چھپی ہے لکھا ہے کہ توریت جلائی گئی اور کوئی توریت کو نہ جانتا تھا اور
کہا گیا ہے کہ پھر عزرا نے روح القدس کی مدد سے اس سب کو جو توریت میں تھا
لکھ دیا ہے، اور یہ روایت عیسائی مذہب کے مشائخ کی کتابوں میں پائی جاتی
ہے، اور بلاشبہ انہوں نے یہودیوں سے لی ہے سب سے پہلے ارنیوس جو عزرا
سے چھ سو برس بعد گذرا ہے، ایک کتاب میں لکھتا ہے کہ ”بابل کی اسیری کے
وقت توریت جلائی گئی تھی، خدا نے عزرا کو الہام کیا کہ انبیاء کی کتابوں کو مرتب
کرے، اور آئین موسوی کو دوبارہ ترتیب دے، اور ایسا ہی کلیمنس اسکندریانوس
لکھتا ہے کہ مقدس کتابیں جاتی رہیں اور عزرا کو الہام ہوا کہ دوبارہ ان کو از سر
نو کر دے، اور لوگوں کو آگاہ کر دے۔“

ٹرٹولین کہتا ہے کہ:

”مشہور ہے کہ یروشلم کی تباہی کے بعد جو بایلتون کے ہاتھ سے ہوئی
یہودی کتابوں کا کل مجموعہ عزرا کے ہاتھ سے پھر از سر نو ہاتھ آیا ہے۔“
اور گریزا سٹم لکھتا ہے کہ:

”جس خدا نے موسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کو الہام کیا ہے عزرا کو الہام کیا
کہ باقی ماندہ کتابوں سے ان کتابوں کو اکٹھا کر لے۔“

تھیوفلکٹ اس کے بالکل برعکس بیان کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ:

”مقدس کتابیں بالکل جاتی رہیں تھیں عزرا نے الہام سے پھر از سر نو
بنائی ہیں۔“

اور ان روایتوں کے اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہودیوں نے

عیسائیوں کو یہ کتابیں پہنچائیں اس وقت ان کو اس بارے میں کوئی امر محقق نہ تھا، بلکہ افسانے تھے جو انہوں نے اپنی طرف سے گڑھ رکھے تھے، اور اس روایت کا بطلان اس روایت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو طالموت میں مذکور ہے کہ:

”موسیٰ نے بلغام کی فصل سے، اور ایوب نے اپنی کتاب کو لکھا ہے، اور

یوشع نے اپنی کتاب کو اور توریت کے آٹھ درسوں کو لکھا ہے۔

اور سموئیل نے اپنی کتاب کو اور کتاب القصص اور کتاب راعوث کو لکھا

ہے اور داؤد نے ان دس مشائخ کی مدد سے (۱) آدم ملکی (۲) صدق (۳)

ابراہیم (۴) موسیٰ (۵) ہمان (۶) جدوٹھن (۷) اساف (۸، ۹، ۱۰) تورح کے

تین بیٹے لکھا ہے، اور یرمیا نے اپنی کتاب کو اور نوحہ کو لکھا ہے اور یہودا کے بادشاہ

خرقیانے اپنے نوکروں کی مدد سے کتاب اشعیا اور امثال اور نشید الانشاد اور جامعہ

کو لکھا ہے، اور علماء معبد نے کتاب خرقیل اور گیارہ جھوٹے پیغمبروں کی کتابوں کو

اور کتاب دانیال اور کتاب استیر کو لکھا ہے، اور عزراء نے اپنی کتاب کو دوسری

تاریخ کی کتابوں سے لکھا ہے۔“

سو تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا، کہ موسیٰ اس توریت کا مصنف ہے، اور نہ کوئی

دلیل اس امر کی ہے کہ عزرا کے عہد میں یہودیوں کی یہ رائے تھی، اور نہ اس بات کی

دلیل ہے کہ عزرا کی وقت میں توریت کا وجود تھا، اور اس بات کی کوئی قابل اعتبار دلیل

نہیں کہ جس جگہ آئین کا ذکر ہو اس سے مراد توریت ہو اور اگر بالفرض مان بھی لیں کہ

عزرا کے وقت میں توریت موجود تھی، اور اس وقت کے یہودی یقیناً جانتے تھے کہ یہ

موسیٰ کی کتاب ہے تو بھی وہ زمانہ مصنف کے زمانہ سے ہزار برس بعد کا ہے، سو ایسی

رائے جو ہزار برس بعد کی ہوتا تاریخی شہادت نہیں بن سکتی، سو اس سے ظاہر ہوا کہ اس امر

کی کہ یہ توریت موسیٰ کی تصنیف ہے کوئی دلیل نہیں، جب تک کہ یہود کی قانونی

کتابوں سے اس بات کی سند نہ ملے، پر کوئی معتبر کتاب ایسی نہیں، کہ موسیٰ کے وقت کے قریب کی تصنیف ہو، اور اس میں یہ بات لکھی ہو کہ یہ توریت موسیٰ کی تصنیف ہے۔
عہد عتیق سے شہادت کی تحقیق

اب اس بات کی تحقیق کرتا ہوں کہ عہد عتیق سے بھی کہیں اس بات کی گواہی (جیسا کہ دوسروں نے گمان کیا ہے) نکلتی ہے یا نہیں، عہد عتیق کی کتابوں میں مختلف قصوں اور آئیٹوں کی طرف جو توریت میں ملتے ہیں اشارہ پایا جاتا ہے، اس سے گمان ہوا ہے کہ توریت ان سے پہلے لکھی گئی ہے، اور ظنی دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ ہی نے اسے لکھا ہو، لیکن ان اشاروں سے یہ مطلب نہیں نکلتا اس لئے کہ توریت گو موسیٰ کی تصنیف نہیں، لیکن قدیم روایتوں سے (خواہ تحریری روایتیں ہوں یا زبانی، خواہ دونوں) جمع کی گئی ہے، اور اس جمع کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ روایات اور قوانین جو یہود کی قوم سے تعلق رکھتے ہیں اکٹھے رہیں، سو ان روایات اور قوانین کی طرف جیسا کہ جمع کے بعد اشارہ ہو سکتا ہے اسی طرح جمع سے پہلے بھی ہو سکتا ہے، اور یوشع کی کتاب میں بار بار آئین کا ذکر ہے۔

اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ یہ موسیٰ کی کتاب کے واسطے پہلی گواہی ہے، مگر یہ غلط ہے، اس لئے کہ یہاں اور اسی طرح دوسرے مقامات میں آئین سے توریت مراد نہیں لے سکتے، جب تک کہ خارجی دلیل سے یہ بات ثابت نہ ہو جائے کہ اس سے مراد موسیٰ کی یہی پانچ کتابیں ہیں۔

اس کے علاوہ یوشع کی کتاب میں خود کلام ہے کہ کس نے کس وقت میں اسے لکھا ہے، اور اس کے تالیف کا زمانہ موسیٰ کی پانچ کتابوں کے زمانے کی طرح ثابت نہیں، اور اس کی سند پر بھی ایسا ہی اعتراض وارد ہوتا ہے۔

پھر صفحہ ۸۲ میں لکھتا ہے کہ:

”عہد عتیق کی کتابوں میں سے کسی ایسی کتاب میں جس کی تالیف کا گمان بابل کی قید سے پہلے ہو، یوشع کی کتاب کے سوا ایسی کتاب آئین کا جو موسیٰ کی طرف منسوب ہو اصراراً ذکر نہیں آیا، اور سموئیل کی کتاب میں اس کا ذکر نہیں، اور پیغمبروں کی کتابوں میں کہیں ایسی کتاب کے حق میں جو موسیٰ کی طرف منسوب ہو گواہی نہیں، اور اس بات سے کہ ان کتابوں کی موسیٰ کی طرف صحت نسبت کے واسطے کوئی دلیل نہیں یہ بات بڑھ کر ہے، اس لئے کہ یہ پیغمبر علانیہ دین کی تعلیم کرتے تھے، سوا اگر کوئی کتاب موسیٰ کی طرف منسوب ہوتی تو اپنی کتاب میں اس بات کی تصریح کر دیتے، سوا ب شبہ قوی ہے کہ ان کے زمانے میں یہ کتاب نہ تھی اور جو پیغمبر بابل کی قید کے بعد ہوئے، انہیں بھی ایسی کتاب تواتر کے طور پر نہیں پہنچی، سوا ب عیسائی مذہب کے معلموں کی گواہی کا ان کتابوں کے بارے میں کس طرح اعتبار کریں کہ ان کی کتابوں میں تو عہد جدید کی بابت بھی خاطر خواہ گواہی نہیں ہے۔

(یہاں تک نوٹن کا کلام تھا)

پھر نوٹن اسی دوسری جلد میں اس بات کے دلائل لاتا ہے جن کے ذکر سے

یہاں غرض متعلق نہیں۔

ہمارے وقت کے جمہور پادری اس کی تحقیق کو مانیں یا نہ مانیں اس سے قطع

نظر کر کے میں کہتا ہوں کہ اس نے کئی باتوں کا اقرار کیا:

اول یہ کہ اس امر کی کوئی سند نہیں کہ عزرا نے عہد عتیق کی کتابوں کو لکھا ہے، اور

اس بارے میں جو روایات عیسائی مذہب کے قدیم مشائخ نے نقل کی ہیں، سوا اولاً آپس

میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں، اور ثانیاً ان کو یہود کے کسی معتبر عالم نے روایت نہیں

کیا، اور نہ ان کی طالموت میں مذکور ہیں، بلکہ جو روایت کہ طالموت میں مذکور ہے ان

روایات کے مخالف ہے۔

دوم یہ کہ یوشع کی کتاب کے سوا عہد عتیق کی کسی کتاب میں صراحۃً ایسا کوئی ذکر نہیں جس سے اس امر کی سند نکلے کہ یہ توریت موسیٰ کی تصنیف ہے، اور یوشع کی کتاب سے ہرگز پوری طرح یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ توریت انہیں پانچ کتابوں سے عبارت ہے جو اب موسیٰ کی طرف منسوب ہیں، میں کہتا ہوں یہ سچ ہے جیسا کہ پہلی ہدایت کے اندر چوتھی دلیل میں گذرا۔

سوم یہ کہ اس کے نزدیک توریت کی حقیقت یہ ہے کہ کسی نے قدیم روایات کو تحریری ہوں یا زبانی یا دونوں طرح کی جمع کر لیا ہے، اس مقصد سے کہ وہ روایات اور قوانین جو یہود کی قوم سے تعلق رکھتے ہیں سب اکٹھے ہو جائیں۔

چہارم یہ کہ عیسائی مذہب کے قدیم مشائخ کی کتابوں میں نہ عہد عتیق کی بابت سند کامل ہے اور نہ عہد جدید کے بارے میں، میں کہتا ہوں کہ علماء جرمن نے بھی اقرار کیا تھا کہ دو صدیوں تک سند مفقود ہے جیسا کہ ابھی جلد گذرا۔

اور اکبر آباد کے مباحثہ میں جب ہماری طرف سے برابر سند متصل کا مطالبہ تھا اور پادری لوگ اس کے لانے سے بالکل عاجز تھے تو پادری فریچ صاحب نے کتاب مشاہدات کے ذکر میں علی الاعلان یوں عذر کیا تھا کہ اگلے زمانے کے فتنے اور فساد کے سبب اس کی سند متصل ہمارے پاس نہیں ہے، اور جاننا چاہئے کہ سند متصل سے ہماری مراد یہ ہے کہ کوئی اہل کتاب کا عالم جس کا قابل اعتماد ہونا مشہور ہو اس زمانے والا جس زمانے تک بائبل کی وہ کتاب جس کی بابت وہ سند دیتا ہے دنیا میں پھیلنے نہ پائی تھی، اس طرح سند ظاہر کرے کہ میں نے فلاں شخص سے اور اس نے فلاں شخص سے دریافت کیا ہے کہ میں نے بائبل کے فلاں رسالہ کو انھیں الفاظ میں فلاں پیغمبر یا حواری

کو پڑھتے یا پڑھاتے یا لکھتے لکھاتے دیکھا ہے، یا اس سے میں نے پڑھایا سنایا پایا ہے،
 سو اس طرح پر کسی مشہور التصنیف عالم نے نہیں لکھا ہے، نہ کلیمنس اسقف روم نے
 اور نہ اگناٹیوس نے اور نہ ہرماس نے اور نہ برنباہ نے اور نہ پولیکارب نے، اور نہ کسی
 اور ایسے عالم نے جو دوسری صدی کے آخر تک ہوئے ہیں۔

صاحب استفسار اپنی کتاب کے بارہویں استفسار کی پانچویں وجہ میں
 لکھتے ہیں:

”ہم نے بعضے اسناد قرآن شریف کے اپنے سے لگا کر پیغمبر خدا تک اور
 بعض اسماء الرجال بخاری وغیرہ کی بعضے اہل علم عیسائی مذہب والوں کے سامنے
 پیش اور بیان کر کے پوچھا کہ آپ کے یہاں انجیل کی اسی طرح سندیں قرن
 اول مسیحی سے حضرت مسیح تک ہیں یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔“

(یہاں تک صاحب استفسار کا کلام تھا)

بہر حال ابتدائی دو صدیوں تک یقیناً ایسی سند متصل گم ہے، لیکن پادری لوگ
 کبھی مغالطہ دینے کو کہہ بیٹھتے ہیں کہ نہیں کلیمنس اسقف روم اور اگناٹیوس کی تحریروں
 میں سند پائی جاتی ہے، سو اولاً یہ سند جس کا ہم مطالبہ کرتے ہیں، ان دونوں کے کلام
 میں ہرگز نہیں ملتی، اور ثانیاً کلیمنس کا حال یہ ہے کہ اتفاقی طور پر اس کے کئی اقوال
 مضمون میں اناجیل کی بعض عبارتوں کے موافق ہو گئے ہیں انہیں اقوال کو عیسائی علماء
 سینہ زوری سے کہتے ہیں کہ اس نے ان کو انجیلوں سے نقل کیا ہے، حالانکہ اس کے
 سارے کلام سے کسی جگہ یہ بات صاف معلوم نہیں ہوتی، کہ وہ کسی انجیل سے نقل کرتا
 ہے، اور کچھ تھوڑا سا توافق جو مضمون میں پایا جائے اس سے نقل نہیں ثابت ہوتی، ورنہ
 لازم آئے گا کہ اکثر فقرے جو انجیل میں پائے جاتے ہیں حکماء اور بت پرستوں کی
 کتابوں سے منقول ہوئے ہوں، اور ملحدوں کا یہ طعن کہ انجیل میں جو تین چار باتیں

اخلاق کی اچھی پائی جاتی ہیں انہی کتابوں سے منقول ہیں درست ہو۔
صاحب اکسیہو مو لکھتا ہے کہ:

”وہ اخلاق جو عہد جدید میں پائے جاتے ہیں جن پر عیسائی بڑا فخر کرتے ہیں، لفظاً لفظاً کنفیوشس کی کتاب اخلاق سے جو تقریباً چھ سو برس مسیح سے پیشتر تصنیف ہوئی ہے منقول ہیں، مثلاً چوبیسویں خلق کے ذیل میں یوں لکھا ہوا ہے:
”دوسرے سے وہ کرو جو تم چاہتے ہو کہ وہ تم سے کرے، اور نہ کرو، وہ جو تم نہیں چاہتے کہ وہ تم سے کرے، اور تم کو صرف اسی خلق کی حاجت ہے، اور یہ سب مخلوق کی جڑ ہے۔“

اور اکانوویں خلق کے ذیل میں یوں لکھا ہوا ہے:
”اپنے دشمن کی موت نہ چاہ کہ وہ خواہش بے فائدہ ہے، اور اس کی زندگی خدا کے اختیار میں ہے۔“

اور تریسویں خلق کے ذیل میں ہے:
”نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ کرو، اور کبھی بدی کے بدلے میں بدی نہ کرو۔“

اور ترستھویں خلق کے ذیل میں ہے:
”ہم دشمن سے اعراض بدلہ لیے بغیر کر سکتے ہیں، اور طبیعت کے خیال ہمیشہ گنہ گار نہیں۔“

(یہاں تک کنفیوشس کا کلام تھا)

سو حق یہ ہے کہ دوسرے مضمون سے کچھ مناسبت اور توافق سے نقل ثابت نہیں ہوتی، اور جس طرح ملحدوں کا وہ دعویٰ غلط ہے اسی طرح ہی عیسائی علماء کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے۔

کلیمنس کے بعض اقوال کا جائزہ

اور اب نمونہ کے طور پر کلیمنس کے بعض اقوال نقل کرتا ہوں۔

اول

اول یہ:

”جو عیسیٰ کو پیار کرتا ہے اس کو چاہئے کہ اس کے حکم پر عمل کرے۔“

مسٹر جونسن کہتا ہے کہ:

”کلیمنس نے اس فقرے کو یوحنا کی انجیل کے چودھویں باب کے

پندرہویں درس سے لیا ہے۔“

(یہاں تک مسٹر جونسن کا کلام تھا)

اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۳۲ء):

”اگر تم مجھے پیار کرتے ہو، میرے حکموں پر عمل کرو۔“

دیکھو دونوں فقروں کے مضمون میں جو کچھ یکسانیت تھی اس کے سبب مسٹر

جونسن نے دلیل پکڑی، اور اپنے گمان میں یوحنا کی انجیل کے واسطے ایک سند پیدا

کی، اولاً تو امور مذکورہ بالا کا لحاظ کر کے یہ صرف ایک وہم ہے، اور ثانیاً تین اور وجہ سے

بھی باطل ہے۔

پہلی وجہ:

پہلی وجہ یہ ہے کہ کلیمنس کے خط کی تحریر کا سال کسی قول کے موافق ۹۶ء سے

تجاوز نہیں کرتا، اور یوحنا کی انجیل اسی مسٹر جونسن کے مذہب کے موافق ۹۸ء میں لکھی

گئی ہے، سو اب کس طرح متصور ہے کہ اس نے اس فقرے کو اس انجیل سے نقل کیا

ہے۔

دیکھو کہ تعصب اور گھبراہٹ نے کیسا اس کی عقل پر پردہ ڈالا کہ ایسا بیہودہ دعویٰ کرتا ہے کہ کوئی نادان بھی نہ کرے۔

جاننا چاہئے کہ کلیننس کا صرف ایک ہی نامہ ہے، جو اس نے آرچ بشب آف کینٹربری کی تحقیق کے مطابق ۹۲ء سے ۱۰۰ء کی درمیانی مدت میں لکھا ہے، اور ڈیوپن اور تلی منٹ کہتے ہیں کہ ۹۱ء یا ۹۳ء تک کلیننس بشب بھی نہ ہوا تھا، اور لارڈز کے مختار قول کے موافق ۹۶ء میں لکھا ہے، اور ولیم میور سکریری اپنی تاریخ اردو کلیسیا میں لکھتے ہیں کہ ۹۵ء میں لکھا ہے:

”اگرچہ سند نہ ہونے کے سبب اس کے سال تحریر میں اختلاف ہے، مگر کسی کے قول کے موافق ۹۶ء سے تجاوز نہیں کرتا۔“

اور ہارن صاحب اپنی تفسیر کی چوتھی جلد میں کہتا ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء صفحہ ۷۷۳):
 ”یوحنا نے گریزاٹم اور اپلی فائیس اور ڈاکٹر مل اور فی بری شس اور لیکلرک اور بشب ٹاملائن کے مختار قول کے موافق ۹۷ء میں، اور مسٹر جونس کے مختار قول کے موافق ۹۸ء میں اپنی انجیل کو لکھا ہے۔“

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بات تو بدیہی ہے کہ محبت وہی ہوتا ہے کہ اپنے محبوب کے حکموں پر عمل کرے، ورنہ محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے سو یہ بات ایسی نہیں کہ اس نے کہیں سے دیکھ کر نقل کی ہو یا کسی سے سن کر، بلکہ ممکن ہے کہ اپنی ہی طرف سے لکھی ہو۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ ہے کہ کلیننس تابعی تھا، اور اس نے حواریوں کی صحبت پائی تھی، سو لوقا وغیرہ کی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات اور اقوال سے واقف تھا، سو

جناب مسیح کے ایسے قولوں میں اسے ایسی حاجت کہاں سے ثابت ہوئی کہ کسی انجیل سے نقل کیے بغیر ایسا قول نہ لکھ سکے۔

اور اس جگہ لارڈز بھی انصاف پر آ کر اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں یوں لکھتا ہے
(نسخہ ۱۸۲ء صفحہ ۴۰):

”میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے میں شبہ ہے، کیونکہ کلیمنس حواریوں کے وعظ اور صحبت کے سبب اس بات سے خوب واقف تھا کہ عشق عیسوی کا اقرار آرمیوں پر واجب کرتا ہے کہ اس کے حکموں پر عمل کریں۔“
(یہاں تک لارڈز کا کلام تھا)

دوسرا قول

دوم یہ کہ اس نامہ کے تیرہویں باب میں ہے:
”اور ہم کریں جیسا کہ لکھا ہوا ہے، اس لئے کہ روح القدس نے اس طرح کہا ہے کہ دانا آدمی اپنی دانائی پر فخر نہ کرے، خصوصاً یاد رہے خداوند یسوع کے الفاظ جو ربوباری اور مجاہدہ کی تعلیم کے وقت یوں فرمائے تھے:
”رحم کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے، بخشو تا کہ تم بخشے جاؤ، جیسے تم کرو گے ویسا ہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا، جیسا تم دو گے ویسا ہی تمہیں دیا جائے گا، جیسی تم عیب گیری کرو گے ویسی ہی تمہاری عیب گیری کی جائے گی، جیسے تم مہربانی دکھاؤ گے، ویسی ہی تم کو مہربانی دکھائی جائے گی، اور جس پیمانے سے تم ناپو گے اسی پیمانے سے تمہارے لئے ناپا جائے گا۔“

(یہاں تک کلیمنس کی عبارت تھی)

اس عبارت کے بارے میں کہتے ہیں کہ لوقا کی انجیل کے چھٹے باب کے ۳۶ و ۳۷ و ۳۸ درس سے اور متی کی انجیل کے ساتویں باب کے ۱۲ و ۱۳ درس سے

نقل کیا ہے۔

اور لوقا کی عبارت یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

”۳۶۔ اس واسطے تم جیسا تمہارا باپ رحیم ہے رحیم ہو۔

۳۷۔ نکتہ چینی نہ کرو، تب تمہاری نکتہ چینی نہ کی جائے گی، اور گناہ ثابت نہ

کیا کرو تو تمہارے گناہ ثابت نہ کئے جائیں گے، بخشتو کہ تم بخشے جاؤ گے۔

۳۸۔ دو کہ تمہیں دیا جائے گا، اچھا پیاناہ داب داب کے اور ہلا ہلا کر

لبالب بھرا ہوا تمہاری گود میں رکھ دیں گے، اس لئے کہ جس پیانے سے پیمائش

کرتے ہو، اسی سے پھر تمہارے لئے پیمائش کی جائے گی۔“

اور متی کی عبارت یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

”۱۔ نکتہ چینی نہ کرو کہ تمہاری نکتہ چینی نہ کی جائے۔

۲۔ کیونکہ جو نکتہ چینی تم کرو گے ویسے ہی تمہاری نکتہ چینی کی جائے گی، اور

جس پیانے سے تم پیمائش کرتے ہو اسی سے تمہارے واسطے بھی پیمائش کی جائے

گی۔

۲۔ ایس جو جو سلوک تم چاہتے ہو کہ لوگ تم سے کریں تم بھی ان سے وہی

کرو، کہ شرع اور انبیاء (کی تعلیم) یہی ہیں۔“

سوم

سوم یہ کہ اسی نامہ کے ۳۶ باب میں ہے:

”یاد رکھو، خداوند یسوع مسیح کے الفاظ، اس لئے کہ اس نے کہا ہے کہ اس

آدمی پر افسوس جس کی طرف سے جرم آئے اس کے لئے یہ بہتر تھا کہ وہ پیدا نہ

ہوتا، اس سے کہ وہ میرے کسی پسندیدہ کو دکھ دیوے، اس کے لئے یہ بہتر تھا کہ

چکی کا پاٹ اس کی گردن میں باندھ کر سمندر میں ڈبو یا جاتا، اس سے کہ وہ میرے

کسی ایک کو چھوٹے بچوں میں سے دکھ دیوے۔“

(یہاں تک کلیمنس کی عبارت تھی)

اس عبارت کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ متی کے ۲۶ باب کے ۲۴ درس اور ۱۸ باب کے ۶ درس اور مرقس کی انجیل کے ۹ باب کے ۴۲ درس اور لوقا کی انجیل کے ۱۷ باب کے ۲ درس سے منقول ہے، اور وہ درس یوں ہیں (درس ۲۴ باب ۲۶ متی نسخہ ۱۸۴۱ء):

”ابن آدم جیسا کہ اس کے حق میں لکھا ہے چلا، لیکن اس شخص پر جس کے ہاتھ سے ابن آدم پکڑوایا جائے واویلا ہے، اس شخص کے لئے یہ بہتر تھا کہ وہ پیدا نہ ہوتا۔“

درس ۶ باب ۱۸ متی (نسخہ ۱۸۴۱ء):

”پر جو کوئی کہ ایک کو ان لڑکوں میں سے جو میرے معتقد ہیں ٹھوکر کھلاوے یہ اس کے لئے بہتر تھا کہ ایک چکی کا پاٹ اس کی گردن میں باندھا جاتا، اور وہ دریا میں تہ تک پہنچایا جاتا۔“

درس ۴۲ باب ۹ مرقس (نسخہ ۱۸۴۱ء):

”اور جو کوئی ان چھوٹوں میں سے جو مجھ پر اعتقاد رکھتے ہیں ایک کو ٹھوکر کھلاوے، اس کے لئے یہ بہتر تھا کہ چکی کا پاٹ اس کے گلے میں لٹکایا جاتا، اور وہ دریا میں ڈبوایا جاتا۔“

درس ۲ باب ۷ لوقا کا یہ ہے:

”اگر چکی کا پاٹ اس کی گردن میں لٹکایا جاتا، اور دریا میں پھینک دیا جاتا تو اس کے لئے اس سے یہ بہتر ہوتا کہ وہ ان چھوٹوں میں سے ایک کو ٹھوکر کھلاوے۔“

اور لارڈز نر کلیمنس کی عبارت کو اور ان درسوں کو اپنی کتاب کی دوسری جلد میں

نقل کر کے لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء صفحہ ۳۷):

”میں نے مقابلے میں کئی انجیل نویسوں کے الفاظ اس لئے رکھ دیئے

ہیں، تاکہ ہر شخص خوب سمجھ لے۔

لیکن عام خیال یہ ہے کہ اس عبارت کا جزء اخیر درس ۲ باب ۷ لوقا سے

لیا گیا ہے۔“

(یہاں تک لارڈز کا کلام تھا)

اور ان دونوں عبارتوں کو سند کے مدعی بہت بڑی سند قرار دیتے ہیں، اور پہلی

نے اپنی کتاب الاسناد میں صراحتہ صرف انہیں دو کو ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ نقل کا دعوے بالکل غلط ہے، کیونکہ اگر نقل کرتا تو اول اس

انجیل کا جس سے نقل کرتا ہے نام لکھتا، اور اگر نام نہ لکھتا تو اس کی عبارت کو بعینہ نقل

کرتا، اور اگر یہ بھی نہ کرتا تو ادنیٰ درجہ یہ تھا کہ سارے مضمون میں تو موافق ہوتا، حالانکہ

نہ اس انجیل کا نام لکھا ہے، اور نہ ان تینوں انجیلوں میں سے کسی انجیل کی عبارت کو بعینہ

نقل کیا ہے، اور نہ مضمون کے بعض حصوں کا پوری طرح اتحاد ہے، مثلاً پہلی عبارت

میں کلیمنس کا فقرہ یوں ہے:

”رحم کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

اور لوقا کی انجیل میں یوں ہے:

”تم جیسا تمہارا باپ رحیم ہے رحیم ہو۔“

اور یہ فقرہ ”جیسی تم مہربانی دکھاؤ گے ویسی ہی مہربانی تم کو دکھائی جائے گی“

کلیمنس کی عبارت میں ہے، اور متی اور لوقا کی انجیلوں میں نہیں پایا جاتا۔

اور یہ فقرہ ”اور گناہ ثابت نہ کیا کرو تو تمہارے گناہ ثابت نہ کئے جائیں گے“

اور اسی طری یہ فقرہ ”اچھا پیانہ داب داب کے اور ہلا ہلا کے لبالب بھرا ہوا تمہاری گود

میں رکھ دیں گے“ لوقا کی عبارت میں ہے، اور کلیمنس کی عبارت میں نہیں۔

اور دوسری عبارت کا حال بھی کچھ ایسا ہی خراب ہے، سو نقل کا دعویٰ بالکل بیجا ہے، اور اس کے کلام میں کوئی ایسا قرینہ نہیں کہ اس سے یہ بات سمجھی جائے، اور مضمون کے تھوڑے سے توافق سے نقل ثابت نہیں ہوتا، جیسا کہ پہلے قول کے بیان میں گذرا، خصوصاً کلیمنس جیسے شخص کے لکھنے سے، جو حواریوں کا صحبت یافتہ اور حضرت مسیح علیہ السلام کے احوال اور اقوال سے خوب واقف تھا جیسا کہ پہلے قول کے درمیان میں تیسری وجہ کے اندر گذرا۔

دیکھو جناب پولوس کا قول بھی کلیمنس کی طرح کتاب اعمال کے ۲۰ باب کے ۳۵ درس میں نقل ہوا ہے، اور وہاں تو مسیحی علماء کا (اس) پر اتفاق ہے کہ جناب پولوس نے کسی لکھی ہوئی تحریر سے نقل نہیں کیا، تو ایسا ہی حال کلیمنس کا سمجھنا چاہئے، اور اگر بالفرض نقل بھی ہو تو یہ کیا ضروری ہے کہ انہیں تین انجیلوں سے ہو، ممکن ہے کہ کسی اور انجیل سے نقل کیا ہو، جیسا کہ اکہاران اور علماء جرمن کی تحقیق کے موافق اس فقرے کو کہ ”تو میرا پیارا بیٹا ہے میں نے تجھے آج جنا“ کسی ایسی ہی انجیل سے اس نے نقل کیا ہے، اور جب ان تینوں انجیلوں کی عبارت سے نہ توافق لفظی ہے، اور نہ پوری طرح سے توافق معنوی، تو اب ظن غالب یہی ہے کہ نقل کی صورت میں کسی اور ہی انجیل سے نقل کیا ہے، بہر حال یہ دعویٰ ان کا ثابت نہیں ہوتا، اسی لئے سند کا دعویٰ کرنے والے بھی جزم کے ساتھ نقل کا دعویٰ نہیں کرتے، بلکہ اپنے قدیم رویہ کے موافق ظن اور اٹکل سے بات کرتے ہیں۔

اور بشب پیرس نے تو انصاف کر کے اس دعوے فارغ خطی دی، اور صاف اقرار کیا کہ کلیمنس نے حوالہ نہیں لیا۔

لارڈز اپنی کتاب الاسناد کی دوسری جلد میں دونوں عبارتوں کے بارے میں

لکھتا ہے کہ:

”جنہوں نے ہمارے خداوند کے حواریوں اور مریدوں کی صحبت پائی تھی، اور ہمارے خداوند کے مسئلوں اور تاریخ سے ایسے واقف تھے، جیسے انجیل نویس، ان کے ملفوظات کے دیکھنے سے اکثر ایک مشکل واقع ہوا کرتی ہے جب تک کہ ان کے حوالے صریح اور ظاہر نہ ہوں، اور یہاں وہ مشکل یہ ہے کہ آیا کلیمنس ان جگہوں میں ان الفاظ عیسوی کی طرف رجوع کرتا ہے جو مکتوب تھے یا گرنہوں کو وہ الفاظ عیسوی یاد دلاتا ہے جو اس نے اور انہوں نے خداوند کے حواریوں اور مریدوں سے سنے ہوئے لیکر رک اول کو اختیار کرتا ہے، اور بشب پیرس دوم کو، اور میں اس بات کو مانتا ہوں کہ پہلی تینوں انجیلیں اس وقت سے پہلے لکھی گئی تھیں، اور کلیمنس نے اگر رجوع کیا ہو تو ہو سکتا ہے، گو لفظوں اور عبارت میں خوب موافقت نہیں رکھتا، لیکن یہ بات کہ اس نے رجوع بھی کیا ہے آسان نہیں کہ فیصل ہو جائے، کیونکہ وہ ایک ایسا شخص ہے جو اناجیل کے لکھے جانے سے پہلے ان چیزوں سے خوب واقف تھا، اور ان کے لکھے جانے کے بعد بھی، ممکن ہے کہ اسی طور سے کہ پہلے اس کے بیان کی عادت تھی اناجیل کی طرف رجوع کے بغیر ان چیزوں کو جن سے وہ خوب واقف تھا بیان کرتا ہو، لیکن دونوں صورتوں میں انجیلوں کی سچائی خوب مضبوط کرتا ہے، اس لئے رجوع کی صورت میں تو معاملہ صاف ہے، اور عدم رجوع کی صورت میں بھی انجیلوں کی تصدیق ہے، کیونکہ یہ الفاظ موافق ہیں، ان کے جو وہاں لکھے ہیں، اور ایسے مشہور تھے کہ وہ اور گرنہ تھی ان کو جانتے تھے، سو کلیمنس نے ہمیں یقین کرایا کہ ہمارے انجیل نویسوں نے الفاظ عیسوی کو جن کو بردباری اور ریاضت کی تعلیم کے وقت ہمارے خداوند نے فرمائے تھے ٹھیک اور سچ لکھا ہے، اور یہ الفاظ اس کے لائق ہیں کہ بڑے ادب سے یاد رکھے جاویں، اور اگرچہ یہاں مشکل ہے لیکن پھر بھی میں خیال کرتا ہوں کہ اکثر فضلاء کی رائے لیکر رک کی رائے موافق ہو، البتہ

پولوس اعمال کے ۲۰ باب کے ۳۵ درس میں اس طرح سے بعض کو یوں نصیحت کرتا ہے ”یاورکھو خداوند یسوع کے الفاظ جو اس نے کہا ہے کہ دینا لینے سے زیادہ تر مبارک ہے“ اور میں یقین کرتا ہوں کہ عام طور پر مانا گیا ہے کہ پولوس اس جگہ کسی لکھے ہوئے کی طرف رجوع نہیں کرتا، بلکہ صرف بعضے ان الفاظ عیسوی کی طرف جن سے یہ اور وہ واقف تھے، مگر اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ ہمیشہ رجوع کا طریقہ ایسا ہی سمجھا جاوے، بلکہ یہ طریقہ لکھے ہوئے اور غیر لکھے ہوئے کی طرف استعمال میں آسکتا ہے، اور ہم پاتے ہیں پولیکارب کو کہ یہی طریقہ استعمال میں لاتا ہے، اور غالباً بلکہ یقیناً لکھی ہوئی انجیلوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔“

(یہاں تک لارڈ نر کا کلام تھا)

دیکھو یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ کلیمنس نے ان انجیلوں سے نقل کیا ہے، بلکہ ایک گمان اور خیال ہے، اور یہ جو کہتا ہے کہ دونوں صورتوں میں انجیلوں کی سچائی خوب مضبوط کرتا ہے عجیب بات ہے، اس لئے کہ اول تو جو کچھ کمی بیشی کا تفاوت ہے وہ الٹا اس بات کو مضبوط کرتا ہے کہ انجیل نویسوں نے اقوال مسیحی کو ایسے ہی اور جگہ بھی اپنی طرف سے گھٹا بڑھا کر لکھا ہوگا، جیسا اس جگہ لکھا ہے، اور ہرگز جناب مسیح کے اقوال کو بے کم و کاست نہیں لکھا۔

اور دوم اس سے اگر قطع نظر کریں تو اس صورت میں فقط اتنی بات ثابت ہوگی کہ یہ فقرے ان انجیلوں میں کلیمنس کی شہادت کے موافق بھی مسیح کے اقوال ہیں نہ کہ ساری انجیل کی تصدیق، اور نہ یہ بات کہ جو ان انجیلوں میں نقل ہوا ہے، وہ بھی سب کا سب ایسا ہی ہے۔

اور یہ جو کہتا ہے کہ ”ہم پاتے ہیں پولیکارب کو کہ یہی طریقہ استعمال کرتا ہے الخ“ مردود ہے، کیونکہ پولیکارب بھی تابعی اور یوحنا کا شاگرد اور کلیمنس کی طرح

جناب مسیح کے سب حال اور اقوال سے واقف تھا تو اس کا حال بھی کلیمنس کا سا حال ہے، اور جس جگہ یہی طریقہ استعمال کرتا ہے، اس جگہ ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی کلیمنس اور پولوس کی طرح لکھی ہوئی انجیلوں کی طرف رجوع نہیں کرتا۔

اگناشیوس کے خطوط کا حال

اور جب کلیمنس کا حال معلوم ہو گیا تو اب اگناشیوس کا حال سنئے کہ چوتھی ہدایت کی بارہویں وجہ میں گذرا کہ اس کے سات خطوں کے سوا جو اور خط ہیں وہ تو جمہور مسیحی علماء کے نزدیک جعلی ہیں، رہے یہ سات خط ان کے دو نسخے ہیں، ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا، بڑے نسخے کا تو حال یہ ہے کہ دو چار علماء کے سوا تثلیثی مذہب کے سب علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس میں الحاق ہوا ہے، اور الحاق کرنے والا کوئی ایرین کے فرقے سے ہے، رہا دوسرا نسخہ اس کا حال یہ ہے کہ اولاً جزم کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ اس میں وہی خطوط ہیں جو اگناشیوس نے لکھے تھے، اس کے باوجود پھر ان میں الحاق یقینی ہے، اور الحاق کرنے والا کوئی ایرین یا کوئی تثلیثی ہے، تو اب ہمارے نزدیک یہ نسخہ بھی سند کے قابل نہیں، غالب ہے کہ وہ خط جعلی ہوں گے، کہ دوسری صدی کے دستور کے موافق کسی عیسائی نے دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع میں بنا ڈالے ہوں گے، جیسے ان لوگوں نے تقریباً پچھتر اناجیل اور نامحاجات وغیرہ بنا ڈالا ہے، اور اگر بالفرض اس میں اگناشیوس کے ہی خطوط ہوں تو جب ان میں الحاق یقینی ہے تو جیسے بعض فقرے الحاقی ہوں اسی طرح اس قسم کے بعض فقرے بھی تحریفی اور الحاقی ہوں جو بعض مخالفین کے رد کے واسطے بڑھائے گئے ہوں، اور یہ تو کچھ بعید نہیں، ڈیونیشس کی زندگی ہی میں اس کے خطوں میں تحریف سے نہ چو کے تھے، جس پر وہ دہائی دیتا ہے کہ شیطان کے مریدوں نے ان کو گندگی سے بھر دیا ہے، بعضی چیزیں

نکال ڈالیں، اور بعض چیزیں اپنی طرف سے بڑھاویں اور اسی طرح عیسائی مذہب کے اور مرشد بھی دہائی دیتے ہیں جیسا کہ اکھارن کے قول میں گذرا۔

اور لارڈز نرا قرار کرتا ہے کہ ان خطوں کے نسخے بھی بہت کمیاب ہیں، تو ان میں تحریف کا چل جانا بھی بہت ہی آسان تھا، سو بجز اللہ کہ اول صدی کے علماء کے کلام میں تو ان انجیلوں کی سند نہیں نکلتی۔

اور دوسری صدی کے اول اور وسط والوں کو خوف طوالت سے نہیں لیا، اور اس صدی کے آخر میں اگر کسی کسی کے کلام میں کچھ پایا جائے تو وہ ہمارے دعوے کو مضرت نہیں۔

www.kitabosunnat.com

دوسری تنبیہ

عہد قدیم اور عہد جدید کے بارے میں علماء اسلام کے اقوال
اس تنبیہ میں علماء اہل اسلام کے اقوال کو نقل کرتا ہوں۔

جانتا چاہئے کہ علماء اہل سنت والجماعت اور علماء شیعہ مذہب بالاتفاق ان عہد
عتیق اور جدید کی کتابوں کا انکار کرتے ہیں، اور بالاتفاق کہتے ہیں کہ یہ توریت وہ نہیں
جو موسیٰ پر نازل ہوئی تھی، اور نہ یہ انجیل وہ ہے جو حضرت عیسیٰ پر وحی ہوئی تھی، اور جن کا
ذکر قرآن میں ہے۔

دہلی کے علماء کے فتویٰ کی نقل

سب سے پہلے علماء دہلی کے فتویٰ کو لکھتا ہوں جس کو مولوی محمود جان صاحب
جامع مباحثہ اکبر آباد نے تیار کرایا تھا، اور چونکہ وہ فارسی میں تھا لہذا اس کو اردو میں نقل
کرتا ہوں۔

سوال

کیا فرماتے ہیں دین کے عالم (اللہ ان کو بڑھائے) اس بارے میں کہ عہد
جدید کا یہ مجموعہ جس کے پادری لوگ اب ترجمے بانٹا کرتے ہیں اور اس میں چار صحیفے
ہیں جن میں عیسیٰ کے احوال اور اقوال تاریخ کے طور پر پیدائش کے وقت سے لے کر

آسمان پر عروج تک لکھے ہیں، اور چاروں میں یہ بات ہے کہ حضرت عیسیٰ نے سولی پائی، اور اس مجموعہ میں ایک کتاب اعمال حواریین ہے جس میں حواریوں کا حال تاریخ کے طور پر لکھا ہے، اور پولوس کے چودہ خط اور یعقوب کا ایک خط اور پطرس کے دو خط اور یوحنا کے تین خط اور یہودا کا ایک خط اور کتاب مشاہدات جس کو انکل پچو یوحنا کی طرف نسبت کرتے ہیں، بھی ہیں، اہل اسلام کے مذہب کے موافق کلام اللہ کہا جاتا ہے یا نہیں اور وہ انجیل جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے، یہی مجموعہ ہے یا اس انجیل سے فقط وہی کلام ربانی مراد ہے، جو حضرت عیسیٰ پر اتر ا تھا، بیان کرو، ثواب دیئے جاؤ۔

پہلا جواب

اہل اسلام کے نزدیک انجیل سے وہی کلام ربانی مراد ہے جو حضرت عیسیٰ پر اتر ا تھا جس میں ہدایت اور نور اور تورات کے احکام کی تصدیق تھی، اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت تھی، اور اس عہد جدید کے مجموعہ سے عبارت نہیں، اللہ پاک چھٹے سیپارے کے گیارہویں رکوع میں سورہ مائدہ کی انچاسویں تا اکانویں آیتوں کے اندر فرماتا ہے:

”وقفینا علی آثارہم بعیسی ابن مریم مصداقاً لما بین یدیہ من التورۃ و آتیناہ الانجیل فیہ ہدی و نور، و مصداقاً لما بین یدیہ من التورۃ و ہدی و موعظۃ للمتقین، ولیحکم اہل الانجیل بما أنزل اللہ فیہ، و من لم یحکم بما أنزل اللہ فألئک ہم الفسقون، و أنزلنا إلیک الکتاب بالحق مصداقاً لما بین یدیہ من الکتاب و مہیمناً علیہ“

اور پچھاڑی بھیجا ہم نے انہیں قدموں پر عیسیٰ مریم کے بیٹے کو سچ بتاتا، تورات کو جو آگے سے تھی اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی

اور سچا کرتی اگلی توریت کو اور راہ بتاتی اور نصیحت ڈروالوں کو اور چاہئے کہ حکم کریں
انجیل والے اس پر جو اللہ نے اتارا اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے
اتارے پر سو وہی لوگ ہیں بے رحم اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب تحقیق سچا کرتی
سب اگلے کتابوں کا اور سب پر شامل۔
تفسیر بغوی میں ہے:

”ومعنى أمانة القرآن ما قال ابن جريح أمين على ما
قبله من الكتاب، فما أخبر أهل الكتاب عن كتابهم فإن كان فى
القرآن فصدقوه وإلا فكذبوه، قال سعيد بن المسيب
والضحك قاضياً، وقال الخليل رقيباً وحافظاً والمعانى
متقاربة ومعنى الكل أن كل كتاب يشهد بصدقه القرآن فهو
كتاب الله وما لا فلا“

یعنی قرآن کے امین ہونے کے معنی وہ ہیں جو ابن جریج نے کہا ہے
قرآن امین ہے اس کتاب پر جو اس سے پہلے ہے، سو جس چیز کی کتاب والے
اپنی کتاب سے خبر دیں، اگر وہ قرآن میں ہو، تو تم اسے مانو، نہیں تو تم اس کو
جھٹلاؤ، کہا سعید بن المسیب اور ضحاک نے قرآن قاضی ہے اور کہا خلیل نے
نگہبان ہے اور یہ سب معنی قریب قریب ہیں، اور سب کا مطلب یہی ہے کہ جس
کتاب کی صداقت کی قرآن گواہی دے وہ تو کتاب اللہ ہے اور جس کی گواہی نہ
دے وہ نہیں۔

تفسیر مظہری میں اس قول ”فکذبوه“ کے بعد یوں ہے:

”يعنى إن كان فى القرآن تصديقه فصدقوه وإن كان
فى القرآن تكذيبه فكذبوه، وإن كان القرآن ساكتاً عنه
فاسكتوا عنه لاحتمال الصدق والكذب من أهل الكتاب“

یعنی اگر قرآن میں اس کی تصدیق ہو تو مانیو اور اگر قرآن میں اس کی تکذیب ہو تو نہ مانیو، اور اگر قرآن اس سے سکت ہو، یعنی نہ تصدیق کرتا ہو نہ تکذیب تو تم بھی سکوت کرو، اس لئے کہ اس میں کتاب والوں کے جھوٹ اور سچ دونوں کا احتمال ہے، اللہ پاک توفیق والا ہے۔

۱۲۶۳ دین محمد در فرید آمدہ	۱۲۵۸ ہوا احمد فقیر احمد سعید	۱۲۴۱ محمد کریم اللہ
ان مولوی صاحب کا نام فرید الدین ہے، اور دلی کی جامع مسجد کے واعظ ہیں۔	یہ مولوی صاحب حضرت شاہ غلام علی مغفور کی خانقاہ میں سجادہ نشین ہیں، اور یہ پہلا جواب انہوں نے لکھا ہے۔	دلی میں ایک مولوی صاحب ہیں۔

دوسرا جواب

شریعت کے ماہروں پر یہ بات آفتاب سے زیادہ ظاہر ہے کہ یہ ترجمے اور اسی طرح ان کی اصل بھی اگر انہیں ترجموں کے موافق ہے وہ انجیل جس کا قرآن میں ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ پر اتری تھی شریعت محمدی کے علماء کے نزدیک خبر آحاد کی رو سے بھی ثابت نہیں ہوتی، خبر مشہور کا تو کیا ذکر، اور اعمال حواریین اور پولوس وغیرہ کے نامحبات ہمارے مذہب کے موافق انجیل میں داخل نہیں، ہمارے نزدیک تو انجیل فقط اسی کلام سے عبارت ہے جس کو حضرت عیسیٰ نے وحی ربانی کے موافق ارشاد کیا ہے، سو اس مجموعہ کو سند شرعی کے سوا (بغیر) کیونکر کلام اللہ کہا جائے، اور عبری زبان والی پوری توریت کو بھی کلام اللہ نہیں کہہ سکتے، اور ان دونوں کے محرف ہو جانے پر قرآن ناطق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”فویل للذین یکتبون الکتاب بأیدیہم الآیۃ۔

یحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون علی اللہ الکذب

وہم یعلمون، ویقولون ہو من عند اللہ وما ہو من عند اللہ

ویلبسون الحق بالباطل ویکتبون الحق وہم یعلمون، الآیۃ۔

سو خرابی ہے ان کی جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے۔ الخ

اور دوسری بہت آیات کریمہ تحریف پر دلالت کرتی ہیں، اور یہ بھی جاننا چاہئے

کہ اہل کتاب نے تحریف لفظی اور معنوی دونوں کی ہیں۔

(یہاں تک دوسرا جواب تھا جو خلاصہ کے طور پر نقل ہوا)

۱۲۶۱ محمد ضیاء الدین	۱۲۶۷ محمد قطب الدین	۱۲۷۰ محمد نذیر حسین سید
دلی میں ایک مولوی صاحب	یہ دلی میں ایک مولوی صاحب ہیں، حضرت مولوی محمد اسحاق مغفور کے شاگرد رشید	یہ مولوی صاحب دلی میں پنجابی کٹرے کے اندر رہتے ہیں، اور یہ دوسرا جواب انہوں نے لکھا ہے۔
۱۲۵۳ سید رحمت علی خاں عدالت العالیہ سلطانی مفتی سراج العلماء ضیاء الفقہاء		نوازش علی یہ مولوی صاحب دلی میں مدرسہ دار الوعظ والہدیٰ کے مدرس ہیں۔

سو علماء کے ان دونوں جوابوں سے صاف صاف معلوم ہو گیا کہ انجیل جس کا

ذکر قرآن میں آیا ہے، صرف اس کلام ربانی سے عبارت ہے جو حضرت عیسیٰ پر اترا تھا،

نہ اس عہد جدید کے مجموعہ سے، اور اس مجموعہ کو کلام اللہ نہیں کہہ سکتے، اور نہ اس عبرانی تورات کو اور دونوں محرف ہیں، اور دونوں طرح کی تحریف یعنی لفظی اور معنوی ان میں ہوئی ہے، اور قرآن جا بجا ان میں تحریف پر صراحت کرتا ہے، سواب حال ان کا یہ ہے کہ جو ان میں سے قرآن کے موافق ہو، وہ قبول کیا جائے گا، اور جو مخالف ہو اسے مردود ٹھیرایا جائے گا، اور جو نہ موافق ہو نہ مخالف، اس میں سکوت کیا جائے گا، اس لئے کہ اس میں احتمال ہے شاید سچ ہو یا جھوٹ ہو۔

میں کہتا ہوں کہ ان علماء نے یہ جو فرمایا کہ ”انجیل جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے،

صرف اس کلام ربانی سے عبارت ہے، جو حضرت عیسیٰ پر اترا تھا الخ“ بہت ٹھیک ہے، اور قرآن میں بھی بہت جگہ اس بات کا اشارہ ہے، مثلاً پہلے سپارے کے سولہویں رکوع میں سورہ بقرہ کی ایک سو چھتیسویں آیت کے اندر ہے:

”وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ“

ترجمہ: اور جو ملا موسیٰ اور عیسیٰ کو۔

اور بیضاوی میں ہے:

”التوریت والانجیل“

پھر تیسرے سپارے کے تیرہویں رکوع میں آل عمران کی اڑتالیسویں آیت

میں ہے:

”ويعلمه الكتاب والحكمة والتورۃ والانجیل“

(ترجمہ):

”اور سکھائے گا اس کو (یعنی عیسیٰ کو) کتاب اور کام کی باتیں، اور تورات

اور انجیل“۔

پھر تیسرے سپارے کے سترہویں رکوع میں آل عمران کی چوراسویں آیت

کے اندر ہے:

”وما أوتى موسى وعيسى“

(ترجمہ):

”یعنی جو ملا موسیٰ اور عیسیٰ کو“۔

سوان تینوں جگہ سے تفاسیر کے موافق یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ انجیل اس

کلام سے عبارت ہے جو:

”خدا کی طرف سے حضرت عیسیٰ کو ملا تھا“۔

جیسا کہ توریت بھی عبارت اسی کلام نبوت سے ہے، جو موسیٰ کو وحی ہوا۔

پھر ساتویں سپارے کے پانچویں رکوع میں سورہ مائدہ کی ایک سوتیرہویں

آیت کے اندر ہے:

”وَإِذْ عَلِمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ“

(ترجمہ):

”اور جب سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور پکی باتیں اور توریت اور

انجیل“۔

یہاں بھی انجیل اسی کلام کو کہا، جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو تعلیم کیا تھا۔

پھر سولہویں سپارے کے پانچویں رکوع میں سورہ مریم کی اکتیسویں آیت کے

اندر حضرت عیسیٰ کا قول یوں منقول ہے:

”وَأَتَانِي الْكِتَابَ“

یعنی مجھ کو اس نے کتاب (یعنی انجیل) دی۔

بیضاوی میں ہے:

”ای الإنجیل“

یہاں بھی انجیل حضرت عیسیٰ نے اسی کو کہا جس کلام کو خدا نے ان کو دیا تھا۔
اور علماء اسلام سلف سے خلف تک ان کے مقابلے میں ہمیشہ اس امر کی تصریح کرتے رہے ہیں۔

اور صاحب استفسار اپنی کتاب استفسار کے مقدمے میں لکھتے ہیں:
”اصل حقیقت یہ ہے کہ موسیٰ کی کتاب ایسی ہے جیسے کوئی تفسیر حسینی کا ترجمہ اردو کر ڈالے، اس طرح کہ قرآن کی عبارت نہ لکھی، بلکہ اس کا ترجمہ بھی غلط کر کے لکھے، اور دوسری کتابیں ایسی ہیں، جیسے ہمارے یہاں معارج النبوت یا معراج نامہ یا مولد نامہ یا قیامت نامہ کہ قرآن اور حدیث کے الفاظ لے کر یہ کتابیں بنائی گئی ہیں، کہ بعضی ان میں سے بلا تنقید روایت اور بلا تحقیق تفسیر لکھی گئی ہیں، بلکہ بعض ان میں بائبل کے رسالوں میں سے ایسی ہیں، جیسی حاتم کی ہفت سیر کہ نہیں معلوم کس نے لکھی اور کہاں سے لکھی اور کب لکھی؟ یا شاہنامہ اور سکندر نامہ اور اکثر کلام زبور اور اشعیا وغیرہ کی کتابوں کا ایسا ہے، جیسے کسی کے منامات یا مجذوبوں کی بڑ کہ تاویل اور تعبیر دور از کار کی محتاج ہے، اور اسی طرح مشاہدات یوحنا بھی ہیں، اور اناجیل تو ایسے ہیں جیسے بزرگوں کے ملفوظ ہوتے ہیں، جن میں ان کا نسب نامہ اور سلسلہ اور نشست و برخاست کے قصے لکھے جاتے ہیں، اس بات میں تو عیسائیوں کو بھی اختلاف نہیں، مگر اس کے ضمن میں جو کلام عیسوی منقول ہے وہ اگرچہ بلفظ عبری زبان میں نہیں ہے، لیکن ممکن ہے کہ وہ کلام الہی کا ترجمہ ہو۔“

(یہاں تک صاحب استفسار کا کلام تھا جو انھیں کے الفاظ میں نقل ہوا)

پھر پندرہویں استفسار میں کہتے ہیں:

”انجیلوں میں جس قدر کلام عیسوی ہے وہ بعد تسلیم صحت الفاظ اور عدم تحریف باعتبار اپنی ذات کے مثل احادیث مصطفویہ کے ہے نہ کہ مثل قرآن

شریف کے۔

(یہاں تک استفسار والے کا کلام تھا)

اور ڈاکٹر محمد وزیر چشتی صاحب نے اپنے خط محررہ ۹ جون ۱۸۵۴ء میں پادری فنڈر صاحب کو انجیل کی بابت یوں لکھا ہے:

”قرآن میں صرف اتنا ہی ذکر آیا ہے کہ کلام جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوا تھا اس کا نام انجیل تھا نہ وہ توارنخ کی موضوعی (گڑھی ہوئی) کتابیں، جس میں حضرت عیسیٰ کی موت اور صلیب وغیرہ کا قصہ لکھا ہے ”انزل من اللہ“ میں داخل ہو، یا وہ کتاب جس کا آپ نے اعمال حواریں نام رکھا ہے، اور اس میں حواریوں اور ان کے مریدوں کے سفر و وعظ کا قصہ مندرج ہے، انزل من اللہ میں داخل ہو یا نامے پولوس کے، جو حضرت عیسیٰ کے بعد ایمان لایا ہے، اور حواری بھی نہیں، اور اپنے ناموں میں خانگی باتیں لکھتا ہے، اسی ”انزل من اللہ“ میں داخل ہوں، جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوا تھا، یا نامہ یعقوب کہ جسے تین سو برس بلکہ قریب چار سو برس تک بہت سے مسیحی علماء نہیں مانتے تھے، اور جناب مصلح دین عیسوی بھی اسے گھاس پھوس فرماتے تھے، اسی ”انزل من اللہ“ میں داخل ہو، جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوا تھا، یا مشاہدات یوحنا کہ جو چار سو برس تک کلام الہی نہ مانا گیا، بلکہ بعض قدام عیسائی تو اسے سرٹھس بلحد کی تصنیف بتلاتے تھے، اور ڈیونیسیش بھی اس کو یوحنا حواری کی تصنیف نہیں جانتا، اور پروفیسر ایوالڈ نے بھی خوب تحقیق سے ثابت کیا کہ وہ یوحنا کی تصنیف نہیں ہے، اسی انزل من اللہ میں داخل ہو، سبحان اللہ! کیسی کیسی کتابیں آپ حضرت عیسیٰ کے سر تھوپے دیتے ہیں اور طرفہ تو یہ ہے کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کی تصنیفات کو جن میں سے ایک کو بھی نہ پیغمبر نہ صاحب الہام جانتے ہیں، خدا کا کلام کہہ دیں۔“

پھر دوسرے مباحثہ کے آخر میں جو ان کے خطوط کا آخر ہے لکھتے ہیں:

”یہ مجموعہ عہد عتیق اور جدید کا بعینہ وہ توریت اور انجیل نہیں ہے، جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو وحی کی گئی تھی، اور نہ ان کا کلام اللہ میں ذکر آیا ہے، کس لئے کہ ان دونوں مجموعوں میں وہ کتابیں شامل ہیں جو بالاتفاق علماء یہود و نصاریٰ کے حضرت موسیٰ عیسیٰ علیہما السلام کی تصنیف بھی نہیں، بلکہ بعض کتابوں کے تو مصنفوں کا بھی ٹھکانا نہیں، علاوہ اس کے یہ بات بھی بہ دلائل ثابت ہوئی کہ مجموعہ عہد جدید کا غیر الہامی ہے، پس اس صورت میں یہ وہ انجیل کیونکر ہو سکتی ہے جس کا ذکر کلام اللہ میں آیا ہے، اور جو حضرت عیسیٰ کو وحی کی گئی تھی..... اور جس کا ہر لفظ الہامی تھا، قطع نظر اس کے یہ بات بخوبی پایہ ثبوت کو پہنچی کہ عرب کے کلیسے اور اسی طرح سریانی کلیسے اس مجموعہ عہد جدید میں سے کئی کتابوں کو واجب التسلیم نہ جانتے تھے، اور نہ وہ کتابیں ان کے نسخوں میں موجود تھیں، اور بعض مسیحی فرقہ تو اس مجموعہ میں سے اکثر کو نہ مانتے تھے، اس صورت میں پادری صاحب کیا سمجھ کر کہتے ہیں کہ اسی مجموعہ کا کلام اللہ میں ذکر آیا ہے، اور اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس وقت میں بھی مجموعہ انجیل کا موجود تھا، کیونکہ یہ بات خلاف عقیدہ اہل اسلام اور خلاف کتب عیسائیہ کے بھی ہے۔“

(یہاں تک ڈاکٹر صاحب کا کلام تھا جو انہیں کے الفاظ سے نقل ہوا)

اور اسی طرح سے مولوی عباس جاجموی وغیرہ نے اپنی تحریروں میں تصریح کی

ہے۔

یہ حال تو علماء اہل سنت والجماعت کا تھا۔

علماء شیعہ مذہب کے اقوال

اب علماء شیعہ مذہب کے اقوال سنئے۔

اس رسالے میں جس میں مجتہد صاحب لکھنوی اور پادری یوسف ولف کی گفتگو کا حال مرقوم ہے یوں لکھا ہے:

”ہر منصف لبیب کہ کتب عہد عتیق و جدید را دیدہ میداند کہ ایں صحف مطبوعہ متداولہ بعینہا کتب منزلہ نیست، چنانچہ در انجیل ہمگی کلام لوقا و متی و یوحنا و مرقس کہ بطرز تواریخ و سیر حال ولادت حضرت عیسیٰ و حال نسب و سیرت آنحضرت و مصلوب و مقتول شدن و ذکر وقایع کہ بعد ازیں روایہ نوشتہ شدہ ایں را کلام الہی گفتن و نازل من السماء ازگاشتن یعنی چہ و ہر گاہ ایں انا جیل متداولہ بعینہا کلام ربانی نباشد، پس صلاحیت استناد نخواہد داشت، و احتیاج بآن براہل اسلام نا تمام زیرا کہ احتمال کم و زیادہ و تحریف و تغیر در اں منطوق بلکہ وقوع آں معلوم و متیقن۔“

(یہاں تک اس رسالے کی عبارت تھی)

اور اسی طرح مجتہد صاحب اور ان کے اقارب اور قبیعین کی تحریرات میں جا بجا اس قسم کی باتوں کی تصریح ہے، طوالت کا خوف کر کے نہیں نقل کرتا، بہر حال اس امر میں دونوں گروہ کے علماء متفق ہیں۔

تیسری تنبیہ

عہد عتیق اور عہد جدید کے بارے میں میری رائے

اور اس تنبیہ میں اپنی رائے کو لکھتا ہوں، اللہ خطا سے بچا کر سچی اور ٹھیک بات

ظاہر کرادے، أقول وبہ نستعین۔

بلاشبہ حضرت موسیٰ پر کلام ربانی نازل ہوا تھا، جس کا نام حقیقت میں توریت

تھا، مگر اس کا اصل نسخہ تو سلیمانؑ کی سلطنت سے پہلے ہی گم ہو گیا تھا، اور اس سلطنت

کے بعد ان حوادث اور کفریات کا لحاظ کر کے جن کا ذکر پہلی ہدایت کے اندر توریت

کے بیان میں پہلی دلیل کے اندر گزرا، بخت نصر کے حادثے سے پہلے اس نسخے کی صحیح

نقلوں کا اور اسی طرح عہد عتیق کی بعض کتابوں کا خاتمہ ہو چکا تھا، اور یوشیا کے عہد

والے نسخے کا جس کی صحت اور عدم صحت مشتبہ ہے، اور اس کی نقلوں کا اور عہد عتیق کی

اور کتابوں کا بخت نصر کے حادثے میں بالکل نشان مٹ گیا، جیسا کہ چوتھی ہدایت کی

تیسری وجہ میں گزرا۔

سو توریت اور عہد عتیق کی بعض کتابوں کا تو اتر تو اسی وقت سے منقطع ہو گیا

تھا، پھر بابل کی قید سے رہائی کے بعد جو ان کا وجود ہوا، تو اول کسی خبر متواتر یا مشہور

سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ عزرا پیغمبر نے عہد عتیق کی کس کس کتاب کو لکھا تھا،

اور روایات آحاد عقائد کا مبنی انہیں بن سکتیں، خصوصاً اس صورت میں کہ ان کی سند

بھی ضعیف ہو، اور آپس میں باہم مخالف ہوں، جیسا کہ بارہوین ہدایت کی چوتھی قسم کی پہلی تنبیہ میں گذرا، اور اگر انہیں روایات آحاد ضعیف السند کے موافق اتنی بات مان لیں کہ عزرا پیغمبر نے عہد عتیق کی ان کتابوں کو جو ان سے پہلے تھیں پھر لکھ دیا ہے تو اینٹو کس کے حادثے میں ان نسخوں کا بھی تواتر منقطع ہوا، اسی لئے رومن کیتھولک فرقہ کے علماء بالاتفاق کہتے ہیں کہ پھر ان کتابوں کی صداقت کی گواہی نہ تھی، جب تک مسیح اور حواریوں نے ان کی صداقت کی گواہی نہ دی تھی، جیسا کہ چوتھی ہدایت کی چوتھی وجہ میں گذرا۔

اور غالب یہ ہے کہ عزرا پیغمبر نے ان کتابوں کو بذات خود نہیں جمع کیا، بلکہ اس وقت دوسرے کاہنوں اور دوسرے علماء یہود نے زبانی روایات سے جو کسی کسی کے یاد تھیں، اور تحریری روایات سے جس قدر ان کو مل سکیں، پھر ان کتابوں کو جمع کر لیا ہے، اور قصے اور تکمیل کرنے والی باتیں اور شان نزول وغیرہ شرح کے طور پر اپنی طرف سے بڑھا دیئے ہیں، اسی لئے توریت میں بھی اس طرح کرتے ہیں کہ جہاں خدا کا حکم ہوتا ہے اسے "قال اللہ" کے تحت میں اور جہاں موسیٰ کا قول ہوتا ہے اسے "قال موسیٰ" کے تحت میں داخل کرتے ہیں، اور موسیٰ کو غائب کے صیغہ سے تعبیر کرتے ہیں، اور اسی لئے ان کتابوں کے اندر جو اکثر ضعیف اور متخالف روایات سے جمع ہوئی تھیں غلطیاں اور اختلاف بھی واقع ہوئے ہیں، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر اور اس جلد میں آٹھویں ہدایت کے اندر گذرا۔

اور اگر کہو کہ عزرا پیغمبر ہی نے اسی طور پر جمع کیا ہے تو اب ترجیح اس بات کو ہے کہ انہوں نے روایات متداولہ سے خواہ تحریری ہوں یا غیر تحریری ان کتابوں کو جمع کر دیا ہے، اور ہرگز نئے الہام سے نہیں لکھا، بلکہ کتاب اول اخبار الایام کو بھی جو خاص انہیں

کی تصنیف ہے، اور دو پیغمبروں کی مدد سے اس کو لکھا ہے، اسی قسم کی روایتوں سے بغیر الہام کے جمع کر دیا ہے، اسی لئے اس میں بھی غلطی اور اختلاف واقع ہو گیا ہے، جیسا کہ ان کتابوں میں ہے، اور اس کی تشریح چھٹی ہدایت کے اندر گزری، اور جیسے ہمارے مذہب میں ان قدسی حدیثوں اور رسول اللہ کے ان اقوال کو جو روایات آحاد سے مروی ہیں یوں کہتے ہیں کہ:

”اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا، اور رسول اللہ نے یوں ارشاد کیا۔“

اسی طرح اہل کتاب میں بھی اس طرح پر کہ خدا نے یوں فرمایا، یا موسیٰ یا فلا نے پیغمبر نے یوں کہا، کہنا صحیح تھا، اور جس کتاب میں جس شخص کے اکثر قول ہوں، یا اس کا حال ہو، اس کو اہل کتاب کے مذاق کے موافق یوں کہنا کہ مثلاً موسیٰ کی کتاب یا سموئیل کی کتاب یا راعوث کی کتاب صحیح تھا، جیسا کہ بارہویں ہدایت کی تیسری قسم کی تیسری وجہ میں گذرا، اور جناب مسیح کی گواہی ان کتابوں کی بابت اول تو ہمارے نزدیک ثابت ہی نہیں، اور اگر بالفرض مان بھی لیوں، تو ان کی گواہی سے نہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ توریت کے سوا کتنی کتابیں ہیں، اور نہ ان کا نام اور نہ یہ بات کہ یہ کتابیں انہیں لوگوں کی تصنیف ہیں، جن کی طرف منسوب ہیں، اور نہ یہ بات کہ ہر ہر جز اور ہر بات ان کتابوں کی الہامی ہے، اور اگر یہ سب باتیں بالفرض مانی جاویں، تو بعد کی تحریف کے واسطے یہ گواہی کوئی مانع نہیں، جیسا کہ تفصیل سے بارہویں ہدایت کی تیسری قسم میں گذرا۔

سواب عہد عتیق کی ان کتابوں کے بارے میں میرا یہ اعتقاد ہے کہ یہ توریت ہرگز وہ نہیں، جسے موسیٰ نے تصنیف کیا تھا، جیسا کہ پہلی ہدایت میں گذرا، بلکہ ایک مجموعہ ہے جو قدیم روایتوں سے (تحریری ہوں یا غیر تحریری یا دونوں) جمع کیا گیا ہے، جیسا کہ

نورٹن نے بھی ایسا ہی کہا ہے، رہی عہد عتیق کی اور کتابیں وہ تو بہت ہی بے سند ہیں، اور غالباً جو عزرائیل وغیرہ سے پہلے تھیں وہ سب کی سب اسی قسم کی روایتوں سے جمع ہوئی ہیں، اور جمع کرنے والوں کو چونکہ توریت کے مقابلے میں ان کے جمع کرنے میں کم اہتمام ہوا ہے تو اس واسطے ان میں ضعیف روایات اور جھوٹے قصے، اور باطل حکایات بہت داخل ہو گئی ہیں۔

رہا عہد جدید سوائی بات تو علماء مسیحی کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ اس کی کوئی کتاب ایسی تو نہیں جس میں حضرت عیسیٰ نے بذات خود ان سب الہامات الہیہ کو جو ان کو ہوئے تھے ضبط کیا ہے، اور نہ ایسی ہے کہ انہوں نے اور کسی حال کو اس میں بذات خود لکھا ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ یہودی تھے، اور انہوں نے پرورش یہودیوں میں پائی تھی، اور اس وقت ان لوگوں کو بولی عبری تھی، یا عرامائی جو عبری کے بہت ہی قریب ہے، تو حضرت عیسیٰ کی بھی بولی ایسی ہی تھی، اس لئے ان انجیلوں میں بھی ان کے جو بعض اقوال انھیں کے الفاظ میں نقل ہوئے ہیں وہ ایسے ہی ہیں مثلاً متی کی انجیل کے ۲۷ باب ۱۶ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء):

”بلند آواز سے چلا کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا کیوں تو نے مجھے چھوڑ دیا۔“

اور مرقس کی انجیل کے ۳ باب کے ۷ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۱۴ء):

”زبدی کے بیٹے یعقوب اور یعقوب کے بھائی یوحنا کو جنہیں یوں جس (جس کا ترجمہ بادل کے بیٹے ہے) خطاب دیا۔“

اور اسی انجیل کے پانچویں باب کے ۴۱ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء):

”اس سے کہا ”طایا قومی“ (جس کا ترجمہ ہے، اے لڑکی اٹھ) میں تجھ سے یہی فرماتا ہوں۔“

اور اسی انجیل کے ۷ باب کے ۳۴ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۱۱ء):

”وانظر الى السماء، وتنهد، وقال افانثا الذي هو الفتح“

(نسخہ ۱۸۱۶ء):

”وانظر الى السماء وقال افتا يعنى انفتح“

دیکھو ”افانثا یا انفتح“ جس کے معنی یہ ہیں کھل جا، ایسا ہی ہے، اور یہ بھی ظاہر

ہے کہ سلف سے خلف تک لوگوں کی عادت یہی ہے کہ اگرچہ کوئی دوسری زبان کا ماہر بھی

ہو مگر اپنی ولایت اور ملک والوں سے جب وہ بلا تکلف باتیں کرے گا تو اپنی اصلی زبان

میں کرے گا، گو اس کا مخاطب بھی کا اس دوسری زبان سے واقف ہو، اور جو کوئی کسی کے

بارے میں اس قاعدے کے خلاف بتائے تو اس کا ثبوت پیش کرنا ہوگا، کیونکہ یہ ظاہر

اور عادت کے خلاف ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عادت اللہ اس طرح پر جاری ہے کہ جو

نبی جس خطہ میں ہوا ہے اس خطہ میں اس کی اور اس کی قوم کی جو زبان ہوتی ہے اسی

زبان میں اس کو وحی الہی ہوتی ہے، نہ دوسرے خطہ کی زبان میں، اور یہی بات عربی

بائبل مطبوعہ ۱۶۲۵ء کے مقدمہ (جس کو پوپ اربیانوس ثامن کے حکم سے بہت سے ماہر

زبان عیسائی علماء نے مل کر لکھوایا ہے) سے بھی سمجھی جاتی ہے، اور اس سلسلہ کی عبارت

یہ ہے:

”فأما ذلك الكلام الذي أنزله الله سبحانه فكتبه أولا

الأنبياء والرسل بلغاتهم، كل واحد منهم بلغة بلدته وقومه ثم

من بعدهم نقل إلى السنة مختلفة لتعرف جميع الأمم ما أوحى

به الله لخلاصهم أجمعين“

یعنی یہ کلام کہ اتارا اس کو حق تعالیٰ نے سو لکھا اس کو پہلے نبیوں اور پیغمبروں

نے اپنی بولیوں میں، اور ہر ایک نے ان میں سے لکھا اپنے شہر اور اپنی قوم کی بولی

میں، پھر ان کے بعد وہ کلام نقل کیا گیا مختلف زبانوں میں، تاکہ سب گروہ دریافت کر لیں جو خدا نے ان سب کی نجات کے لئے جی بھیجی ہے۔

اور یہ بھی بالاتفاق مسلم الثبوت ہے کہ تمام یہودی اور اسرائیلی ممالک عبری تھے، اور یونان کی ولایت جدا تھی، سو یہودی اور اسرائیلی ممالک کی ولایت کی بولی عبری یا عرامائی تھی، یونانی ہرگز نہ تھی۔

اور یہ بھی بالاتفاق مسلم الثبوت ہے کہ حضرت عیسیٰ نے یونان میں جا کر یونانیوں کو دعوت نہیں دی، بلکہ ان انجیلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ سولی دیئے جانے سے پہلے اپنی نبوت کی تخصیص کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ میں بنی اسرائیل کے سوا دوسرے کی طرف مبعوث نہیں ہوں، بلکہ عروج مسیح کی ایک مدت کے بعد حواریوں نے یونانیوں کو دعوت دی، جس یروائی ٹیکر جو پرنسٹنٹ فرقہ کا بڑا محقق ہے، ان کو خطا وار قرار دیتے ہوئے کہتا ہے کہ:

”سب حواریوں نے اس بات میں غلطی کی ہے“

جیسا کہ دسویں ہدایت کے اندر گذرا، تو اب ظاہر بلکہ یقین کے قریب یہی ہے کہ الہام اور وحی جو حضرت عیسیٰ کو ہوتا تھا وہ عبری میں تھا، یا شاید عرامائی میں، نہ کہ یونانی میں، اور اسی طرح ان کی تعلیمات بھی عروج تک عبری یا شاید عرامائی میں تھیں نہ یونانی میں، اور یونانی میں ہونا بالکل ایک وہم ہے، جس کو ظاہر اور عادت اللہ اور عادت الناس باطل ٹھہراتا ہے، اور ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کی وہ تعلیمات اور الہامات اس زبان میں تو اب کسی انجیل میں نہیں پائے جاتے، سواصل تو جس کا نام ہم انجیل رکھتے ہیں، اول ہی سے یقیناً گم ہے، اور اکہارن اور دوسرے علماء جرمن کی تحقیق (جس کی تائید محقق لیکٹر اور کوپ اور میکالس اور لینگ اور نیمیر اور مارش کے اقوال سے ہوتی ہے) سچی ہے۔

جہاں تک انجیل کے ترجمہ کا معاملہ ہے سو اس کا حال یہ ہے کہ اول کی تین انجیلوں کی دوسری صدی کے آخر تک سند گم ہے، جیسا کہ بارہویں ہدایت کی چوتھی قسم کی پہلی تنبیہ میں گذرا، اور سند مفقود ہونے کے ساتھ قدماء کے مذہب اور دوسرے بہت سے عیسائی مذہب کے محقق علماء کی تحقیق کے موافق متی والی انجیل کھوئی گئی، اور صرف اس کا یونانی ترجمہ باقی رہا کہ نہ مترجم کا ٹھیک حال معلوم ہے کہ کون تھا، اور اس کا کیا نام تھا، اور نہ اس کے علم اور ثقاہت کا حال معلوم، بلکہ نورٹن کی تحقیق کے موافق مترجم ایک شخص ہے جس کو روایت کی پرکھ بالکل نہیں، اور اس نے جھوٹا قصہ اور کہانی بھی اپنے ترجمہ میں ملائی ہے۔

اور یوحنا کی انجیل پر قوی شبہ ہے کہ وہ یوحنا کی نہیں، اور مرقس کی انجیل کا حال یہ ہے کہ اول تو عیسائی مذہب کے بعض فضلاء کی تحقیق کے موافق اصل گم اور ترجمہ باقی ہے، اور دوم وہ اور لوقا کی انجیل یقیناً الہامی نہیں، بلکہ لوقا کی انجیل میں جھوٹی روایات بھی ہیں، جیسا کہ دسویں ہدایت میں گذرا، اور نامہ دوم پطرس و نامہ دوم و سوم یوحنا اور نامہ یعقوب اور نامہ یہوداہ اور کتاب مشاہدات اور نامہ عبرانیہ اور نامہ اول یوحنا کے بعضے درس بالکل واجب الرد ہیں، جیسا کہ پہلی ہدایت میں تفصیل سے گذرا۔

سواب عہد جدید کے حق میں یہ اعتقاد ہے کہ اول تو اس کی سند نہیں، بلکہ دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع میں ان بہت سی انجیلوں میں سے جو کثرت سے پائی جاتی تھیں، اور کوئی ایسی نہ تھی کہ جس میں سب حال سچا ہو، ان چار انجیلوں کو تثلیث کے معتقدوں نے دوسری انجیلوں کے مقابلہ میں اچھا دیکھ کر اور اپنے مطلب کے لئے کچھ مفید پا کر واجب التسلیم قرار دے لیا ہے، اور ایسی انجیلوں کو جن میں تثلیث کی جڑ اکھڑتی تھی، یا شریعت موسوی کے وجوب اطاعت کا ان میں حکم تھا یا

ان کے دوسرے اغراض کے مخالف تھیں بالکل چھوڑ دیا، اور پونے چار سو یا چار سو برس کے بعد وہ نامحبات اور کتاب مشاہدات جن کا ذکر اوپر گذرا، کنسل کے حکم سے واجب التسلیم ٹھہرے، اور کنسل کا یہ حکم جس طرح تمام پروٹسٹوں کے نزدیک دوسری جھوٹی کتابوں کے حق میں (مثلاً کتاب جوڈھ اور کتاب وژدم وغیرہما) واجب الرد ہے، اسی طرح کنسل کا یہ حکم ہمارے نزدیک سند نہیں، اور ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ تثلیث کے معتقدوں میں اس ترتیب سے محمد ﷺ کے زمانہ سے عہد جدید کی مذکورہ بالا کتابیں واجب التسلیم ہو گئی تھیں، اور اس انکار سے ہماری کچھ غرض متعلق نہیں، اور ہم ہرگز نہیں کہتے کہ محمد ﷺ کے زمانے سے پہلے ان کتابوں کا وجود نہ تھا، بعد میں کسی نے بنالی ہیں، اور نہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا کوئی صحیح قول ان میں نہیں، بلکہ یہی کہتے ہیں کہ اصل گم ہے، اور ان کی سند نہیں، اور اہل تثلیث کا یہ ماننا کہ کسی کو اندازاً ڈیرھ سو، پونے دو سو برس اور کسی کو پونے چار سو، چار سو برس کے بعد مان لیا، ہم پر حجت نہیں، اور ان میں جھوٹی اور سچی روایات رلی ملی ہیں، اس لئے دلیل کے بغیر کوئی قول واجب التسلیم نہیں۔

اور عہد عتیق اور جدید کی نسبت اتنا اعتقاد مشترک ہے کہ ان میں ہر قسم کی تحریف لفظی بلاشبہ ہوئی ہے، جیسا کہ پانچویں ہدایت میں گذرا۔

اور ہر قسم کی تحریف لفظی کا اقرار سلف سے خلف تک ان کتابوں کے حامی بھی کرتے آئے ہیں، اور تحریف معنوی تو بلاشبہ سب کے نزدیک مسلم ہے، جیسا کہ ساتویں اور نویں ہدایت کے اندر گذرا، اور تحریف لفظی عہد جدید میں زیادہ ہوئی ہے کہ مخالف مذہب کا شخص دوسری ہی صدی میں بڑے زور سے فریاد کرتا ہے کہ عیسائیوں نے تین بار چار بار بلکہ اس سے بھی زائد اپنی انجیلوں کو بدلا ہے، اور

منالے کے عہد امارت میں مصنفوں کے مجہول ہونے کے سبب ان انجیلوں کو برا ٹھہرایا گیا، اور ان کی دوبارہ تصحیح ہوئی، اور اس قسم کی اصلاح اور تبدیلی تو مسیحیوں کی ایک جلی عادت ہے جیسا کہ ساتویں اور چوتھی اور بارہویں ہدایت کے اندر گزرا، اور ان میں اختلافات اور غلطیاں بھی ہیں، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر اور اس جلد میں آٹھویں ہدایت کے اندر گزرا۔

اور ان کا ہر معاملہ اور ہر گزارش ان کے علماء محققین کے اقرار کے موافق بھی الہامی نہیں، جیسا کہ پوری تفصیل سے دسویں ہدایت کے اندر گزرا (۱) سواب ہمارے نزدیک عہد عتیق اور جدید کی ان کتابوں کا ایسا حال ہے جیسا کہ ان سیر کی کتابوں کا حال ہو، جن میں ہر طرح کی روایات ضعیفہ مخلوط ہوں، اور بڑے اطمینان سے آیت قرآنی اور تفاسیر اور علماء اسلام کے فتویٰ کے موافق جن کی تشریح ابھی جلد دوسری تنبیہ میں گذری، جزم اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ ان کی ہر گزارش اور ہر حال کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے کہ جو دلیل عقلی قطعی یا نقلی قطعی کے مخالف ہو اگر اس کی تاویل ہو سکے تو کی جائے، ورنہ اسے یقین کے ساتھ مردود ٹھہرایا جائے، اور جو دلیل قطعی کے موافق ہو، اس کو یقیناً مانا جائے، اور جو نہ مخالف ہو، اور نہ موافق تو اس میں سکوت کیا جائے، نہ انکار کیا جائے اور نہ تصدیق، ہاں ایسے قصص اور نصائح کو واجب التسلیم سمجھے بغیر وعظ اور نصیحت میں نقل کرنا صحیح ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ڈاکٹر وزیر خاں صاحب اپنے خط مورخہ ۸ جولائی ۱۸۵۳ء میں لکھتے ہیں کہ:

”جب یہ اناجیل موضوعہ ثابت ہو گئیں کہ نہ تو حواریوں کی تصنیف ہیں، اور نہ ہی وحی سے لکھی گئی ہیں، اور مصنف ان کی غلطیاں بھی کرتے تھے، اور اس پر یہ گل کھلا، کہ محرف بھی ہو گئیں، تو اب وہ کون سا خلل اور نقصان ہے جو باقی رہ گیا۔“ ۱۲۱

اکبر آباد (آگرہ) کا چھوٹا مباحثہ

اور اب جب اس سترہویں سوال کے جواب کی بارہ ہدایتوں سے بفضل اللہ فراغت ہوئی، سو اس وعدے کے موافق جو چودہویں سوال کے جواب میں کرا آیا ہوں، چھوٹے مباحثہ کے باقی حصہ کو اور بڑے مباحثہ کے مکمل حال کو (خطوط کے ہوا) نقل کرتا ہوں۔

جاننا چاہئے کہ ربیع الآخر ۱۲۷۰ء ہجری میں دوسرے جلسہ میں جب نسخ کی بابت گفتگو ختم ہوئی، جیسا کہ چودہویں سوال کے جواب میں اس کی تشریح گذری، اور تحریف میں گفتگو آ پڑی، اور چونکہ دونوں پادری صاحب یہ جانتے تھے کہ ہم میں سے کوئی انگریزی زبان نہیں سمجھتا، تو پادری کئی صاحب نے پادری فریچ صاحب کو انگریزی میں کہا کہ اس امر میں ان کو مدعی رکھنا، اور تم معترض رہنا، اور تحریف کا اثبات ان سے طلب کرو۔

ڈاکٹر محمد وزیر خان صاحب نے کہا کہ اول کوئی قاعدہ مقرر ہو جائے کہ اس کو پہلے فریقین تسلیم کر لیں، تاکہ اس کے موافق تحریف کا اثبات کیا جائے اس کا جواب کچھ نہ ملا، مگر یہی کہا کہ تحریف ممکن نہ تھی، کیونکہ توریت کا نسخہ موسیٰ کا لکھا ہوا بخت نصر کے زمانے تک محفوظ تھا، اور صندوق میں بڑی احتیاط سے رکھا تھا جو بادشاہ تخت پر بیٹھتا تھا اسے اپنا دستور العمل ٹھہراتا تھا، پس اس میں تحریف کیوں کر ہوتی؟

میں نے کہا کہ وہ کون سے صندوق میں تھا، کیا اسی صندوق میں جس میں
دولوحیں رکھی ہوئی تھیں؟

کہا کہ ہاں۔

میں نے کہا: کہ اس میں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں بھی نہ تھا۔
اس کو سن کر دونوں صاحبوں نے تعجب کے طور پر پوچھا کہ کس دلیل سے کہتے

ہو؟

میں نے کہا کتاب اول سلاطین کے آٹھویں باب میں ہے، بولے کس جگہ؟
میں نے اس باب کا ۹ درس نکال کر دکھلایا جو یوں ہے:

”اور صندوق شہادت کے اندر ان دولوحوں کے سوا کچھ نہ تھا کہ جنہیں

موسیٰ نے حوریب پر اس میں رکھا لے۔“

اس کو دیکھ کر دونوں صاحب چپ رہے۔

پھر فرینچ صاحب نے کہا: کہ خیر یہ ایک ہلکی بات ہے، اور اس سے تحریف
ثابت نہیں ہوتی۔

میں نے کہا: کہ میں نے بھی اس کو اثبات تحریف کے واسطے ذکر نہیں کیا، بلکہ
آپ کے اس فرمانے پر بیان کیا تھا کہ وہ نسخہ موسیٰ والا بخت نصر کے عہد تک محفوظ تھا،
اور تحریف کی دلیلیں تو اور ہیں۔

فرمایا کہ سلیمان کے باپ داؤد نے گواہی دی ہے کہ ان کے پاس خدا کا کلام
تھا، اور اس کو پڑھتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ ان کے کلام میں کس جگہ ہے کہ یہ سارا مجموعہ توریت
کا جواب پایا جاتا ہے، ان کے پاس تھا، ہم تو اس مجموعہ کی بابت کلام کرتے ہیں، اور

کہتے ہیں کہ:

اولاً عہد عتیق اور جدید کی کتابوں کی سند متصل نہیں ملتی۔

ثانیاً الحاق بھی ان میں یقیناً ہوا ہے۔

ثالثاً یقیناً ان میں غلط روایات بھی ہیں، اور اکثر روایات باہم مختلف بھی پائی جاتی ہیں، روایات آحاد کی طرح۔

پادری صاحب نے کہا: کہ کتب اسناد میں ان کی سند لکھی ہوئی ہے۔

میں نے کہا: زیادہ نہیں تو، آپ اس وقت مجھ کو کتاب ایوب اور کتاب نشید الانشاد کی سند بتلا دیجئے۔

اسے ٹال دیا، اور عہد جدید پر گفتگو شروع کی، اور کہا کہ برابر مشائخ کے کلام سے اس کی سند چلی آتی ہے۔

میں نے کہا کہ یوسی بیس اپنی تاریخ کلیسا میں لکھتا ہے کہ:

”نامہ یعقوب اور نامہ یہود اور نامہ دوم پطرس اور نامہ دوم اور سیوم یوحنا اور مشاہدات پر قدما کو گفتگو تھی، اور بعضوں نے مشاہدات کو سرن ٹھیس ملحد کی تصنیف بتلایا ہے۔“

پادری صاحب نے کہا کہ تاریخ یوسی بیس ہمارے پاس نہیں، اور فقط یوسی بیس کے لکھنے سے کیا ہوتا ہے؟

میں نے کہا کہ یوسی بیس کو جانے دیجئے، اور آپ مشاہدات کی سند بتلائیے۔

اس پر انگریزی میں دونوں صاحب آپس میں کلام کرنے لگے، پھر کہا کہ سب کلیسیا نے اس کو مانا ہے۔

ڈاکٹر وزیر خان صاحب نے کہا کہ اہل کلیسیا سے آپ کے نزدیک کون لوگ

مراد ہیں؟ اگر سب قدیم عیسائی مراد ہیں تو یہ غلط ہے، اور اگر کونسل کا رتیج مراد ہے جو ۳۹۷ء میں ہوئی تھی تو مسلم ہے، مگر اس سے پہلے وہ الہامی کتاب نہ کہلاتی تھی۔

اور اس سے قطع نظر اس کونسل والوں نے تو کتاب جو ڈتھ اور کتاب وژدم اور مقابیس کی دونوں کتابوں کو اور کتاب ٹوبیاس اور کتاب ایپلکینز یا سیکس اور کتاب باروق کو بھی الہامی مانا تھا، اور تم ان کو الہامی نہیں مانتے۔

پادری صاحب نے کہا: کہ اس کونسل سے پہلے کونسل نائس میں بھی اس کو الہامی مانا گیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ کونسل نائس میں اس کا ذکر بھی نہیں آیا تھا، بلکہ اس کے بارے میں تین قول ہیں۔

صاحب کسی ہو مو لکھتا ہے کہ:

”کونسل والے سب جھوٹی اور سچی کتابیں ایک مذبح پر رکھ کر نماز اور دعاء میں مشغول ہوئے کہ جو سچی ہیں مذبح پر رہ جاویں، اور جو جھوٹی ہیں گر جاویں، سو جو رہ گئیں سچی اور جو گر پڑیں جھوٹی مانی گئیں۔“

اور تمہارے علماء نے مثلاً لارڈز نے لکھا ہے کہ:

”اس کونسل میں ان کتابوں کا ذکر نہیں آیا، اور جو تھیوڈورٹ کے قول کی سند لاتے ہیں کہ کتابیں میز پر لا کر رکھی گئی تھیں، اس کی کچھ سند نہیں۔“

اور رومن کیتھولک کہتے ہیں کہ:

”اس کونسل میں کتاب جو ڈتھ الہامی ٹھہرائی گئی تھی۔“

آپ ان تینوں قولوں میں سے کس کو مانتے ہیں؟ اس پر کچھ نہ کہا، بلکہ یہ کہا کہ

ہم دکھلا دیتے ہیں، اور دونوں صاحب اٹھ کر کتاب ڈھونڈنے لگے۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: کہ اگر تکلیف ہو تو جانے دیجئے۔

پھر بیٹھے، کہا نہیں، ہم ابھی دکھا دیتے ہیں، تلاش کے بعد کئی صاحب پیلی کی کتاب کو لائے، مگر کونسل نائس کی جگہ کونسل لوڈیسیا کا حال نکال کر پیش کیا، (۱) اور تماشا یہ ہے کہ اس میں لکھا تھا کہ اس کونسل میں مشاہدات خارج رہے۔
ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ یہ تو ہمارا عین قول ہے۔

اس پر شرمندہ اور چپ ہو کر بیٹھ گئے۔

پھر کہا کہ دوسرے مشائخ کے کلام میں اس کی سند پائی جاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ سب سے پہلے کس نے لکھا ہے؟

پادری صاحب نے کئی صاحب سے انگریزی میں دریافت کیا، اور کلیمنٹ کا

نام لیا۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ لارڈز کے لکھنے کے موافق کلیمنٹ کی ایک چٹھی پائی جاتی ہے، اور اس چٹھی میں کئی جگہ مضمون انجیل سے ملتا ہے، جس کو عیسائی کہتے ہیں کہ اس نے انجیل سے ان مضمونوں کو نقل کیا ہوگا، اولاً ہم اسی کو نہیں مانتے کہ اس نے انجیل سے ان کو نقل کیا ہو، کیونکہ صریح حوالہ اس میں نہیں، ممکن ہے کہ وہ مضمون زبانی روایات کے طور پر کلیمنٹ تک پہنچے ہوں، اور اگر بالفرض مان لیں تو پھر اس انجیل کا حوالہ نہیں، اور اتنے سے اس کا تواتر لفظی ثابت نہیں ہوتا۔

کہا: کہ تمہارے قرآن کا کیا حال ہے؟

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ قرآن کے لفظوں کا تو کیا ذکر اس کے حرکات بھی تواتر کے ساتھ منقول ہیں۔

دونوں پادری صاحبوں نے کہا کہ قرآن کی بابت ہم کلام نہیں کرتے۔

(۱) غالباً یہ حرکت پادریوں کی عادت کے موافق مخالطہ دہی کے طور پر ہو، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہم میں کوئی انگریزی پڑھا ہوا نہیں۔

اور سند کے بارے میں گفتگو ختم ہوئی۔

اس کے بعد میں نے ہارن صاحب کی عبارت جو اس کی تفسیر کی دوسری جلد کے صفحہ ۳۹۹ میں ۱۸۲۲ء والے نسخہ میں ہے، ان دونوں کو دکھائی، جس کا مضمون یہ ہے کہ ان فقروں سے معلوم ہوتا ہے کہ عبری محرف ہے۔

ملا کیا کتاب کے ۳ باب کا پہلا درس، میکا کی کتاب کے ۵ باب کا دوسرا درس، ۱۶ ازبور کا ۸ درس سے ۱۱ درس تک، کتاب غاموض کے ۹ باب کا ۱۱ اور ۱۲ درس، ۴۰ ازبور کا ۶ درس سے ۸ درس تک، ۱۱۰ ازبور کا ۴ درس، کئی صاحب نے دیکھ کر کہا کہ ہاں ہارن لکھتا ہے کہ:

”عبری ان مقامات میں معلوم ہوتی ہے کہ خراب کی گئی۔“

فریچ صاحب نے کہا کہ ہارن صاحب گواپنے وقت میں بہت اچھے تھے، مگر ان کو عبری نہیں آتی تھی، اور دوسرے صاحب یعنی کئی صاحب عبری خوب جانتے ہیں، اور ہارن صاحب کے بعد اور لوگ بھی ان سے زائد ہوئے ہیں۔

اس پر میں نے تفسیر ہنری واسکاٹ سے دو مقامات کا نشان دیا کہ ان میں عبری کی تحریف کا اقرار ہے۔

فریچ صاحب نے کہا ہنری واسکاٹ گو بڑے مفسر تھے مگر اب معلوم ہوا ہے کہ انہیں عبری نہ آتی تھی۔

میں نے کہا کہ اگر ان مفسروں کا قول آپ کے نزدیک سند نہیں تو ان کے اقرار کے سوا اور مقامات کو ظاہر کرتا ہوں، جو فرمانا ہو فرمائیے۔

کہا: اچھا۔

میں نے کتاب اول اخبار الایام کے ۲۱ باب کا ۱۴ درس جو کتاب ۲ سموئیل کے

۲۴ باب کے ۱۳ درس کے صریح مخالف ہے پیش کیا۔

اس کے سنتے ہی کئی صاحب نے گفتگو بند کی، اور جملہ دعائیہ پر کلام ختم کیا۔
اور فریج صاحب سے انگریزی میں کہا کہ ان سے کہہ دو ”ہم تمہاری ملاقات
سے بہت خوش ہوئے، اور تم نے کوشش سے کتب مقدسہ کا مطالعہ کیا ہے، اللہ اس کا
نتیجہ نیک تم کو دے۔“

اور ہمارے نزدیک رسالت سے اصلی مقصد یہ ہے کہ اللہ کی صفاتیں لوگوں پر
خوب کھل جاویں اور لوگ اس کی طرف راغب ہوں، اور ہم نے جو مطالعہ کیا تو ان
کتابوں میں اس کو پایا، مگر ان سے کہہ دو کہ ہم چونکہ عیسائی ہیں تو یہ بات اپنے عقیدے
کے موافق کہتے ہیں، کچھ بے جا بحث کی راہ سے نہیں کہتے۔

ڈاکٹر صاحب نے سن کر کہا کہ میں سمجھ گیا مولوی صاحب یعنی مجھ سے
(مصنف کتاب مولانا رحمت اللہ کیرانوی) بھی کہہ دوں گا۔

فریج صاحب نے فرمایا، کہ نہیں مجھ کو کہہ لینے دیجئے۔

ڈاکٹر صاحب یہ سمجھ کر کہ گفتگو تمام ہوئی اٹھ کر کتابوں کی طرف دیکھنے لگے، مگر
فریج نے کئی صاحب کی تقریر کو محرف کر کے اور ہی طریقہ پر بیان کیا کہ صاحب فرماتے
ہیں کہ ”ہم تمہاری ملاقات سے بہت خوش ہوئے، اور تم نے بڑی کوشش سے کتب
مقدسہ کا مطالعہ کیا ہے، اللہ اس کا نیک نتیجہ دے۔“

اس کے بعد اپنی طرف سے یہ کہا: کہ کیا اچھا ہوتا اگر تم مسیحی ہوتے۔

میں نے کہا: ہم بھی اپنے عقیدے کے موافق کہتے ہیں کہ کیا اچھا ہوتا اگر آپ

محمدی ہوتے۔

پھر کہا: صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے توریت اور انجیل اور زبور اور قرآن کو

بڑے غور سے دیکھا ہے، اور تینوں کے شروع میں خدا کی صفتیں ایک ہی طریقہ پر پائی جاتی ہیں، مگر قرآن میں وہ بات نہیں۔

ڈاکٹر صاحب پھر بیٹھ گئے، اور کہا: صاحب تو رخصت کر چکے تھے، اور ہرگز انہوں نے یہ بات نہیں کہی تھی، اور تم نے پھرائٹکایا، اور قرآن کا جو آپ ذکر کرتے ہیں، سنئے کہ انجیل میں خدا کی پاکی کا وہ حال جو قرآن میں نہیں ہے یہ ہے کہ:

تین خدا ہیں، ایک آسمان پر رہا، دوسرا مریم کے رحم میں نو مہینے رہ کر مکان مخصوص سے نکلا، اور زندگی بھر کھاتا پیتا رہا، اور تیسرا خدا کبوتر کی شکل میں اس دوسرے خدا پر اترا۔

اس کے بعد کئی صاحب رخصت ہوئے، اور میرا ارادہ بھی رخصت ہونے کا تھا، اسی دوران فریج صاحب نے کہا: ٹھہرے رہو، میں آتا ہوں، اور مجھ کو کچھ اور عرض کرنا ہے۔

اس پر میں نے توقف کیا، اور دونوں پادری صاحب دوسرے کمرے میں گئے، اور تھوڑی دیر تک کچھ باتیں کرتے رہے، اس کے بعد کئی صاحب رخصت ہوئے، اور فریج صاحب پھر آئے، اور کچھ اور بات چیت کے بعد پھر مذہب کا ذکر آگیا۔

اس پر ڈاکٹر صاحب نے سامنے سے انجیل اٹھا کر متی کی انجیل کے پہلے باب کا ۷ اور ۱۰ پیش کیا کہ اس کو تو دیکھئے۔

دیکھ کر فرمایا کہ دین عیسوی کے منکر اسی کو بہت پیش کیا کرتے ہیں، اور اس میں البتہ کچھ مشکل ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ توجیہ اس کی فرمائیے۔

کہا: ممکن ہے کہ کاتب سے عدد میں غلطی ہو گئی ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا اور سنئے کہ متی عوزیادہ کو یورام کا بیٹا لکھتا ہے، حالانکہ تین پشتیں ان کے بیچ میں گزری ہیں، احذیاء، یواس، امصیا، اور لکھتا ہے کہ یو کینیا بیٹا یوشیا کا ہے، حالانکہ وہ پوتا ہے، اور لکھتا ہے کہ ”یو کینیا کے بھائی ہیں“ حالانکہ عہد عتیق میں ایک بھی اس کا بھائی مذکور نہیں۔

اور لکھتا ہے کہ ”زور بابل شلتائیں کا بیٹا ہے“ حالانکہ وہ اس کا بھتیجا ہے، نہ کہ بیٹا، بلکہ وہ توفدایا کا بیٹا ہے جو شلتائیں کا بھائی تھا۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ممکن ہے، ان لوگوں نے ان کی میراث پائی ہو، جن کے بیٹے لکھے گئے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا، کہ احذیاء اور یواس اور امصیا تینوں بادشاہ گذرے ہیں، اور انہوں نے کئی کئی سال سلطنت کی ہے، سو یہ توجیہ اس میں تو جاری نہیں ہو سکتی، اور جب ایک نسب نامہ میں اتنی غلطیاں ہوں تو ساری کتاب کو کیا قیاس کیا جائے گا، شاید متی نے عہد عتیق نہ پڑھا ہوگا، کہ ایک نسب نامہ میں اتنی غلطیاں کر گیا۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ممکن ہے کہ نسب نامے کو متی نے الہام سے نہ لکھا ہو۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ پھر کون سی دلیل ہے، کہ دوسرے احوال کو الہام سے لکھا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ دوسرے احوال کو بھی الہام کے بغیر لکھا ہوگا۔

پادری صاحب نے کہا: کہ الہام ایک معجزہ ہے، اور معجزہ ضرورت کے وقت ہوا کرتا ہے، اور چونکہ نسب نامہ اور لوگوں سے بھی معلوم ہو سکتا تھا تو اس میں الہام کی حاجت نہ تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ جب ایسے عال میں جو متی کا دیکھا ہوا بھی نہ تھا، الہام کی حاجت نہ تھی تو اپنے دیکھے ہوئے حال میں بطریقہ اولیٰ الہام کی احتیاج ان کو نہ ہوگی (۱)۔

پھر پادری صاحب میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: کہ کیا تم انصاف نہیں کرتے کہ نسب نامے میں الہام کی احتیاج نہیں ہے۔

میں نے کہا: شاید اسی سبب سے لوقا بھی متی کی طرح غلطی کر گیا ہے، جو ایک اور شخص قینان کو اپنی طرف سے شارح اور ارشاد کے بیچ میں نسب نامہ کے اندر بڑھا دیا (۲)۔

اس پر پادری صاحب نے کئی بار فرمایا: کہ ان غلطیوں کے نکالنے سے تم خدا کے غضب سے نہیں بچ سکتے، انصاف کرو۔

جب ان کی یہ زیادتی کئی بار ہو چکی تو میں نے بھی کہا کہ انصاف کا نام آپ کیوں زبان پر لاتے ہیں، آپ کے نزدیک میں کبھی منصف نہ ہوں گا جب تک عیسائی نہ بن جاؤں، اور میرے نزدیک آپ کی یہ کوشش تین سو روپیہ کے لئے ہے، اس بات سے پادری صاحب نے رنجیدہ ہو کر کہا: ہم کو تو قلع نہ تھی کہ تم ہم کو ایسا سمجھو گے، ہم اگر ولایت میں رہتے تو ہماری قدر اس سے زائد ہوتی۔

میں نے کہا: شاید۔

پھر گفتگو تمام ہوئی، اور جب چلنے کے واسطے کھڑے ہوئے، ڈاکٹر صاحب

(۱) جیسا کہ باسوبر اور لیا فان کہتے ہیں، کہ ان معاملات میں جن کو پچشم خود دیکھا ہو، یا معتبر کتابوں سے نقل کیا ہو، الہام کی حاجت نہیں، اور اس کی تشریح دسویں ہدایت میں گذری۔ ۱۲ منہ

(۲) اور اس کی تشریح پہلی جلد کے اندر اور جلد دوم میں تیسری ہدایت کے اندر دوسرے اختلاف کے بیان میں گذری۔ ۱۲ منہ

نے کہا کہ آپ کا کیا نام ہے، پادری صاحب نے کہا فرینچ۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بھلا اگر میں کہوں کہ فرینچ صاحب کی عمر اس وقت میں جو یہاں کھڑے ہیں ۲۲ برس کی ہے، اور مولوی صاحب کہیں کہ ۴۲ برس کی ہے تو یہ دونوں قول سچے ہوں گے، یا جھوٹے یا ایک جھوٹا اور ایک سچا؟

پادری صاحب نے کہا کہ ہم ایمان نہ کھوئیں گے، ایسی بات تو بہت مشکل

ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر ایسی بات کتب قدسہ میں نکل آوے، تو اب کیا

کیجئے گا؟

انہوں نے کہا: کہاں ہے؟

ڈاکٹر صاحب نے میری طرف اشارہ کیا، میں نے کتاب دوم اخبار الایام

کے ۲۲ باب کے ۲ درس اور کتاب دوم سلاطین کے ۸ باب کے ۲۶ درس کی نشاندہی کی

کہ اول میں جلوس کے وقت احذیا کی عمر ۴۲ برس کی اور دوسری میں ۴۲ برس کی لکھی ہے،

اس پر پادری صاحب نے انگریزی بائبل میں دیکھا، اور کہا کہ یہ غلطی عدد میں ہے،

اس سے مقصود میں غلطی لازم نہیں آتی۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ جب بہت سی غلطیاں اس میں ثابت (۱) ہو گئیں،

پھر کون سی دلیل ہے کہ اس ایک مقصود میں غلطی نہ ہو؟ اور ہم نے کتب مقدسہ میں سو جگہ

سے زائد غلطیاں نکال دی ہیں، اور آپ سے قرآن میں پانچ جگہ بھی ایسی غلطیاں نہیں

نکل سکتیں، پھر آپ ایمان کیوں نہیں لاتے؟

(۱) جیسا کہ پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں اور دوسری جلد میں آٹھویں ہدایت کے اندر اس کا بیان تفصیل سے گذرا۔ ۱۲

پادری صاحب نے کہا: ”یہ بڑی بات ہے“ اور اسی پر گفتگو ختم ہوئی، اور چونکہ عصر کا وقت تنگ ہو گیا تھا اس لئے میں رخصت ہوا، یہ حقیقت اکبر آباد (آگرہ) کے پہلے مباحثہ کی تھی، جو چودہویں سوال کے جواب میں اور اس جگہ بیان ہوئی، اگر دونوں جگہوں سے جمع کی جائے تو ایک چھوٹا رسالہ بن جائے گا، اب دوسرے مباحثہ کا حال نقل کرتا ہوں۔

www.kitabosunnat.com

اکبر آباد کا دوسرا بڑا مشہور مباحثہ

جاننا چاہئے کہ پانچ وجوہ کا لحاظ کر کے جن کا ذکر مباحثہ کا حال لکھنے کے بعد آئے گا، ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۲۰۷ ہجری مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۵۴ء کو جمعرات کے دن بذریعہ خط کے پادری فنڈر صاحب (۱) سے میں نے مباحثہ کی درخواست کی، اور یوں لکھا:

”میں چاہتا ہوں کہ مسیحیوں اور محمدیوں میں سے چند ذی علم اشخاص کے روبرو آپ کی تقریر سے مستفید ہوں، اور جو باتیں میرے دل میں بھری ہوئی ہیں، ان کو آپ کے خدمت میں عرض کروں، اور سب حاضرین جلسہ کو آپ کے افادات کی تصنیف پر اطلاع حاصل ہو جاوے، اور اس لئے کہ آپ نے اپنی تصنیفات میں نسخ و تحریف کو محمدیوں اور مسیحیوں کے مسائل متنازعہ فیہا میں سے عمدہ مسئلہ قرار دیا ہے، جیسا کہ آپ نے حل الاشکال کے پہلے خط میں اس امر کی تصریح کی ہے، اور مباحثہ کی پہلی بات اسی کو قرار دیا ہے، نیاز مند بھی آپ کے ارشاد کا اتباع کر کے اور مسئلہ مذکورہ کے عمدہ ہونے کو مسلم رکھ کر اس بات پر راضی ہے کہ اولاً اسی مسئلہ پر گفتگو آوے، اس کے بعد جس مسئلے پر طرفین کی مرضی ٹھہرے۔“

(۱) یہ پادری ”میزان الحق“ کا مؤلف ان دنوں بہت ہی نیک نام تھا، اور تمام ہندوستان میں مسلمانوں کے مقابلے میں سب پادریوں میں ممتاز تھا، اور خواہ مخواہ ہر فاضل مسلمان سے الجھتا تھا، اور بڑا ہی مدعی تھا، اور عیسائیوں کو اس پر بڑا ہی اعتقاد تھا۔ ۱۲ منہ

اس پر پادری صاحب نے منظور کیا، اور اپنے خط محررہ ۲۳ مارچ ۱۸۵۲ء میں یوں لکھا:

”آپ کے عنایت نامہ کے مضمون سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ کو اشخاص فریقین کے مجمع میں مباحثہ علانیہ مقصود ہے، سو میں اگرچہ اس طریقہ کو بہت مفید نہیں سمجھتا، پر آپ کے ارشاد کی بجا آوری سے باہر نہیں ہوں۔“

پھر بذریعہ خطوط یہ طے پایا کہ ایک ایک شریک بھی مقرر ہو، سو میرے شریک ڈاکٹر محمد وزیر خان صاحب اور پادری صاحب کے شریک پادری فریچ صاحب (۱) قرار پائے، اور پادری صاحب نے دو تہختے کی مہلت مانگی، باوجودیکہ میں مسافر تھا، پھر بھی ان کی خاطر سے یہ بات منظور کی، اور ان امور کی وجہ سے مباحثہ سے پہلے نو خط میرے اور نو خط پادری صاحب کی طرف سے لکھے گئے، جن کی نقل مباحثہ کے رسالے میں ہے، اور اول خط کی تحریر کے دن سے مباحثہ کے جلسہ اول کے دن تک ۱۸ دن کی مدت گزر گئی، اور چونکہ وہ مسئلے جن میں بحث ہوئے والی تھیں، پہلے ہی دن پادری صاحب کو معلوم ہو گئے تھے، اور پہلے چھوٹے مباحثہ کی طبع شدہ روداد بھی پادری صاحب کی نظر سے گذر چکی تھی، اور اس سے اور اسی طرح اپنے شریک سے ان کو نسخ اور تحریف کے بارے میں ہماری اکثر باتیں معلوم بھی ہو گئیں تھیں، سو انہوں نے اٹھارہ دن کی مدت میں اکبر آباد کے سب پادریوں اور اپنے ہم مذہب اہل علم کے اتفاق سے اپنے نزدیک خوب ہی اس امر کو متح کر لیا تھا، اور جو توڑ جوڑ کرنا تھا، سو سب کر رکھا تھا، اور (۲) کتابیں بھی ہر قسم کی ان کے پاس موجود تھیں، اور فارغ تھے، ایسی باتوں کے سوا اور کچھ کام نہ

(۱) یہ پادری صاحب وہی ہیں، جن سے کئی صاحب کے ساتھ میرا پہلا مباحثہ اکبر آباد میں ہو چکا تھا، پادری صاحب نے اس نیت سے کہ چونکہ وہ اور پادریوں کی نسبت بڑا ذہین ہے، اور اپنی پہلی بدنامی کے رفع کرنے کی بہت کوشش کرے گا، اس کو شریک ٹھیرایا تھا۔ ۱۲ منہ۔ (حاشیہ نمبر ۲ اگلے صفحہ پر ہے)

تھا، اور دونوں جلسوں میں مجلس بھی ان لوگوں کی مجلس تھی، غیر کی ایسی مجلس نہ تھی، جس میں رعب پڑ جائے، (۱) حاکم تھے کچھ ہم سے محکوم نہ تھے، غرض کہ ظاہر میں پادری صاحب کے واسطے کوئی بات ایسی نہ تھی جس کو اپنا عذر بنا سکیں۔

تاہم بفضل اللہ اسلام کا بول بالا ہوا، اور ہر حاضر شخص کے دل میں اس آیت کا مضمون "وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السَّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا" پیدا ہوا، اور "الإسلام يعلو ولا يعلىٰ عليه" کی سیاحت ہویدا ہوئی، والحمد لله على ذلك۔
اب دونوں جلسوں کی کیفیت سنئے۔

پہلا جلسہ

۱۱/ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ ہجری اور ۱۰ اپریل ۱۸۵۴ء کو صبح کے وقت پیر کے دن مباحثے کا یہ پہلا جلسہ عبدالمسیح کے کٹہرے میں طے پایا، اور اس جلسہ میں اسمتھ صاحب حاکم صدر دیوانی اور کرپچن صاحب سیکرٹری صدر بورڈ اور ولیم صاحب مجسٹریٹ علاقہ فوج اور لیڈلی صاحب مترجم سرکاری اور کشیش ولیم گلین صاحب اور مفتی حافظ محمد ریاض الدین صاحب، اور مولوی فیض احمد صاحب سررشتہ دار صدر بورڈ، اور مولوی حضور احمد صاحب اور مولوی امیر اللہ صاحب مختار راجہ بنارس اور مولوی

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) (۲) ایک مسلمان پادری صاحب کا نوکر تھا، وہ ہر روز مجھ سے آکر اطلاع دیتا تھا کہ رات دن پادری صاحب کی کوشی پر پادریوں کا مجمع رہتا ہے، اور یہ صورت رہتی ہے کہ اگر ایک گیا تو دوسرا آیا، اور کتابوں کو بہت دیکھتے ہیں، اور آپس میں بھی گفتگو ہوتی رہتی ہے، لیکن چونکہ انگریزی میں ہوتی ہے اس لئے سمجھ میں نہیں آتی، پھر اس بات سے کہ اکثر اس میں لفظ محمد یوں کا یا قرآن کا یا محمد ﷺ کا یا تمہارا نام سنتے ہیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً اسی بات کا چرچا ہے، اور کہتا تھا کہ پادری صاحب کی میم بھی اکثر مجھ سے پوچھا کرتی ہے، کہ تم کو معلوم ہے کہ یہ مولوی کہاں سے آیا ہے، کہ پادری صاحب کو بڑا فکر ہے، اور بڑی محنت میں پڑ گئے ہیں، اور رات دن یہی مشورہ اور کونسل ہے۔ ۱۲ منہ

(۱) اور اسی نیت سے انہوں نے حکام کو اس مجلس کا شریک کیا تھا، کہ ہم پر ان کا رعب رہے۔ ۱۲ منہ

قمر الاسلام صاحب اکبر آباد کی جامع مسجد کے امام اور منشی خادم علی صاحب مہتمم مطلع الاخبار اور مولوی سراج الحق صاحب تشریف رکھتے تھے، اور دوسرے لوگ بھی مسلمان اور عیسائی اور ہندو پانسو چھ سو آدمی کے قریب موجود تھے۔

سب سے پہلے پادری فنڈر صاحب نے کھڑے ہو کر باواز بلند یہ کہا کہ: جاننا چاہئے کہ یہ مباحثہ اس وجہ سے طے پایا ہے کہ مولوی صاحب اس کے خواہشمند ہوئے، اگرچہ میرے نزدیک اس میں چنداں فائدہ (۱) نہ تھا، پر ان کی استدعا کے موافق میں نے قبول کیا، اور چاہا کہ دین عیسوی کی حقیقت کی دلیلیں اہل اسلام کے آگے بیان کروں، اور مباحثہ نسخ اور تحریف اور مسیح کی الوہیت و تثلیث اور محمد ﷺ کی رسالت اور قرآن کی حقیقت میں ہوگا، اس طور پر کہ پہلے چار مسئلوں میں بندہ جواب دے گا، اور مولوی صاحب اعتراض کریں گے، اور اخیر کے دو مسئلوں میں مولوی صاحب جواب دیں اور بندہ اعتراض کرے گا۔

اور یہ باتیں کہہ کر پادری صاحب بیٹھ گئے، میں نے ”میزان الحق“ کے پہلے باب کی دوسری فصل کی یہ دو عبارتیں پیش کیں:

پہلی عبارت یہ ہے (نسخہ ۱۸۵۰ء صفحہ ۱۱۴):

”اس باب (یعنی نسخ) میں قرآن اور اس کے مفسر دعویٰ کرتے ہیں کہ جس طرح زبور کے آنے سے توریت اور انجیل کے آنے سے زبور منسوخ ہوئی، اسی طرح انجیل بھی قرآن کے ظاہر ہونے سے منسوخ ہوگئی۔“

دوسری عبارت یہ ہے (نسخہ ۱۸۵۰ء صفحہ ۲۰):

(۱) یہ بات گویا روح القدس نے ان کی زبان پر ڈالی تھی، اس لئے کہ ان کے حق میں یہ مباحثہ بہت ہی مضر ہوا، اور مسلمانوں کے حق میں تو بہت فائدہ ہوئے، ان میں سے پانچ فوائد کا تو ذکر مباحثہ کے آخر میں آجائے گا۔ امانہ

”پھر اس حالت میں محمد یوں کا دعویٰ بے اصل و بے جا ہے، جو کہتے ہیں کہ زبور توریت کو اور انجیل ان دونوں کو منسوخ کرتی ہے۔“

اور کہا کہ آپ اس دعویٰ کو قرآن اور قرآن کے مفسروں کی طرف نسبت کرتے ہیں، حالانکہ نہ قرآن میں کسی جگہ ایسا ذکر آیا ہے، اور نہ کسی تفسیر میں یہ بات مذکور ہے، بلکہ اس کے برخلاف سورہ بقرہ کی ۸۱ آیت ولقد اتینا موسیٰ الكتاب الایة کی تفسیر کے نیچے فتح العزیز میں ایسا لکھا ہے:

”اور موسیٰ کے پیچھے ہم نے اور رسولوں کو بھیجا جو حضرت یوشع اور حضرت الیاس اور حضرت الیسع اور حضرت شموئیل اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور حضرت اشعیا اور حضرت یرمیا اور حضرت یونس اور حضرت عزیر اور حضرت خرقیل اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ وغیرہم چار ہزار آدمی تھے، اور یہ سب موسیٰ کی شریعت پر گزرے ہیں، اور ان کے بھیجنے سے اسی شریعت کے احکام کا جاری کرنا مقصود تھا جو بنی اسرائیل کی سستی اور کاہلی سے مندرس اور متروک اور ان کے علماء بد کی تحریفات سے متغیر ہو چلے تھے۔“

اور سورہ نساء کی ۱۶۱ آیت کی تفسیر کے نیچے اس قول کے نیچے ”وآتینا داؤد زبوراً“ تفسیر حسینی میں یوں لکھا ہے:

”اور ہم نے داؤد کو کتاب دی جس کا نام زبور تھا، وہ کتاب جناب الہی کے حمد و ثناء پر مشتمل اور اوامر و نواہی سے خالی تھی، بلکہ داؤد کی شریعت وہی توریت کی شریعت تھی۔“

اور ایسا ہی اہل اسلام کی دوسری کتابوں میں صحیح کر کے لکھا ہے (۱)۔

(۱) مولوی عبدالحکیم شرح مواقف کے حاشیہ میں رسول کے لفظ کی شرح میں لکھتا ہے:

”الكتاب لا يجب أن يكون ناسخاً لأن داؤد كان صاحب كتاب كله ادعية على ما قالوا“ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پادری صاحب نے سن کر کہا کہ آپ انجیل کو منسوخ بتلاتے ہیں یا نہیں۔

میں نے کہا: بلاشبہ ہم انجیل کو اس معنی میں جس کی تشریح کروں گا منسوخ

جانتے ہیں، پر آپ کا یہ دعویٰ دونوں جگہ غلط ہے۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم نے مسلمانوں سے جن کے ساتھ گفتگو کا اتفاق

ہوا ہے یہ بات سنی ہے۔

میں نے کہا: آپ کے انصاف سے بہت بعید ہے کہ کسی مسلمان سے کچھ سن کر

آپ قرآن اور تفسیر کی طرف اس کو نسبت کریں، بہر حال اس کی غلطی میں کچھ شک

نہیں، پادری صاحب نے کہا: خیر (۱)۔

میں نے کہا: آپ نے نسخ کا معنی جو اہل اسلام کی اصطلاح میں مقرر ہے، اور

اس کے محل کو (یعنی اس بات کو کہ نسخ کہاں کہاں واقع ہوتا ہے) کسی اسلامی کتاب میں

دیکھا ہے، یا نہیں؟

پادری صاحب نے کہا آپ بیان کیجئے۔

میں نے کہا کہ ہمارے نزدیک نسخ صرف اوامر و نواہی میں ہوا کرتا ہے، جیسا

کہ تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے:

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) یعنی کتاب اللہ ضروری نہیں کہ نسخ ہو، اس لئے کہ داؤد ایسی کتاب والے تھے، جو پوری

کتاب دعاؤں پر مشتمل تھی، جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔

اور ابن حجر کی قصیدہ ہمزئیہ کی شرح میں لکھتا ہے:

”قال الإمام فی تفسیرہ إن الرسل یبقی بعد موسی کلہم علی

شریعۃ الا شریعة عیسی“۔

یعنی امام نے اپنی تفسیر میں کہا ہے، کہ موسیٰ کے بعد سارے رسول انہیں کی شریعت پر باقی رہے

سوائے شریعت عیسیٰ کے۔ ۱۲ منہ

(۱) اس تسلیم کے بعد پادری صاحب بہت ہی گر گئے، کہ پھر نہ سنبھلے۔ ۱۲ منہ

”والنسخ إنما يعترض على الأوامر والنواهي دون

الأخبار“۔ (۱)

سو ہم لوگ خبروں اور قصوں میں ہرگز نسخ کے قائل نہیں ہیں، اور نہ امور عقلیہ قطعہ میں (جیسے یہ کہ خدا موجود ہے) نسخ جائز جانتے ہیں، اور نہ امور حسیہ میں، مثلاً دن کی روشنی اور رات کی تاریکی نسخ کے قائل ہیں، اور اوامر اور نواہی میں بھی تفصیل ہے، کیونکہ اولاً یہ بات ضروری ہے کہ وہ امر وہی ایسے حکم عملی سے متعلق ہو، جو وجود اور عدم کا احتمال رکھتا ہو، سو اس حکم میں جو واجب ہو، مثلاً خدا پر ایمان لانا یا ممتنع ہو، جیسے اللہ کا شریک کوئی ٹھہرانا ہم ہرگز نسخ کے قائل نہیں، پھر وہ حکم عملی جو وجود عدم کا احتمال رکھتا، اس کی بھی دو قسم ہیں:

ایک دائمی جیسا خدائے تعالیٰ کا قول ہے:

”ولا تقبلوا لهم شهادة أبداً“

یعنی نہ مانو ان کی گواہی کبھی۔ ۱۲

سو اس قسم میں بھی ہم نسخ کے قائل نہیں۔

دوسری غیر دائمی اور یہ بھی دو قسم ہے، ایک موقت جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”فاعفوا واصفحوا حتى يأتي الله بأمره“

اور اس قسم میں بھی وقت معین سے پہلے ہم نسخ روا نہیں رکھتے (۲)

دوسری قسم غیر موقت یعنی مطلق سو اس قسم میں بلاشبہ اس نسخ کے قائل ہیں، مگر

اس طور پر کہ اللہ کے علم میں یہ بات طے تھی کہ فلانے وقت تک یہ حکم نافذ رہے گا، مگر

اس حکم میں وقت کا بیان نہ ہوا تھا، سو جب وہ وقت آپہنچا، خدا کے دوسرے حکم سے جو

(۱) یعنی نسخ صرف اوامر و نواہی میں ہوتا ہے، نہ اخبار میں۔ ۱۲ منہ

(۲) سو تم درگزر و ادرا خیال میں نہ لاؤ جب تک نہ بھیجے اللہ اپنا حکم۔ ۱۲ منہ

بظاہر پہلے حکم کے مخالف معلوم ہوتا ہے، اس کا بیان ہو گیا۔

پس اس دوسرے حکم میں گو بہ ظاہر ہم کم علم انسانوں کے نزدیک تبدیلی معلوم ہوتی ہے، پر حقیقت میں اور خدائے تعالیٰ کی نسبت پہلے حکم کی مدت کا بیان ہے، نہ تبدیلی، اس کی مثال بلا تشبیہ یہ ہے کہ مثلاً کوئی امیر کسی شخص کو حکم دے کہ تو یہ کام کرتا رہ اور ظاہر میں کوئی مدت مقرر نہ کرے، پھر اس امیر نے اپنے دل میں یہ بات ٹھیرالی ہو کہ میں سال بھر اس سے یہ کام لوں گا، اور ایک برس کے بعد اس کو اس خدمت سے معزول کر دے، سو یہ ظاہر میں شخص معزول کے نزدیک تبدیلی ہے، اور حقیقت میں اور اس امیر کی نسبت تبدیلی نہیں، یا اس کی مثال اس طرح پر ہے کہ گرمی کے موسم میں حکام وقت کی طرف سے کچہری کے ملازمین کو صبح کے وقت کچہری میں حاضر ہونے کا حکم صادر ہوتا ہے، اور حکام کے ذہن میں یہ بات رہتی ہے کہ گرمی کے موسم تک یہ دستور رہے گا گو ظاہر میں تصریح نہ کی ہو، سو جب وہ موسم گذر گیا، اور کوئی حکم اس حکم کے خلاف صادر ہوا تو حقیقت میں یہ دوسرا حکم اس پہلے حکم کی تبدیلی نہیں ہے، بلکہ اس پہلے حکم کی مدت کا بیان ہے۔

سو اس تقریر کے مطابق اہل اسلام کے اصطلاحی نسخ سے ایسے حکم عملی مطلق کی مدت کی انتہاء کا بیان مراد ہے، جو وجود و عدم وجود کا احتمال رکھتا ہو، اور ہمارے وہموں میں اس کا دوام سمجھا جاتا ہو۔

پادری صاحب نے کہا کہ ان معنوں سے انجیل کا کون کون سا حکم منسوخ ہے؟ میں نے کہا: جیسے طلاق کا ناجائز ہونا اور اس طرح کے دوسرے احکام۔

پادری صاحب نے کہا: کیا آپ کے نزدیک ان معنوں میں ساری انجیل

منسوخ نہیں ہے؟

میں نے کہا: نہیں، کیونکہ مرقس کے ۱۲ باب کے ۳۰ و ۳۱ درس میں یہ حکم بھی ہے:

”اور تو خداوند کو جو تیرا خدا ہے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے

اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر، اول حکم یہی ہے، اور

دوسرا جو اس کے مانند ہے یہ ہے کہ تو اپنے بڑوسی کو اپنے برابر پیار کر، ان سے بڑا

اور کوئی حکم نہیں ہے۔“

اور ہم اس حکم کو منسوخ نہیں بتلاتے۔

پادری صاحب نے کہا کہ انجیل ہرگز منسوخ نہیں ہو سکتی، کیونکہ لوقا کے

اکیسویں باب کی ۲۳ آیت میں مسیح کا یہ قول لکھا ہے کہ

”آسمان اور زمین ٹل جائیں گے، پر میری باتیں نہیں ٹلیں گی۔“

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ یہ حکم عام نہیں ہے، بلکہ صرف پیشین گوئی کی بابت

ہے جو جناب مسیح نے اس درس کے پہلے ذکر فرمائی ہے، اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر

بالفرض آسمان اور زمین ضائع ہو جائیں، پر میری باتیں اس پیشین گوئی کی بابت زائل

نہ ہوں گی۔

پادری صاحب نے کہا: نہیں، عام ہے۔

اس پر ڈاکٹر صاحب نے ڈوالی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر کی وہ عبارت جو متی

کے ۲۴ باب کے ۳۵ درس کی شرح کے ذیل میں لکھی ہے دکھلائی، کیونکہ درس مذکور لوقا

کے ۲۱ باب کے ۳۳ درس کے مطابق ہے (۱)، اور اس عبارت کا ترجمہ یوں ہے کہ:

”بشپ پیرس کہتا ہے کہ اس کی مراد یہ ہے کہ میری یہ پیشینگوئیاں یقیناً

پوری ہوں گی۔“

(۱) اور مفسروں اور شارحین کی عادت ہے کہ جو لفظ یا فقرہ مکرر آتا ہے پہلی جگہ اس کی تفسیر اور شرح کر دیتے

ہیں۔ ۱۲۱ منہ

اور ڈین اسٹائن ہو پ یہ کہتا ہے کہ:

”اگر چہ آسمان اور زمین اور سب چیزوں کی بہ نسبت تبدیل کے قابل نہیں ہیں، تو بھی ایسی استوار نہیں ہیں جیسے میری پیشینگوئیاں ان چیزوں کی بابت استوار ہیں، وہ سب مٹ جائیں گی، پر میری باتیں ان پیشینگوئیوں کی بابت ہرگز نہ بدلیں گی، اور جو بات کہ اب میں نے بیان کی ہے اس کا ایک شوشہ مطلب سے متجاوز نہ ہوگا۔“

یہاں تک (۱) اس عبارت کا ترجمہ تھا۔

پادری صاحب نے کہا ان مفسروں کا لکھنا ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ یہ مفسر لوگ یہ نہیں کہتے کہ یہ پیشین گوئیاں تو زائل نہ ہوں گی، اور باقی سب زائل ہو جائے گا۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ یہاں اس بات کا لکھنا درس سے کیا تعلق رکھتا تھا، جو مفسر اس کی تصریح کرتا۔

پادری صاحب نے کہا: نہیں! یہ عام ہے۔ (۲)

(۱) دونوں جلسوں کے مکمل ہونے کے بعد کشیش ولیم گلین جو ملاقات کے لئے تشریف لائے، ڈاکٹر صاحب نے انھیں ان دونوں قولوں کو دکھلا کر کہا کہ ایمان اور انصاف سے فرمائیے، کہ ان سے میرا دعویٰ ثابت ہوتا ہے، یا پادری صاحب کا مدعا؟ دیکھ کر بولے: کہ حقیقت یہ ہے کہ پادری صاحب زبردستی کرتے تھے، پھر جب لیڈلی صاحب مترجم سرکاری سے ملاقات ہوئی، ان کو بھی یہ دونوں قول دکھلائے گئے، اور انہوں نے غور سے دیکھا، اور ایک اور تفسیر اپنے کتب خانے سے نکال کر لائے، اور اس میں دیکھا اور کہا کہ بلاشبہ پادری فنڈ رٹن پروری کرتا تھا، سو دیکھو، کہ اس مسئلہ میں پادری فنڈ ر صاحب کی اگر کوئی دلیل تھی سو یہی تھی، سو وہ بھی بحمد اللہ بالکل بے جان لگی، ۱۲ منہ

(۲) یہ پادری صاحب کی محض سینہ زوری ہے، ورنہ اگر جناب مسیح کا قول عام ہے، اور اس سے یہ سمجھا جائے، کہ ان کا کوئی حکم منسوخ نہ ہوگا تو پھر ان کا بعض حکم بعض سے کیوں منسوخ ہوا، اور ان کے بعض حکم پر حواریوں نے نسخ کا قلم کیوں پھیرا، چنانچہ مجبوراً انہیں بھی اقرار کرنا پڑا، جیسا کہ عنقریب آتا ہے، ۱۲ منہ

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ ہم نے تو اپنے دعوے کے اثبات کے لئے دو گواہ پیش کئے، اور آپ بے گواہ عموم کا دعویٰ کئے جاتے ہیں۔

اس کا پادری صاحب نے کچھ جواب نہ دیا، اور کہا کہ پطرس کے پہلے خط کی پہلی فصل کے ۲۳ درس میں لکھا ہے کہ:

”تم نہ تخم فانی سے بلکہ غیر فانی سے یعنی خدا کے کلام سے جو ہمیشہ زندہ

اور باقی ہے از سر نو پیدا ہوئے۔“

سو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا کلام ہمیشہ زندہ اور باقی رہتا ہے، اور منسوخ نہیں ہوتا۔

میں نے کہا: کہ ایسا ہی کچھ اشعیا کے ۴۰ باب کے ۸ درس میں بھی واقع ہوا ہے، اور آپ نے اس کو بھی ”میزان الحق“ میں جناب پطرس کی عبارت کے ساتھ نقل کیا ہے، اور وہ درس یوں ہے:

”گھاس بڑ مردہ ہوتی ہے اور پھول کھلا جاتا ہے، پر ہمارے خدا کا کلام

ابد تک قائم ہے۔“

سو اس قول میں بھی ”ہمارے خدا کا کلام ابد تک قائم ہے“ واقع ہوا ہے، سو اس سے آپ کے گمان کے موافق یہ بات لازم آتی ہے کہ توریت کا بھی کوئی امر وہی منسوخ نہ ہو، حالانکہ توریت کے سینکڑوں حکم عیسائی مذہب میں منسوخ ہو گئے ہیں (۱)۔ پادری صاحب نے کہا: ہاں! توریت تو منسوخ ہے، (۲) پر ہمارا کلام توریت میں نہیں ہے۔

میں نے کہا کہ ہمارا مقصود یہی ہے کہ پطرس کے کلام سے آپ کا مطلب نہیں

(۱) چنانچہ اس بات کی تشریح چودھویں سوال کے جواب میں بڑی تفصیل سے گزری ہے۔ ۱۲ منہ

(۲) یہ کلام سراسر بیجا ہے، اس لئے کئی بار اس پر ہماری طرف سے ٹوکا گیا جیسا کہ آتا ہے۔ ۱۲ منہ

لکھا، بلکہ پطرس کی سی بات اشعیا نے بھی کہی ہے، اور پھر بھی آپ اس تنخ کے واقع ہونے کے قائل ہیں۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم نے پطرس کا کلام تائید کے طور پر ذکر کیا تھا، اور ہماری دلیل وہی مسیح کا قول ہے۔

میں نے کہا، وہ تو اس پیشینگوئی کے بابت ہے، جو اس سے پیشتر مذکور ہے، علاوہ (۱) اس کے متی کے ۵ باب کے ۱۸ درس میں اسی قول کے موافق جناب مسیح نے توریت کے حق میں بھی فرمایا ہے (۲) اور وہ یہ ہے:

”کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں، کہ جب تک آسمان وزمین نہ مل

جائے، ایک نقطہ یا شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹے گا، جب تک سب کچھ پورا نہ ہو“

اور باوجود اس کے توریت کے احکام منسوخ ہو گئے ہیں۔

پادری صاحب نے کہا: ہماری گفتگو توریت کے بارے میں نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کس واسطے آپ توریت کے بارے میں گفتگو نہیں

کرتے، حالانکہ ہم انجیل اور توریت کو یکساں مانتے ہیں، اور آپ نے ”میزان الحق“ کے پہلے باب کی دوسری فصل کے عنوان میں یوں لکھا ہے کہ:

”انجیل اور عہد عتیق کی کتابیں کسی وقت میں منسوخ نہیں ہوئی ہیں۔“

پادری صاحب نے کہا: ہاں! وہاں تو میں نے لکھا ہے، پر اس وقت مولوی

صاحب سے صرف انجیل کے بارے میں میری گفتگو ہے۔

(۱) اور انجیل کے ان درسوں کے بارے میں چودھویں سوال کے جواب کے آخر میں لہجہ بیان گذر چکا ہے ۱۲ منہ

(۲) پادری صاحب کو مجبوراً پطرس کے قول کو چھوڑنا پڑا اور توریت میں تنخ ماننا پڑا، اور میزان الحق کا زور شور ان دونوں باتوں میں مٹ گیا، ۱۲ منہ

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ چار چیزیں کے عہد میں توریت کے احکام منسوخ ہونے کے بعد چار چیزیں حرام رہی تھیں، بتوں کی قربانیاں اور خون اور گلا گھونٹا جانور اور زنا، اور اب زنا کے سوا ان چیزوں کی حرمت بھی باقی نہیں رہی، پس انجیل میں بھی نسخہ واقع ہوا۔

پادری صاحب نے کہا: ان چیزوں کی حرمت ہمارے علماء میں مختلف فیہ ہے، بعضے عالم تو ان چیزوں کی حرمت کے منسوخ ہو جانے کے قائل ہیں، اور بعضے نہیں، اور ہم بتوں کی قربانیوں کو اب تک حرام جانتے ہیں (۱)۔

میں نے کہا: کہ پولوس مقدس رومیوں کے ۱۴ باب کے ۱۴ درس میں یوں فرماتے ہیں:

”مجھے خداوند یسوع سے معلوم ہوا، اور میں نے یقین جانا، کہ کوئی چیز آپ سے ناپاک نہیں، لیکن جو اس کو ناپاک جانتا ہے، اس کے لئے ناپاک ہے۔“

اور پھر طیطس کے نامہ کے پہلے باب کے ۱۵ درس میں یوں لکھتے ہیں کہ:

”پاک لوگوں کے لئے سب کچھ پاک ہے، یرنایاک اور بے ایمانوں کے لئے کچھ پاک نہیں۔“

(۱) مگر اس قول سے پادری صاحب نے رجوع کیا ہے، اس لئے کہ اس مباحثے میں جس کو تحریف کر کے آپ نے چھپوایا ہے، یوں لکھا (نسخہ ۱۸۵۵ء صفحہ ۶):

”اور بعض ملکوں میں اکثر مفسرین نے یہ ٹھہرایا ہے کہ وہ حکم صرف اسی زمانہ کے لئے دیا گیا تھا، اس بکرار کے دفع کرنے کے واسطے جو ان دنوں میں کھانے وغیرہ کے بابت بعض عیسائیوں کے درمیان ہو گئے تھے، اور یہی گمان غالب ہے۔“

(یہاں تک اس مباحثے کی عبارت تھی)، سواب پادری صاحب کو ان میں نسخ کے اقرار کے سوا چارہ

نہ رہا۔ امانہ

اور ان سب باتوں سے ان چیزوں کا حلال ہونا معلوم ہوتا ہے۔

پادری صاحب نے کہا کہ انہیں آیتوں کی بنا پر بعض علماء نے امور مذکورہ کی

حالت کا فتویٰ دے دیا ہے۔

میں نے کہا کہ جناب مسیح کا حکم اولاً متی کے ۱۰ باب کے ۵ و ۶ درس میں

حواریوں کی بابت یوں ہے:

”ان بارہوں کو یسوع نے یہ فرما کر بھیجا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا،

اور سامریوں کے کسی شہر میں نہ جانا، بلکہ اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں

کے پاس جاؤ۔“

پھر ان لوگوں کے حق میں مرقس کے ۶ باب کے ۵ اور ۶ درس میں یہ حکم لکھا ہے کہ:

”تمام دنیا میں جا کر ہر ایک مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو۔“

سو دوسرا قول پہلے قول کا ناسخ ہے۔

پادری صاحب (۱) نے کہا کہ پہلے حکم کو خود مسیح نے موقوف کر دیا ہے۔

میں نے کہا (۲) ”گو خود مسیح“ نے موقوف کر دیا ہے پر اتنی بات تو ثابت ہو گئی کہ

(۱) اس جگہ پادری صاحب سے نسخ کے اقرار کے سوا کچھ بن نہ پڑا۔ ۱۲ منہ

(۲) یوحنا کی انجیل کے چودھویں باب کے اٹھائیسویں درس میں ہے:

”میرا باپ مجھ سے بہت بڑا ہے“

اور اسی انجیل کے دسویں باب کے اٹھیسویں درس میں ہے:

”میرا باپ کہ اس نے ان کو مجھے دیا ہے، سب سے بہت بڑا ہے۔“

ان قولوں میں حضرت عیسیٰ خدا کو اپنے سے اور اسی طرح سب سے بڑا فرماتے ہیں، اور جب

عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ کے منسوخ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، بلکہ حواریوں کا انجیل کے احکام کو

منسوخ کرنا جائز رکھتے ہوں، تو پھر خدا کے منسوخ کرنے میں جس کے مسلمان قائل ہیں کیوں الجھتے ہیں، اور

بطریق اولیٰ کیوں نہیں جائز مانتے۔ ۱۲ منہ

مسح کے قول میں نسخ جائز ہے (۱) اور آپ کے کلام میں ایک اور خلجان بھی ہے، اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔

پادری صاحب نے کہا: فرمائیے۔

میں نے کہا: آپ نے لکھا ہے کہ اس دعویٰ کا باطل ہونا کہ گویا قرآن کے ظاہر ہونے سے انجیل اور پرانے عہد کی کتابیں منسوخ ہو گئیں، دو وجہ سے ثابت ہے: (۲)

اول وجہ کہ نسخ کے مان لینے سے دو نقص لازم آتے ہیں:

اولاً یہ ہے گویا خدا کا ارادہ یوں ٹھہرا تھا کہ توریت دے کر ایک اچھا اور فائدہ

مند کام کرے یہ نہ ہو سکا، پھر اس کے بعد اس سے بہتر زبور دی جب اس سے بھی مطلب نہ نکلا تو اس کو بھی منسوخ کر کے انجیل دی، جب اس سے بھی فائدہ نہ ہوا آخر کو قرآن سے مطلب پورا کیا، خدا کی پناہ جب کبھی ایسا خیال دل میں لایا جاوے تو خدا کی حکمت و قدرت باطل ہوگی، بلکہ خدا ایک بادشاہ اور نا سمجھ اور ناتواں آدمی کی مانند ہوگا کیونکہ ایسا امر صرف آدمی کی ناقص ذات میں ہو سکتا ہے نہ کہ خدا کی کامل ذات میں۔

ثانیاً اگر وہ بات نہیں کہہ سکتے تو منسوخ ہونے کے قاعدے سے یہ خیال لازم آتا ہے، اور خدا نے چاہا کہ ناقص چیز جو مطلب کہ نہ پہچاؤے دیوے، اور بیان کرے، یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا جھوٹا اور نا کارہ خیال خدا کی قدیم ذات و کامل صفات کے حق میں کرے۔“

(۱) کیونکہ اگر ممتنع ہوتا تو یہ نسخ واقع نہ ہوتا، سو اس اقرار کے موافق پادری صاحب کی فہم کی غلطی ثابت ہو گئی۔ ۱۲ منہ

(۲) اور ان دونوں وجوہ کا ابطال چودھویں سوال کے جواب میں بخوبی کر آیا ہوں، دیکھ لو۔

حالانکہ یہ دونوں نقص نسخ کے معنی اصطلاحی کی رو سے مسلمانوں پر نہیں بلکہ عیسائیوں اور مقدس پولوس پر لازم آتے ہیں کیونکہ جناب پولوس نے نامہ عبرانیہ کے باب کے ۸ ادرس میں یوں لکھا ہے کہ:

”پس اگلا حکم اس لئے کہ کمزور اور بے فائدہ تھا اٹھ گیا۔“

اور اسی نامہ کے ۸ باب کے ۷ و ۱۳ ادرس میں یوں لکھا ہے:

”کیونکہ اگر وہ پہلا عہد بے عیب ہوتا تو دوسرے کی جگہ تلاش کی حاجت نہ ہوتی، اور جب اس نے نیا کہا تو پہلے کو پرانا ٹھہرایا اور وہ جو پرانا اور دنی ہے مٹنے کے نزدیک ہے۔“

سو یہاں مقدس پولوس توریت کے احکام کو ضعیف اور بے مصرف اور منسوخ فرماتے ہیں، اور توریت کو پرانا اور عیب دار اور مٹنے کے نزدیک بتلاتے ہیں (۱)۔

پادری صاحب یہ سن کر پی گئے، اور کچھ جواب نہ دیا (۲)۔

میں نے کہا: کہ جناب نے جو نسخ کے محال ہونے کی بابت یہ چند صفحے لکھے ہیں سو وہ نکال ڈالنے کے لائق ہیں، کیونکہ نسخ کے معنوں سے جو اہل اسلام کی اصطلاح میں ٹھہر رہے ہیں، ان کو کچھ مناسبت نہیں ہے۔

اس پر پادری فریچ صاحب نے کہا کہ ہم سابق میں (یعنی سابق کی گفتگو میں) کہہ چکے ہیں کہ توریت کے وہی احکام منسوخ ہوئے ہیں جو مسیح کی نشانی تھے، اور ان کا نسخ مناسب تھا، کیونکہ مسیح نے ان کو پورا کیا، پر پیشین گوئیاں جو مسیح کے حق میں تھیں منسوخ نہیں ہوئیں، اور اس کے بعد انجیل ہاتھ میں لے کر نامہ عبرانیہ کے ۱۰ باب

(۱) اور اس کے مناسب اور تقریر چودھویں سوال کے جواب میں گذری۔ ۱۲ منہ

(۲) یہاں بھی پادری صاحب سے تسلیم کرنے کے سوا کچھ جواب نہ بن پڑا، دیکھو یہ لوگ انصاف کی آنکھ بند کر

کے اپنے مذہب کی قباحات کو دوسروں پر ڈالتے ہیں۔ ۱۲ منہ

کی یہ عبارت پڑھی:

”۱۔ شریعت جو آنے والی نعمتوں کی پرچھائیں ہے، اور ان چیزوں کی حقیقی صورت نہیں ان قربانیوں سے جو وہ ہر سال ہمیشہ گزرا نٹے، ان کو جو وہاں آتے ہیں کبھی کامل نہیں کر سکتی۔

۲۔ نہیں تو وہ قربانی گزرا نٹے سے باز آتے، کیونکہ عبادت کرنے والے ایک بار پاک ہو کے آگے کو اپنے تئیں گنہگار نہ جانتے۔

۳۔ پر قربانیاں برس برس گناہوں کو یاد دلاتی ہیں۔

۴۔ کیونکہ ہو نہیں سکتا کہ بیلوں اور بکروں کا لہو گناہوں کو مٹا دے۔

۵۔ اس لئے وہ دنیا میں آتے ہوئے کہتا ہے کہ قربانی اور نذر کو تو نے نہ چاہا پر میرے لئے ایک بدن تیار کیا۔

۶۔ سو سختی قربانی اور ان قربانیوں سے جو گناہ کے لئے تھی تو راضی

نہ ہوا“۔

سو اس قول کے موافق توریت اور دوسری کتابیں مسیح کی طرف اشارہ تھیں،

اور مسیح کے آنے کے بعد وہ سب پوری ہوئیں، اور خدا قربانیوں سے راضی نہ تھا، اور انجیل میں کسی شخص کی طرف اشارہ نہیں ہے جس کے آنے سے انجیل منسوخ ہو جائے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: اگر ہم مان لیں کہ مسیح کے آنے سے توریت کے احکام پورے ہو گئے ہیں تو جو حکم کہ مسیح سے پہلے موقوف ہو گئے ہیں ان کو لازماً منسوخ کہنا پڑے گا (۱)۔

پادری فرینچ صاحب نے کہا: وہ کون سا حکم ہے؟

(۱) اسی طرح جو خود مسیح نے آپ اپنے حکم منسوخ کئے یا حواریوں نے ان کے احکام پر نسخ کا قلم پھیرا ان میں اس عذر کی گنجائش نہیں، جیسا کہ ابھی جلد اوپر گزرا اور چودہویں سوال کے جواب میں چوتھے مقام کی دوسری قسم کے اندر اس طرح کی بہت مثالیں گزری ہیں۔ ۱۲۰

ڈاکٹر صاحب نے کہا، جیسا نسخ کا حکم جو قوانین کے باب میں لکھا تھا، استثنائے ۱۲ کے باب کے ۵ اور ۲۰ و ۲۲ درس کی رو سے منسوخ ہو گیا، اور ہارن صاحب نے ان درسوں کی شرح کے ذیل میں پہلی جلد مطبوعہ ۱۸۲۲ء کے صفحہ ۶۱۹ میں اس حکم کی منسوخیت کا اقرار کیا ہے، اس کے بعد ہارن صاحب کی عبارت پیش کی جس میں صاف لکھا ہے کہ:

”مصر کو جانے کے چالیسویں برس فلسطین میں داخل ہونے سے پہلے وہ

حکم منسوخ ہو گیا۔“

پادری فرنج صاحب سن کر چپ ہو رہے۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: کہ اب تک نسخ کے امکان میں گفتگو تھی اور ہماری غرض بالفعل صرف اتنی ہی ہے کہ کلام الہی کا منسوخ ہونا محال نہیں، جیسا کہ پادری لوگ عموماً اور آپ ”میزان الحق“ میں خصوصاً محال ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، سو جب نسخ کا امکان ثابت ہو گیا تو اس کا انجیل میں بالفعل واقع ہونا حضرت خیر البشر کی رسالت کے ثبوت کے بعد خود بخود واضح و آشکارا ہو جائے گا، الغرض نسخ کے امکان اور اس کے بالفعل واقع ہونے میں بڑا فرق ہے۔

پادری فنڈر صاحب نے کہا: کہ ہم بھی نسخ کے امکان اور اس کے بالفعل واقع ہونے میں فرق جانتے ہیں، اور نسخ کی گفتگو مکمل ہوئی (۱)۔

تحریف کا مباحثہ

اب تحریف پر گفتگو شروع کیجئے۔

(۱) نسخ کے مباحثے سے کئی باتیں ثابت ہو گئیں، پہلی یہ کہ کلام الہی میں نسخ ممکن ہے، دوسری یہ کہ توریت میں واقع ہو چکا، تیسری یہ کہ جناب مسیح نے بھی اپنے بعض بعض حکموں کو منسوخ کیا ہے۔ ۱۲ منہ

اس پر تحریف کے بارے میں کلام شروع ہوا، اس پر میں نے کہا: کہ پہلے ہماری یہ غرض ہے کہ آپ ارشاد فرمائیے کہ آپ کے نزدیک کس امر سے تحریف ثابت ہوتی ہے، تاکہ اسی کے مطابق تحریف کا اثبات کیا جائے، پادری صاحب نے اس کا کچھ صاف جواب نہ دیا (۱)۔

اس کے بعد میں نے کہا: کہ مجموعہ بائبل کے کلام الہی ہونے کی نسبت آپ کا کیا اعتقاد ہے، آیا آپ کے نزدیک پیدائش کے پہلے باب سے لے کر مشاہدات کے آخری باب تک ہر لفظ اور ہر فقرہ خدا کا کلام ہے یا نہیں؟ پادری صاحب نے کہا: کہ ہم ہر لفظ کی بابت کچھ نہیں کہتے کیونکہ ہم لوگ سہو کاتب کے قائل ہیں۔

میں نے کہا: میں اس لفظ کے سوا جس میں سہو کاتب ہوا ہے، باقی لفظوں اور فقروں کی نسبت پوچھتا ہوں۔

پادری صاحب نے جواب دیا: کہ ہم لفظوں کے بارے میں کچھ نہیں کہتے ہیں (۲)۔

میں نے کہا: یوسی بیس مؤرخ اپنی تاریخ کی چوتھی کتاب کے ۸ باب میں لکھتا ہے کہ:

”جسٹن شہید نے طریقوں کے مقابلے میں چند پیشین گوئیاں ذکر

(۱) پہلے مباحثے کے جواب میں گذرا کہ کئی صاحب اور فریج صاحب سے بھی ہم نے اس قسم کی درخواست کی تھی انہوں نے اس کا جواب کچھ نہ دیا تھا، اور ڈال کر دوسری طرف گفتگو ڈال دی تھی، اور سب اس کا یہی ہے کہ چونکہ لوگ اپنے گھر کو خوب جانتے ہیں، اس لئے ایسے جواب سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ

(۲) کس طرح کہہ سکتے، کیوں کہ مجال نہیں کہ کوئی ان کتابوں کی سب گذارشات اور سب حالات کا الہامی ہونا ثابت کر سکے، چہ جائے الفاظ جیسا کہ تفصیل سے دسویں ہدایت کے اندر گذرا۔ ۱۲ منہ

کر کے دعویٰ کیا ہے کہ یہودیوں نے انھیں مقدس کتابوں سے نکال ڈالا۔
اور وائسن کی تیسری جلد کے صفحہ ۳۲ میں یہ بات لکھی ہے کہ:

”البتہ اس باب میں مجھ کو کچھ شک نہیں ہے کہ جسٹن نے طریفون کے ساتھ
مباحثہ کے وقت جن عبارتوں کے نکال ڈالنے کا الزام یہودیوں کو لگایا تھا گواب عبری
اور سپٹواجنٹ کے... نسخوں میں نہیں پائی جاتی ہیں، پر حقیقت میں جسٹن اور
ارینیوس کے وقت دونوں میں موجود اور کتاب مقدس کا جزء تھیں، خصوصاً وہ عبارت
جس کی نسبت جسٹن یہ کہتا ہے کہ وہ یرمیا کی کتاب میں تھی۔

سلمبر جیس جسٹن کے حاشیہ میں اور ڈاکٹر گریب ارینیوس کے حاشیہ میں لکھتے
ہیں کہ:

”معلوم ہوتا ہے کہ پطرس کو اپنے پہلے خط کے چوتھے باب کے چھٹے
درس کے لکھنے کے وقت اسی پیشین گوئی کا خیال تھا۔“

اور ہارن صاحب چوتھی جلد کے ۶۲ صفحہ میں اس طور پر لکھتا ہے:

”کہ جسٹن اپنی کتاب میں طریفون یہودی کے مقابلے میں دعویٰ کرتا
ہے کہ عزرا نے لوگوں سے کہا تھا کہ یہ عید فصح کا کھانا ہمارے خداوند نجات دہندہ
اور پناہ کا کھانا ہے، تو سمجھو کہ اگر تم خداوند کو اس نشان (یعنی کھانے) سے اچھا
سمجھو گے، اور اس پر ایمان لاؤ گے تو یہ زمین کبھی ویران نہ ہوگی، اور اگر تم اس پر
ایمان نہ لاؤ گے، اور اس کا وعظ نہ سنو گے تو تم غیر قوموں کی ہنسائی کا سبب
ہو گے۔“

اور وائی ٹیکر لکھتا ہے کہ:

”یہ فقرہ غالباً عزرا کے ۶ باب کے ۲۱ و ۲۲ درس کے مابین ہوگا۔“

اور ڈاکٹر اے کلا ر ک جسٹن کی تصدیق کرتا ہے۔

سوان عبارتوں کے مطابق جسٹن شہید نے کئی ایک پیشین گوئیوں کا ذکر کر کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان کو یہودیوں نے تحریف کر کے کتب مقدسہ سے نکال ڈالا ہے، اور ارینیوس نے بھی یرمیا کی اس پیشین گوئی کا ذکر کر کے اس دعویٰ کی تائید کی ہے، اور گریب نے ارینیوس کے کتاب کے حاشیہ میں اور سلبر جیس نے جسٹن کی کتاب کے حاشیہ میں اس کی تصدیق کی ہے۔

اور وائی ٹیکر اور ڈاکٹر اے کلارک بھی اس کے حامی ہوئے ہیں، اور ظن غالب یہ ہے کہ وہ پیشین گوئیاں جسٹن اور ارینیوس کے عہد تک عبری اور سبطوا جنت کے نسخوں میں موجود تھیں۔

سو اس صورت میں دو باتیں لازم آتی ہیں یا تو جناب جسٹن اس دعویٰ میں سچے تھے یا جھوٹے، اگر سچے تھے تو ہماری یہ بات ٹھیک ہوئی کہ یہودیوں نے تحریف کی اور اگر جھوٹے تھے تو عیسائیوں کے بڑے بڑے پیشوا لوگ حُرَف (تحریف کرنے والے) تھے کہ انھوں نے اپنی طرف سے کئی ایک پیشین گوئیاں گڑھ کر ان کو کلام الہی کا جزء بتلایا ہے۔

پادری صاحب نے کہا: جسٹن ایک آدمی تھا، اس سے سہو ہو گیا۔
میں (۱) نے کہا: کہ ہنری اور اسکاٹ کی تفسیر کے جمع کرنے والوں نے پہلی جلد میں بصراحت یہ بات لکھی ہے کہ اگسٹائن بزرگوں کی عمر کی تاریخوں کی بابت یہودیوں پر تحریف کا الزام لگاتا تھا، اور کہتا تھا کہ انھوں نے عبری نسخے میں تحریف کر ڈالی ہے، اور جمہور قداماء کی بھی یہی رائے تھی، اور وہ سب بالاتفاق کہتے تھے کہ یہ

(۱) اس جواب کو دیکھو کہ کہاں جاتا ہے، خود میں نے ظاہر کر دیا تھا، فقط جسٹن ہی نہیں اور بڑے بڑے فاضل بھی اس کے قول کی تصدیق کرتے ہیں، اور چونکہ ہدایت میں گذرا کہ کیتھولک مذہب والے بھی اس بات کے قائل ہیں۔ ۱۲۱

تحریف ۱۳۰ء میں واقع ہوئی۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہنری واسکاٹ کے لکھنے سے کیا ہوتا ہے کہ وہ دو مفسر تھے، ان کے سوا سینکڑوں اور بھی مفسر ہیں۔

میں نے کہا: فقط ان دو مفسروں کی رائے نہیں، بلکہ وہ تو جمہور قداماء کی رائے ظاہر کرتے ہیں۔

اس پر کہا: کہ مسیح نے پرانے عہد کی کتابوں کی بابت گواہی دی ہے، اور مسیح کی گواہی اور سب کی گواہی سے بڑھ کر ہے (۱) اور وہ گواہی یہ ہے جیسا کہ یوحنا کے ۵ باب کے ۳۶ درس میں لکھا ہے:

”کیونکہ اگر تم موسیٰ پر ایمان لاتے تو مجھ پر بھی ایمان لاتے، اس لئے

کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے۔“

پھر لوقا کے ۲۴ باب کے ۲۷ درس میں ہے:

”موسیٰ اور سب نبیوں کی وہ باتیں جو سب کتابوں میں اس کے حق میں

ہیں، شروع سے ان کے لئے بیان کیں۔“

پھر لوقا کے ۶ باب کے ۳۱ درس میں ہے:

”اس نے اسے کہا کہ جب وہ موسیٰ اور نبیوں کی نہ سنیں گے تو اگر مردوں

میں سے کوئی اٹھے اس کی نہ مانیں گے۔“

ڈاکٹر صاحب نے کہا: بڑے تعجب کی بات ہے کہ جو کتاب ہنوز متنازع فیہ

ہے، اور ہم جس کی تحریف کے مدعی ہیں آپ اسی سے ہمارے خلاف دلیل لاتے ہیں،

(۱) میں حیران ہوں کہ یہ جواب کیا ہے، اور مسیح کی گواہی اس جمہور کے قول کے کب مخالف ہے، وہ تو اظہار

کرتے ہیں کہ یہ تحریف مسیح کے بعد ۱۳۰ء میں ہوئی ہے، یا رو جواب میں پادری لوگ ایسی ایسی کج رویاں کیا

کرتے ہیں۔ ۱۲۰ء

جب تک اس کا تصفیہ نہ ہو جائے اس کتاب سے استدلال کرنا بیجا ہے، قطع نظر اس کے اس گواہی سے اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ کتابیں اس وقت میں موجود تھیں، اس سے ان کے لفظ لفظ کا تواتر ثابت نہیں ہوتا، اور پہلی نے جس کی کتاب کو آپ نے بھی حل الاشکال میں اسناد کی کتابوں میں شمار کیا ہے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ مسیح کی گواہی سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتابیں اس زمانے میں موجود تھیں، نہ یہ کہ ان کتابوں کا ہر ہر جملہ اور ہر لفظ کی تصدیق اس سے سمجھی جائے۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم پہلی کو اس جگہ نہیں مانتے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: بڑا تعجب ہے کہ آپ اس کی کتابوں کو معتبر کتابوں میں گنتے ہیں پھر بھی اس کو نہیں مانتے۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم اس جگہ پہلی کو نہیں مانتے۔

میں نے کہا: کہ اگر تم پہلی کو اس جگہ نہیں مانتے تو ہم تمہاری بات یہاں نہیں مانتے، اور ہمارا قول یہاں وہی پہلی کا قول ہے۔

پادری صاحب نے کہا: خیر نہ مانو۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: یعقوب اپنے خط کے پانچویں باب میں یوں لکھتا ہے کہ:

”تم نے ایوب کے صبر کو سنا ہے، اور خداوند کے مطلب کو جانتے ہو۔“

اس کے باوجود بھی کسی نے اس کتاب کے الہامی ہونے اور صادق ہونے کو نہیں مانا ہے، بلکہ اہل کتاب کے سارے اگلے پچھلے علماء اسی امر پر نزاع کرتے ہیں کہ ایوب محض فرضی نام تھا یا کوئی شخص اگلے زمانے میں اس نام کا ہوا بھی ہے، رب ممانی دیر جو یہودیوں کے بڑے عالموں میں سے ہے، اور لیسکرک اور میکالس اور سملر

اور بشپ اسٹاک وغیرہم عیسائی مذہب کے عالم اس بات کے قائل ہیں کہ ایوب صرف فرضی نام ہے، اور اس کی کتاب محض ایک افسانہ ہے، پادری صاحب نے کہا، ہمارے نزدیک ایوب ایک شخص ہے، اور اگر (۱) مسیح کی شہادت میں اس کی کتاب بھی داخل ہے تو الہامی ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ پولوس تم تھی کے دوسرے خط میں یاناس اور پیمبر اس کا موسیٰ سے مخالفت کر کے ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کا حال لکھتا ہے، اور معلوم نہیں اس نے یہ بات کون سی جعلی اور غیر الہامی کتاب سے لکھی ہے، پس صرف کسی کتاب سے کچھ نقل کر دینا اس کتاب کے الہامی ہونے کی دلیل نہیں۔

پادری صاحب نے کہا: کہ جعلی کتاب میں ہمارا کلام نہیں، اور ہم نے پرانے عہد کی کتابوں کی تصدیق کے لئے مسیح کا قول بیان کیا، سو جب تک انجیل محرف نہ ٹھہرے مسیح کی گواہی اس امر کے لئے کافی ہے۔

میں نے کہا: کہ ہمارا کلام ساری بائبل پر ہے، اور یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ آپ اس کے ایک جز سے مسلمانوں پر دلیل لاتے ہیں، اور جب تک کہ اس مجموعے میں تحریف کا نہ ہونا دوسری دلیلوں سے ثابت نہ ہو جائے ہم اس کی بات سند نہ مانیں گے، علاوہ اس کے مسیح کی گواہی سے آپ کا مطلب نہیں نکلتا (۲)۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم نے پرانے عہد کی کتابوں کی بابت مسیح کی گواہی بیان کر دی تم کو چاہئے انجیل کی تحریف ثابت کرو۔

(۱) دیکھو یہ قول کیسا لغو ہے، اور مسیح کی گواہی کا حال اس ہدایت کی تیسری قسم میں گذرا۔ ۱۲ منہ

(۲) کیونکہ اولاً تو وہ گواہی ایسی ہے جیسا پہلی اقرار کرتا ہے، اور ثانیاً وہ بعد کی تحریف کی منافی نہیں جیسا کہ پہلے

حاشیہ میں گذرا۔ ۱۲ منہ

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ اگرچہ آپ کا یہ قول بے جا ہے، پر آپ چونکہ انجیل کی تحریف کے مشتاق ہیں تو ملاحظہ کیجئے، اور انجیل اٹھا کر متی کے پہلے باب کا ۷ اور ۸ پیش کیا، وہ درس یوں ہے:

”پس سب پشیتیں ابراہیم سے داؤد تک چودہ پشیتیں ہیں، اور داؤد سے اس وقت تک کہ بابل کو اٹھ گئے چودہ پشت ہیں، اور بابل کو اٹھ جانے سے صبح تک چودہ پشت ہیں۔“

اور کہا: کہ اب بیان کیجئے کہ دوسرے طبقے میں کون سے نام پر چودہ پشیتیں ہوتی ہیں۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم کو اس سے کچھ کام نہیں ہے، پر آپ بتلائیے کہ سارے نسخوں میں ایسا ہی پایا جاتا ہے یا نہیں؟

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ آپ کے نسخوں میں تو موجود ہے، اور خدا جانے اگلے نسخوں میں تھا یا نہیں، پر اس کے غلط ہونے میں کچھ شک نہیں ہے (۱)۔

پادری صاحب نے کہا: غلطی اور بات ہے، اور تحریف اور بات ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ اگر انجیل الہامی ہے، اور الہام میں غلطی ممکن نہیں تو اس صورت میں بے شک بعد میں تحریف ہوئی ہے، اور اگر الہامی نہیں ہے تو ایک اور مطلب حاصل ہوا۔

پادری صاحب نے کہا: کہ تحریف اس وقت ثابت ہوگی کہ جب تم کوئی ایسی عبارت بتلاؤ جو اگلے نسخوں میں نہ ہو، اور اب پائی جاتی ہو۔

ڈاکٹر صاحب نے یوحنا کے پہلے خط کے ۵ باب کا ۷ و ۸ درس پیش کیا۔

(۱) اور اس کی غلطی کا بیان پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں بڑی تشریح سے گزرا ہے۔ ۱۲ منہ

پادری صاحب نے کہا (۱) کہ یہاں اور ایک دو جگہ تحریف ہوئی ہے۔
 یہ بات سنتے ہی اسمتھ صاحب صدر دیوانی کے حاکم نے جو پادری فرنج
 صاحب کے برابر بیٹھے ہوئے تھے انگریزی زبان میں پوچھا کہ یہ بات کیا ہے؟
 پادری فرنج نے جواب دیا کہ یہ لوگ ہارن اور دوسرے مفسروں کی کتابوں
 سے (۲) چھ سات مقام جن میں تحریف کا اقرار ہوا ہے، نکال کے سند لائے ہیں۔
 اس کے بعد فرنج صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی طرف متوجہ ہو کر اردو زبان
 میں کہا کہ صاحب (یعنی پادری فنڈر صاحب) بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ سات آٹھ
 جگہ تبدیل و تحریف ہوئی ہے، اس پر مولوی قمر الاسلام صاحب جامع مسجد کے امام نے
 منشی خادم علی مہتمم مطلع الاخبار کو کہا کہ تم لکھ لو کہ پادری صاحب نے آٹھ جگہ تحریف کا
 اقرار کیا ہے۔

پادری فنڈر صاحب نے سن کر کہا: کہ لکھ لو، اور کہا اگرچہ اس قدر تحریف ہو گئی،
 لیکن کتب مقدسہ میں اس سے کچھ نقصان نہیں ہوا، کاتبوں کے سہو سے عبارت البتہ
 مختلف ہو گئی۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: وہ عبارت کا اختلاف بعضوں کے نزدیک ڈیڑھ لاکھ
 اور بعضوں کے نزدیک تیس ہزار ہے، آپ کس بات کو ٹھیک مانتے ہیں (۳)۔

(۱) پادری صاحب اس بات سے ڈاکٹر صاحب کے مقابلہ میں اپنے خط میں منکر ہو گئے تھے، لیکن جب ان پر
 لے دئے ہوئی تواتحتم "مباحثہ دینی" میں جو اس کتاب کی تالیف کے بعد میری نظر سے گذرا پھر اقرار کیا، اور
 یوں لکھا (نسخہ ۱۸۵۵ء مطبوعہ اکبر آباد صفحہ ۱۳۰):

"یہ بات سچ ہے کہ ویروس ریڈنگ بہت ہیں اور اگرچہ ہر حال میں پورے یقین سے نہیں کہہ سکتے،
 کس کون ہے، مگر ہماری بات اس پر نہیں اسخ" ۱۲۱ منہ

(۲) یہ بھی غلط ہے، ہم لوگ تو بچاس ساٹھ جگہ کے مدعی تھے جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔ ۱۲۱ منہ
 (۳) میں کہتا ہوں کہ بعضوں کے نزدیک دس لاکھ ہے، جیسا کہ ساتویں ہدایت کے اندر گذرا۔ ۱۲۱ منہ

پادری فرنج صاحب نے کہا: کہ ٹھیک بات یہ ہے کہ وہ اختلاف چالیس ہزار جگہ ہے (۱)۔

اس میں پادری فنڈر صاحب پھر بول اٹھے: کہ اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا ہے، دو ایک آدمی محمدی اور دو ایک صاحب لوگ اس بات میں انصاف کریں، اور مفتی ریاض الدین صاحب کی طرف متوجہ ہو کر کئی بار کہا کہ مفتی صاحب آپ بھی انصاف کیجئے۔

اس پر مفتی صاحب نے کہا: کہ جب کسی وثیقے (دستاویز) میں ایک جگہ جعل ثابت ہو جائے تو باقی وثیقہ اعتماد کے قابل نہیں رہتا، اور جس صورت میں خود آپ ہی کے اقرار سے سات آٹھ جگہ جعل و تحریف ہو گئی ہے تو ان پر کیوں کرا اعتماد ہو سکتا ہے؟ اور اس بات کو حکام جو یہاں تشریف رکھتے ہیں خوب جانتے ہیں، اور اسمتھ صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان سے پوچھئے، پراسمٹھ صاحب نے اس بارے میں کچھ نہ کہا۔

پھر مفتی صاحب نے کہا: کہ جب عبارت کا اختلاف آپ کے نزدیک مسلم

(۱) پادری فنڈر صاحب نے اپنے خط محررہ ۱۸ اپریل ۱۹۵۴ء میں یوں لکھا:

”ادعائے تحریف کے جواب میں ہماری بات یہ تھی کہ تحریف و تبدیل از سہو کا تباہ و غیرہ نکتوں اور حروف اور لفظوں میں ہوا ہے، اور یہ کہ ہمارے علماء نے قدیم نسخوں سے تیس ہزار غلطیاں اس طرح کی نکالی ہیں۔“

(یہاں تک پادری صاحب کا کلام تھا) اس خط کے حاشیہ میں لکھا کہ:

”اگر مباحثے کے وقت مجھ سے یا پادری فرنج صاحب سے چالیس ہزار کا نام لیا گیا ہے تو وہ سہو سے ہوا ہے کیونکہ اس کتاب میں جس سے صاحب موصوف نے سہو کا تباہ کی گذارشات نکال دی صرف تیس ہزار لکھا ہوا ہے۔“

(یہاں تک پادری صاحب کا کلام تھا) سو اس خط کے موافق تیس ہزار کے قائل رہے۔ ۱۲ منہ

ہے تو فرمائیے جہاں کہیں دو عبارتیں مختلف ہوں تو آپ ان دونوں میں سے یقین کے ساتھ ایک کو خدا کا کلام ٹھہرا سکتے ہیں یا نہیں؟
پادری صاحب نے کہا: نہیں۔

مفتی صاحب نے کہا: کہ اہل اسلام کا یہی دعویٰ ہے کہ یہ بائبل کا یہ مجموعہ جو موجود اور مستعمل ہے، سب کا سب جزم کے ساتھ خدا کا کلام نہیں ہے۔

اس پر پادری صاحب نے فرمایا: کہ وقت مقررہ سے آدھا گھنٹہ زیادہ گزر گیا اب کل پھر گفتگو کی جاوے گی۔

میں نے کہا: کہ آپ نے آٹھ جگہ تحریف کا اقرار کیا ہے، اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ پچاس ساٹھ جگہ عیسائی مذہب کے علماء کے اقرار سے تحریف ثابت کر سکتے ہیں، پر اگر آپ کو مباحثہ منظور ہو تو ایسا کیجئے کہ ہم کو تین باتیں سمجھا دیجئے:
اول تو یہ ہے کہ ہم کتب مقدسہ میں سے کئی کتابوں کی سند متصل پوچھیں گے اس کو ثابت کر دیجئے گا۔

دوسری یہ ہے کہ ان پچاس ساٹھ مقامات کو جن میں عیسائی مذہب کے علماء کے اقرار سے تحریف ثابت ہوئی ہے یا تو مان لیجئے گا یا توجیہ کر دیجئے گا، اور ہم یہ بات نہیں کہتے کہ آپ خواہ مخواہ ہارن کے قول کو مانئے، اور نہ یہ کہتے ہیں کہ آپ ہارن سے کچھ کم ہیں، پر سب سے پہلے سن لینا، اور پھر دو چیزوں میں سے کسی ایک کا اختیار کرنا (یعنی ماننا یا توجیہ کرنا) آپ کے لئے ضروری ہوگا۔

تیسری یہ ہے کہ جب تک آپ کو ان پچاس ساٹھ مقاموں کی مخدوشیت کی تسلیم یا توجیہ سے فراغت نہ ہو جائے تب تک اس مجموعہ کی باتوں سے ہم پر دلیل نہ لائیے گا۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم اس شرط کے ساتھ منظور کرتے ہیں کہ اول آپ

سے یہ پوچھیں گے کہ انجیل جو تمہارے پیغمبر کے وقت میں تھی کون سی ہے؟

میں نے کہا: منظور ہے، ہم کل بتلا دیں گے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ اگر کہیے تو اسی وقت کچھ عرض کیا جائے۔

پادری صاحب نے کہا: اب تو دیر ہو گئی، کل سنیں گے، اس کے بعد فریقین

رخصت ہوئے اور جلسہ اول ختم ہوا۔

www.kitabosunnat.com

اکبر آباد کے

بڑے مباحثہ کا

دوسرا جلسہ

دوسرا جلسہ رجب کے مہینے کی بارہویں تاریخ ۱۲۷۱ھ ہجری میں جو اپریل کی گیارہویں تاریخ ۱۸۵۴ء کے مطابق ہے، منگل کے دن اسی پہلے مقام پر یہ دوسرا جلسہ منعقد ہوا، اور اس جلسے میں کیا عوام اور کیا خواص پہلے جلسے سے زیادہ آدمی اکٹھے ہوئے:

اور اسمتھ صاحب حاکم صدر دیوانی

اور ریڈ صاحب حاکم صدر بورڈ

اور ولیم صاحب مجسٹریٹ علاقہ فوج

اور ولیم گلین صاحب کشیس۔

اور پادری ہارلی صاحب، اور صاحبان انگلش۔

اور مفتی ریاض الدین صاحب۔

اور قاضی القضاۃ مولوی اسد اللہ صاحب۔

اور مولوی فیض احمد صاحب سرشتہ دار صدر بورڈ۔

اور مولوی حضور احمد خاں صاحب۔

اور مولوی امیر اللہ صاحب مختار راجہ بنارس۔

اور مولوی قمر الاسلام صاحب امام جامع مسجد۔

اور مولوی امجد علی صاحب وکیل سرکار کمپنی۔

اور مولوی سراج الحق صاحب۔

اور منشی خادم علی صاحب مہتمم مطلع الاخبار و ساء شہر اس جلسہ میں شریک تھے۔

اور ان کے علاوہ اور مسلمان اور عیسائی اور ہندو ہزار آدمی کے قریب

موجود تھے، اور اس جلسے میں دینی کتابیں پہلے جلسے سے زیادہ فریقین کے آگے رکھی ہوئی تھیں۔

ساڑھے چھ بجے کے بعد پادری فنڈر صاحب نے کھڑے ہو کے ”میزان

الحق“ ہاتھ میں لے کر پہلے باب کی پہلی فصل کی وہ عبارت جس میں قرآن شریف کی کئی

ایک آیات درج ہیں پڑھنی شروع کی، اور اس وجہ سے کہ آیتوں کو غلط پڑھتے تھے، قاضی

القضاۃ صاحب نے کہا: کہ آپ ترجمہ پر ہی اکتفا کیجئے، کیونکہ لفظ کے بدلنے سے معنی

بدل جاتے ہیں۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہماری زبان کا قصور ہے معاف رکھئے، وہ عبارت

یہ ہے:

”وقل آمنتم بما أنزل اللہ من کتاب وأمرت لا عدل

بینکم اللہ ربنا وربکم لنا أعمالنا ولكم أعمالکم لا حجة

بیننا و بینکم۔“

یعنی اور کہہ اے محمد ﷺ کہ میں ان کتابوں پر ایمان لایا جو اناریں
اللہ نے، اور مجھ کو حکم ہے کہ انصاف کروں تمہارے بیچ، اللہ رب ہے ہمارا اور
تمہارا، ہمارے لئے ہمارے کام اور تمہارے لئے تمہارے کام، کچھ جھگڑا نہیں ہم
میں اور تم میں۔

اور سورہ عنکبوت میں مرقوم ہے کہ:

”ولا تجادلوا اهل الكتاب الا بالتي هي احسن الا الذين
ظلموا منهم و قولوا آمنا بالذي انزل إلينا و انزل إليكم و إلينا
والهكم واحد و نحن له مسلمون۔“

یعنی اے محمد! یوں تم اہل کتاب سے جھگڑا مت کرو مگر اس طرح جو بہتر
ہو، ان کے سوا جو تم پر ظلم کرتے ہیں، اور یوں کہو کہ ہم مانتے ہیں جو اتر اہم کو اور
اترا تم کو، خدا ہمارا اور تمہارا ایک ہے، اور ہم اسی کے حکم پر ہیں۔

اور سورہ مائدہ میں لکھا ہے:

”اليوم أحل لكم الطيبات و طعام الذين أوتوا الكتاب
حل لكم و طعامكم حل لهم۔“

یعنی آج سے تم پر پاکیزہ چیزیں حلال ہوئیں، اور کتاب والوں کا کھانا تم
پر حلال ہوا، اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہوا۔

جاننا چاہئے (۱) کہ وہ فرقے جن کو کتاب ملی اور وہ لوگ جو اہل کتاب
کہلائے، وہ مسیحی اور یہودی ہیں، چنانچہ سورہ بقرہ میں یہود و نصاریٰ کی بابت
کہا گیا ہے:

(۱) مسیحی علماء کے اقوال سے یہ بات پوری طرح پایہ ثبوت کو پہنچی کہ سریانی کلیسا اور عرب کے سارے کلیسا اس
مجموعہ کی کئی کتابوں کو واجب التسلیم نہ جانتے تھے، اور نہ یہ کتابیں ان کے نسخوں میں تھیں، تو پھر پادری صاحب
کلام اللہ کی آیتوں سے اس سارے مجموعے کی بابت کیونکر استدلال کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ

”وہم یتلون الكتاب“

یعنی یہود و نصاریٰ نے کتاب پڑھی ہے۔

اور یہ بات بھی قرآن سے معلوم اور ثابت ہے کہ جو کتابیں یہودیوں اور مسیحیوں کو ملیں تو ریت و انجیل ہیں، کیونکہ سورہ آل عمران میں مذکور ہے:

”وأنزل التورۃ و الإنجیل من قبل ہدی للناس“

یعنی خدا نے توریت و انجیل آگے سے اتاری تھیں کہ لوگوں کی ہادی رہیں۔

اس کے بعد پادری صاحب نے کہا کہ ان آیتوں میں کتاب اور اہل کتاب کا ذکر ہے، اور اہل کتاب سے یہودی اور نصاریٰ مراد ہیں۔

سو معلوم ہوتا ہے کہ محمد ﷺ کے زمانے میں توریت اور انجیل موجود تھیں، اور محمدیوں نے ان کو مان کے دین کا ہادی جانا ہے، اور محمد کے زمانے تک ان میں تحریف نہ ہوئی تھی۔

جواب

میں نے کہا کہ ان آیتوں سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ گزشتہ زمانہ میں خدا کا کلام نازل ہوا، اور اس پر ایمان لانا چاہئے، اور توریت و انجیل بھی گزشتہ زمانہ میں نازل ہوئیں، اور محمد ﷺ کے عہد میں موجود تھیں، گو محرف ہی ہوں، اور ہرگز ان آیتوں سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ان کتابوں میں محمد ﷺ کے زمانے تک تحریف نہیں ہوئی تھی، بلکہ جا بجا تحریف کرنے پر اہل کتاب کی مذمت کی گئی ہے (۱) سو قرآن شریف کی آیتوں کے مطابق جیسا ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ

(۱) چنانچہ اسی بارہویں ہدایت کی چوتھی قسم کی دوسری تنبیہ میں ان امور کی تشریح گزری۔ ۱۲۰ منہ

گذشتہ زمانہ میں خدا کا کلام نازل ہوا اس طرح اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ اس میں تحریف ہوگئی، اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

”لا تصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم۔“

یعنی کتاب والوں کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب (۱)۔

پادری صاحب نے کہا: کہ اس وقت حدیث کا ذکر نہ لائیے، بلکہ صرف قرآن کی آیات کا ذکر کیجئے۔

میں نے کہا: کہ قرآن کی آیتوں سے بھی یہی دو باتیں ثابت ہوتی ہیں، جیسا کہ آپ نے بھی ”میزان الحق“ میں اس کا اقرار کیا ہے۔

پادری صاحب نے کہا: کہ سورہ بیّنہ کی آیتوں کے موافق یہ معلوم ہوتا ہے کہ محمد ﷺ کے زمانے سے پیشتر تحریف نہیں ہوئی تھی، اس کے بعد ”میزان الحق“ کے پہلے باب کے تیسری فصل کی یہ عبارت پڑھی:

”چنانچہ سورہ بیّنہ میں لکھا ہے کہ:

”لم يكن الذين كفروا من اهل الكتاب والمشركين
منفكين حتى تأتيتهم البينة، رسول من الله يتلوا صحفاً مطهرة
فيها كتب قيمة، وما تفرق الذين أوتوا الكتاب إلا من بعد ما
جاءتهم البينة۔“

یعنی اہل کتاب اور مشرکوں نے حق سے منہ نہ پھیرا جب تک کہ روشن
دلیل یعنی قرآن اور پیغمبر یعنی محمد خدا کی طرف سے ان کے پاس نہ آئے کہ وہ
مقدس کتابوں کو جن میں مضبوط حکم آئے ہیں ان سے بیان کریں، اور ان

(۱) یعنی جس چیز میں کہ قرآن ساکت ہو اس میں نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب، اس لئے کہ جس میں قرآن
تکذیب کرتا ہے، مثلاً صلیب وغیرہ کا قصہ اس کی تکذیب واجب ہے، اور جس میں تصدیق کرتا ہے اس کی
تصدیق واجب ہے، جیسا کہ ابھی جلد دوسری تنبیہ میں گذرا۔ ۱۲ منہ

لوگوں نے جن کو کتاب ملی تھی جدائی نہ کی، مگر اس کے بعد کہ انہیں روشن دلیل پہنچی۔

اس کے بعد کہا: کہ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی کتابوں میں محمدؐ کے ظاہر ہونے اور تعلیم کے شروع کرنے کے بعد تحریف کی ہے، نہ کہ اس سے پہلے۔

اس کے بعد کہا: کہ کتاب استفسار کے مصنف نے بھی جس کو تم سب لوگ جانتے ہو کہ مولوی آل حسن صاحب ہیں ۴۴۸ صفحہ میں آیت مذکورہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ:

”نبی سابق الانظار کے اعتقاد رکھنے سے جدا، یا اس کے اعتقاد رکھنے میں مختلف و متفرق نہیں ہوئے، مگر جب کہ یہ نبی آیا ان معنوں کی راہ سے، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ نبی آخر الزماں کی بشارتوں میں اس کے ظہور کے زمانے تک کچھ تحریف و تبدیل واقع نہیں ہوئی۔“

میں نے کہا: کہ ان آیتوں کا ترجمہ جمہور مفسرین کے مذہب مختار کے موافق اس طرح پر ہے، اور اسی کو جناب شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے ترجمے میں اختیار کیا ہے یعنی:

”نہ تھے وہ لوگ جو منکر ہوئے کتاب والے (یعنی یہودی اور مسیحی) اور شرک والے (یعنی بت پرست) باز آنے والے (یعنی اپنے دین اور بری رسموں سے اور برے عقیدوں سے مثل عدم اعتقاد نبوت جناب مسیحؑ کی جیسا یہود کو تھا، اور اعتقاد تثلیث جیسا کی عیسائیوں کو تھا، اور مانند ان کے) جب تک نہ پہنچی ان کو کھلی بات، ایک رسول اللہ کا پڑھتا ورق پاک، ان میں لکھی کتابیں (یعنی سورتیں) مضبوط اور نہیں پھوٹے وہ جن کو ملی کتاب (یعنی اپنے دین اور رسموں اور عقیدوں سے اس طور پر کہ بعضوں نے ان کو چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا اور بعضے

تعصب سے اسی پر قائم رہے) مگر جب کہ آپؐ کی ان کو کھلی بات (یعنی رسول اللہ اور قرآن)۔

اور جناب شاہ عبدالقادر صاحب پہلی آیت کے ترجمے کے آخر میں حاشیہ کے طور پر ایسا لکھتے ہیں کہ:

”حضرت ﷺ سے پہلے سب دین والے بگڑ گئے تھے، ہر ایک اپنی غلطی پر مغرور، ارب چاہئے کہ کسی ولی یا حکیم یا کسی بادشاہ عادل کے سمجھائے راہ پر آویں سو ممکن نہ تھا، جب تک ایسا رسول نہ آوے، عظیم القدر ساتھ کتاب اللہ کے اور مدد قوی کے کہ کئی برس (۱) میں ملک کے ملک ایمان سے بھر گئے۔“

(یہاں تک شاہ صاحب کا کلام تھا)

پس ان آیتوں کا حاصل صرف اتنا ہی ہے کہ کتاب والے اور مشرک لوگ اپنی بری رسموں سے باز نہ آئے جب تک کہ ان کے پاس ایسا عظیم القدر رسول نہ آیا، اور اس کے آنے کے بعد کتاب والوں میں سے جو شخص مخالف ہوا اس کی مخالفت تعصب بے جا اور دشمنی کے مارے تھی، اس صورت میں ان آیتوں سے آپؐ کا استدلال ٹھیک نہیں ہے، اور صاحب استفسار کا جواب تنزل کے طور پر ہے، جیسا کہ ان کی یہ عبارت کہ ”اس استدلال سے در صورتیکہ صحیح و درست کہا جائے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے الخ“ اسی بات پر دلالت کرتی ہے، اور صاحب استفسار کی یہی غرض ہے کہ اول تو یہ استدلال صحیح نہیں ہے، اور اگر بالفرض اس کی صحت مان لی جائے تو اس سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ محمد ﷺ کی بشارت میں تحریف نہیں کی گئی، نہ یہ کہ سارے مجموعہ بائبل میں کسی جگہ تحریف نہیں کی گئی، اور صاحب استفسار نے اپنی ساری کتاب میں تحریف کی دھوم مچا رکھی ہے۔

(۱) چنانچہ بارہویں ہدایت کی دوسری قسم کے آخر میں انگریزی تاریخوں سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے، امانہ

پادری صاحب نے کہا: کہ اب آپ یہ بتلائیے کہ جس انجیل کا ذکر قرآن میں آیا ہے وہ کون سی انجیل تھی؟

میں نے کہا: کہ کسی قوی یا ضعیف روایت سے اس کی تعیین سمجھ میں نہیں آتی جو عرض کیا جائے کہ وہ متی کی انجیل تھی یا یوحنا کی یا کسی اور کی، اور نہ ہم لوگ کبھی اس کے پڑھنے پر مامور ہوئے کہ اس کا حال ہم کو معلوم ہوتا۔

پادری صاحب نے صاحبان عالیشان کی طرف اشارہ کر کے کہا: کہ دیکھو یہ سب اہل کتاب بیٹھے ہیں ان سے پوچھ لیجئے کہ انجیل کون سی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ قرآن سے صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ پر انجیل اتری، اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کون سی انجیل تھی، اور اس زمانہ میں بہت سی انجیلیں عیسائیوں میں مشہور ہو رہی تھیں، جیسا برنباہ اور برتوطا وغیرہ کی انجیل، پس خدا جانے ان میں سے کون سی مراد ہے، اور اس زمانے میں ایک فرقہ مانی کیز تھا جو اس انجیل کے مشہور کل مجموعہ کو نہ مانتا تھا، اور اسی عہد میں عرب میں بھی ایک فرقہ تھا (۱) جو یہ کہتا تھا کہ تین خدا ہیں: باپ، بیٹا، مریم (۲) شاید ان کے نسخے میں یہ بھی لکھا ہو، کیونکہ قرآن نے ان کو جھٹلایا ہے، پس یہ بات کہیں سے ثابت نہیں ہوئی کہ اس انجیل میں حواریوں کے اعمال اور نامے اور مشاہدات بھی داخل ہیں۔

پادری فرنج صاحب نے کہا: کہ تم عیسیٰ کے قول کے سوا اور کتابوں کو جو انجیل میں ہیں نہیں مانتے ہو، حالانکہ چوتھی صدی میں لٹریا کی کونسل نے ایک کتاب یعنی

(۱) یعنی کولی ری ڈنٹس جیسا کہ پہلی جلد کے اندر مقدمہ میں حاشیہ کے اندر تصریح کی گئی ہے۔ ۱۲ منہ

(۲) اسی لئے بیضاوی باری تعالیٰ کے اس قول کے ذیل میں "ولا تقولوا ثلاثة" اپنا مختار قول یوں لکھتا ہے:

آی الالهة ثلاثة الله والمسیح و مریم و يشهد عليه قوله تعالى أنت قلت للناس اتخذوني وامی الهین من دون الله ۱۲ منہ

مشاہدات کے سوا سب کو واجب التسلیم ٹھہرایا ہے، اور ہمارے بڑے بڑے عالم جن کو ہم نہایت معتبر جانتے ہیں جیسا کلیمنس اسکندریانوس اور ٹرٹولین اور ارجن اور سائی پرین وغیرہ نے مشاہدات کی کتاب کو واجب التسلیم قرار دیا ہے، پر اگلے زمانے کے فتنے اور فساد اور لڑائیوں کے سبب اس کی سند متصل ہمارے پاس نہیں ہے (۱)۔

اس پراڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ کلیمنس کس زمانے میں تھا؟

پادری صاحب نے کہا: کہ دوسری صدی کی آخر میں۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر کلیمنس نے مشاہدات کے دو فقرے لکھ دیئے تو اس

سے صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ دوسری صدی کے آخر میں کلیمنس نے مشاہدات کی

کتاب کو یوحنا کی تصنیف جانا ہے، پس اس کے زمانے سے پہلے اس کی سند نہیں ہے،

اس کے علاوہ دو فقروں سے ساری کتاب کا تو اثر لفظی ثابت نہیں ہو سکتا (۲) اور ٹرٹولین

وغیرہ تو اس کے بعد گذرے ہیں، اور کیس برسٹر روم نے تو اس کو سرن ٹھس ملحد کا کلام

کہا ہے، اور اسی طرح ڈیوینیشس نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ہم سے پیشتر

بعضوں نے اس کو سرن ٹھس ملحد کا کلام کہا ہے۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم کیس کو بڑا معتبر نہیں جانتے، اور ڈیوینیشس نے

ان بعضوں کا نام نہیں لیا، پس ایک دو آدمی کی مخالفت سے کیا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ ہم دو ایک آدمی کا ذکر نہیں کرتے بلکہ سینکڑوں آدمی

کا نام بتلا سکتے ہیں، جیسا کہ یوسی بیس اور سرل اور اس کے وقت کے یروشلم کی سارے

کلیسا وغیرہ اور کونسل لوڈیسا نے بھی اس کتاب کو رد کیا ہے، اور جیروم کے عہد میں بھی

(۱) بارہویں ہدایت کی چوتھی قسم کی پہلی تنبیہ میں کلیمنس کے فقروں کا حال معلوم ہو چکا ہے۔ ۱۲ منہ

(۲) اس جگہ کتاب مشاہدات کی بابت سند متصل نہ ہونے کا صاف اقرار کیا، اور ظاہر ہے کہ جب سند متصل نہ

ہو، اور عیسائی مذہب کے سینکڑوں محقق اس کا انکار کرتے ہوں تو بھلا کس طرح قطعی تصنیف یوحنا کی کہیں۔ ۱۲ منہ

بعضے کلیسا اس کو نہ مانتے تھے۔

اس پر پادری فنڈر صاحب نے کہا: کہ یہ کلام مبحث سے خارج ہے اور اب اس انجیل میں گفتگو ہے جو محمد ﷺ کے زمانے میں موجود تھی، اور میری طرف متوجہ ہوئے۔

میں نے کہا کہ ہم نے اپنا مذہب ظاہر کر دیا، اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ مذہب اسلام کا نہیں ہے تو اس کی سند بتلائیے، نہیں تو مان لیجئے، اور ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ خدا کا کلام حضرت عیسیٰ پر اترا تھا، پر اس بات سے منکر ہیں کہ وہی کلام ہی مجموعہ عہد جدید کا ہے، اور اس میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوا، اور حواریوں کا کلام ہمارے نزدیک انجیل نہیں، بلکہ انجیل صرف اسی قدر ہے جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی تھی۔

پر (۱) اس لئے کہ کسی روایت میں اس کا ذکر نہیں آیا ہم اس بات کی تحسین نہیں کر سکتے کہ مسیح کی وہ باتیں کون سی کتاب میں لکھی ہوئی ہیں، اور جو کچھ ان چار کتابوں میں منقول ہوا ہے ان کا رتبہ احادیث کا سار تبہ ہے، اور اہل اسلام کے پہلے طبقے والوں سے کوئی معتمد روایت اس باب میں منقول نہیں ہے، اور اس کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس زمانے میں پوپ کا تسلط پورے طور پر ہو گیا تھا، اور اس فرقے کے لوگوں میں اصل انجیل کے پڑھنے کی عام اجازت نہیں ہوتی ہے، تو اس وجہ سے اس کے نسخے مسلمانوں کے دیکھنے میں کم آئے، اور غالباً عرب کے اطراف میں اسی قسم کے عیسائی یا فرقہ نستوریہ کے لوگ بہت تھے۔

اس پر پادری فرینچ صاحب نے تیز ہو کر کہا کہ تم نے ہماری انجیل کو بڑا عیب لگایا، پوپ صاحب نے اس میں کچھ خرابی نہیں کی۔

اس پر پادری فنڈر صاحب نے حضرت عثمانؓ کا قرآن شریف کے بعض نسخوں کے جلا دینے کا قصہ شروع کیا۔

میں نے کہا: کہ یہ کلام بحث سے خارج ہے، لیکن چونکہ آپ یہ ذکر درمیان میں لے آئے ہیں اس کا جواب لیجئے۔

پادری صاحب نے کہا: کہ آپ نے چونکہ انجیل پر یہ اعتراض کیا اس لئے میں نے یہ تعریض کی، لیکن اب اصل مطلب کی طرف رجوع کیجئے، اور چونکہ اصل مطلب یہی تھا کہ پادری صاحب انجیل کے سوال کے بعد ہم کو تین باتیں سمجھا دیں جیسا کہ پہلے جلسے کے اختتام پر طے ہو چکا تھا، اس لئے میں نے کہا کہ ہمارا کلام شروع سے اور کل کے اقرار کے موافق ساری بائبل پر ہے نہ صرف انجیل پر، اس لئے ہم اس مجموعہ کی بعض کتابوں کی متصل سند مانگتے ہیں۔

پادری صاحب نے کہا: کہ انجیل پر کلام کیجئے۔

میں نے کہا: کہ ہمارا کلام بائبل کے مجموعہ پر ہے، اور انجیل کی تخصیص بے جا ہے۔

اس پر پادری صاحب چپ ہو رہے، اور ظاہر یہی ہے کہ چونکہ وہ اپنے گھر کا حال جانتے تھے اس لئے انہوں نے سند میں کلام کرنا مناسب نہ سمجھا، اور چپ رہنا سو دلیلوں کے برابر ایک دلیل سمجھی، اور غلطی اور تحریف میں بات چیت ہونے لگی۔

اس کے بعد پادری فریچ صاحب نے ایک طومار جو لکھ کر اپنے ساتھ لائے تھے پڑھنا شروع کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

ہمارے عالموں نے تیس یا چالیس ہزار جگہ عبارتوں کا اختلاف نکالا ہے، پر وہ سب اختلاف صرف ایک ہی نسخے میں نہیں بلکہ بہت سے نسخوں میں تھا، ایسا کہ حساب کی رو سے فی نسخہ چار سو پانچ سو ہوتا ہے، گو بعض غلطیاں بدعتیوں کے تصرف سے

ہو گئیں ہوں (۱) جیسا کہ ڈاکٹر گریسیا خ نے متی کی انجیل میں تین سو ستر سہو آیتوں اور لفظوں میں نکالے ہیں، جن میں سترہ (۱۷) تو بہت بھاری (سنگین) ہیں اور بتیس (۳۲) بھی بھاری ہیں، مگر اول کی نسبت کچھ خفیف ہیں، اور باقی سب کے سب خفیف، اور ہمارے علماء نے اکثر جگہ ان غلطیوں کو صحیح کیا ہے، کیونکہ قرین عقل ہے کہ جس کتاب کے بہت سے نسخے ہوں اس کی تصحیح ممکن ہے، پر جس کتاب کا صرف ایک ہی نسخہ پایا جائے اس کا صحیح کرنا البتہ دشوار ہوتا ہے، جیسے نسخہ ٹرلس اور نسخہ پیٹر کیولس کہ ان میں سے ایک کے بیس ہزار نسخے ہیں، اور اس کو ہمارے علماء نے صحیح کیا ہے، اور دوسرے کا صرف ایک ہی نسخہ پایا جاتا ہے، سو اس کی تصحیح کو مشکل جانا ہے، پس جب انجیل کے بہت سے نسخے موجود ہیں تو اس کی تصحیح ناممکن نہیں۔

اب ہم تصحیح کے قاعدوں میں سے کئی ایک قاعدے یہاں بیان کرتے ہیں:

- (۱) جب دو عبارتیں مختلف پائی جاتیں اور ایک مشکل ہوتی اور دوسری آسان اور فصیح، تو علماء مذکور ان دونوں عبارتوں میں سے مشکل کو پسند کرتے تھے، کیونکہ احتیاط اور عقل و قیاس کا مقتضی یہ ہے کہ شاید آسان عبارت کسی کی بنائی ہوئی ہوگی۔
- (۲) جب دو عبارتیں ایسی پائی جاتیں کہ ایک باقاعدہ اور دوسری بے قاعدہ ہوتی تو ان دونوں میں سے بے قاعدہ عبارت کو واجباً تسلیم جانتے تھے کیونکہ (۲) باقاعدہ عبارت میں اس بات کا احتمال ہوتا ہے کہ کسی قاعدہ دان نے اس کو بنا کے لکھ دیا ہو، اور علماء موصوف نے ان غلطیوں کو نکال کر کے یہ لکھا ہے کہ ان غلطیوں کے سوا اور کوئی غلطی نہیں ہے، اور اتنی غلطیوں سے مقصود اصلی میں کچھ نقصان نہیں ہوتا، جیسا کہ ڈاکٹر کنی

(۱) اہل بدعت کی تخصیص لغو ہے، بلکہ ان کی طرح دیندار مسیحی حضرات بھی کرتے تھے، جیسا چوتھی ہدایت کی گیارہویں وجہ میں اور ساتویں ہدایت کے اندر گزرا۔

(۲) سبحان اللہ! روح القدس کا عجب حال ہے کہ یہ قاعدے کو الہام کرتا ہے۔ ۱۲ منہ

کاٹ کہتا ہے کہ:

”اگر بالفرض یہ ساری محرف عبارتیں نکال ڈالی جائیں تو دین عیسوی کے کسی عمدہ مسئلے میں نقصان لازم نہیں آتا، اور اگر ساری بنائی ہوئی عبارتیں داخل کر دی جائیں تو دین کے کسی معتبر مسئلہ میں کچھ زیادتی نہ ہو جائے گی۔“

اس پر (۱) ڈاکٹر صاحب جواب دینے کو مستعد ہوئے، پر پادری فنڈر صاحب نے لطائف الخیل سے ٹال دیا، اور جتنی بار ڈاکٹر صاحب اس تقریر کے جواب دینے کو آمادہ ہوئے پادری فنڈر صاحب نے نے کر کے ٹال دیا، اور منع کیا۔

یہاں تک کہ ڈاکٹر صاحب نے رنجیدہ ہو کر کہا کہ کیا میں مباحثے کا شریک نہیں ہوں؟ تب بھی پادری صاحب باز نہ آئے، اور میری طرف متوجہ ہوئے۔

اس پر مفتی ریاض الدین صاحب نے فرمایا کہ اول تحریف کے معنی بیان کئے جائیں، اس کے بعد اس میں گفتگو کی جائے، سو پادری صاحب کچھ معنی کہنے لگے۔

مفتی صاحب نے کہا: کہ جو لوگ تحریف کے مدعی ہیں ان کو بیان کرنا چاہیے۔ اس پر میں نے پادری صاحب کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ ہمارے نزدیک تحریف کے معنی تغیر ہیں، خواہ کچھ بڑھانے کے سبب واقع ہوا ہو، خواہ گھٹ جانے کے باعث، خواہ بعض الفاظ کے بعض کے ساتھ بدل جانے کی وجہ سے، عام اس سے کہ وہ تغیر خباثت اور شرارت کی راہ سے ہو یا غلبہ و ہم سے اصلاح کے طور پر، اور ہم اس بات کے دعویدار ہیں کہ ان معنوں میں کتب مقدسہ میں تحریف ہوئی ہے، اگر آپ کو اس سے انکار ہو ہم اس کو ثابت کر سکتے ہیں۔

پادری صاحب نے کہا: کہ ہم بھی کتب مقدسہ میں سہو کاتب کے قائل ہیں۔

(۱) اور چونکہ غیروں کی مجلس تھی، اور ان کے ہم مذہب سب حاکم لوگ تھے، اس لئے ان کی ایسی سینہ زوریوں اور کج رویوں پر صبر کرتے تھے۔

میں نے کہا: کہ ہمارے نزدیک سہو کاتب سے یہ مراد ہے کہ کوئی شخص لام لکھنے کا ارادہ رکھتا تھا بھول کر سے میم لکھ گیا یا میم لکھنے کا ارادہ رکھتا تھا اس کی جگہ بھول سے نون لکھ گیا، آپ کے نزدیک بھی سہو اسی کو کہتے ہیں یا اس میں یہ باتیں بھی داخل ہیں کہ کوئی شخص حاشیہ کی عبارت لے کر متن میں ملا دے یا اپنی طرف سے قصداً جملے کے جملے بڑھا دے یا جملے کے جملے گرا دے؟

پادری صاحب جملے کا لفظ سنتے ہی گھبرا اٹھے، شاید جملے کو مجموعہ کتاب کے معنی میں سمجھے، اور کہنے لگے کہ جملے مت کہو، بلکہ یوں کہو کہ آیتیں بڑھا دے یا گرا دے (۱)۔ میں نے کہا: کہ ہمارے نزدیک جملے کا اطلاق اتنی عبارت پر آیا کرتا ہے کہ زید کھڑا ہے، پر اب یہ لفظ چھوڑ کر آپ کے حکم کے مطابق ہی کہتا ہوں کہ اپنی طرف سے قصداً آیتیں بڑھا دے یا گرا دے یا تفسیر کے طور پر کچھ ملا دے، یا ایک لفظ کو دوسرے سے بدل ڈالے۔

پادری صاحب نے کہا: کہ یہ سب باتیں ہمارے نزدیک سہو کاتب میں داخل ہیں عام اس سے کہ ان کا وقوع قصداً ہوا ہو یا سہو یا غلطی اور نادانی کے سبب سے، پر ایسا سہو کاتب آیتوں میں پانچ چھ جگہ اور الفاظ میں بہت جگہ ہوگا (۲)۔

میں نے کہا: کہ جب آپ کے نزدیک آیتوں کا بڑھا دینا اور ان کا گرا دینا اور بعض لفظ کو بعض کے ساتھ قصداً یا سہواً بدل ڈالنا سہو کاتب میں داخل ہے، اور اس قسم کا

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ علوم عربیہ میں پادری صاحب کو خاک مہارت نہیں، اور یہ بات تو شرح مائتہ کا پڑھنے والا بھی جانتا ہے، اور پادری صاحب کو مہارت کا دعویٰ تھا اور ان کے ہم مذہب تو ان کو علوم عربیہ کا جید فاضل جانتے تھے۔ ۱۲ منہ

(۲) پادری صاحب کی تقریر کی لطافت تماشے کے قابل ہے کہ قصداً تحریف کو بھی سہو کاتب میں داخل کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ

سہو کاتب کتب مقدسہ میں واقع ہوا ہے، اور ہم اسی کو تحریف کہتے ہیں، تو اس صورت میں ہمارے اور آپ کے درمیان صرف نزاع لفظی ہے اور بس، کیونکہ جس چیز کا نام ہم تحریف رکھتے ہیں آپ اسی کو سہو کاتب بتلاتے ہیں، اس کی مثال یہ ہے کہ چار مسکین تھے، ایک رومی، دوسرا حبشی، تیسرا ہندی، چوتھا عربی، کسی شخص نے ان کو ایک درم (درہم) دیا، وہ چاروں اس بات پر متفق ہوئے کہ ہم اس کی کوئی چیز مول لے لیں سو رومی نے اپنی زبان میں انگور کا نام لیا، پھر حبشی نے اس سے انکار کیا، اور اپنی زبان میں وہی نام لیا، ہندی نے انکار کر کے کہا نہیں ہم تو انگور مول لیں گے، عربی نے کہا انگور نہیں عنب خریدیں گے، سو ان چاروں شخصوں میں صرف نزاع لفظی تھی، اور حقیقت میں ان کا مطلب ایک ہی تھا، سو ایسا ہی سہو کاتب اور تحریف کا حال ہے کہ جس چیز کو ہم تحریف کہتے ہیں اسی کا نام آپ نے سہو کاتب رکھا ہے، اور بلند آواز سے لوگوں سے مخاطب ہو کر میں نے کہا: کہ ہمارے اور پادری صاحب کے درمیان صرف نزاع لفظی تھا، اور جس تحریف کا ہم دعویٰ کرتے ہیں اس کو پادری صاحب نے قبول کر لیا، پر یہ اس کا نام سہو کاتب رکھتے ہیں۔

پادری صاحب نے فرمایا: ایسے سہو کاتب سے متن میں کچھ خرابی پیدا نہیں ہوئی، اس میں قاضی القضاۃ صاحب پوچھنے لگے کہ متن کیا چیز ہے؟ پادری صاحب نے کہا: کہ کئی بار تو بیان کر چکا، اب کہاں تک بیان کئے جاویں پھر کہا کہ مسیح کی الوہیت اور تثلیث اور کفارہ اور شافع ہونے اور اس کی تعلیمات سے غرض ہے۔

میں نے کہا: کہ آپ کی طرح ہنری اور اسکاٹ کے جمع کرنے والوں نے بھی دعویٰ کیا ہے کہ اس قسم کی غلطیوں سے مقصود اصلی میں کوئی فرق نہیں پڑا، پر ہماری سمجھ

میں نہیں آتا کہ جب تحریف ثابت ہوگئی تو پھر کون سی دلیل ہے، کہ نو دس آیتیں جن میں تثلیث کا ذکر ہے ان میں تحریف نہ ہوئی ہو (۱)۔

پادری صاحب نے کہا: کہ متن میں تحریف اس وقت ثابت ہوگی کہ کوئی ایسا قدیم نسخہ نکالو جس میں مسیح کی الوہیت لکھی نہ ہو، اور اس میں لکھی ہوئی ہو، اور اس میں مسیح کا کفارہ ہونا لکھا ہو، اور اس میں لکھا ہوا ہے۔

میں نے کہا: کہ ہمارے ذمہ صرف اتنی ہی بات تھی کہ ان کتابوں کا مشکوک اور محرف ہونا ثابت کریں سو ثابت ہو گیا، اور اتنا ثابت کرنے سے ساری کتاب مشکوک ہوگئی، پر آپ باوجودیکہ بعض جگہ تحریف ہونے کا اقرار کرتے ہیں پھر بھی بعض مقاموں کی نسبت تحریف سے بچے رہنے کا دعویٰ بھی کئے جاتے ہیں، سو اس کا ثابت کرنا آپ کے ذمے ہے نہ کہ ہمارے ذمہ (۲) اور ایک اور بات بھی پوچھنے کے قابل ہے کہ آپ کاتب کے ان سہووں میں سے کسی سہو کو جسے ہم تحریف کہتے ہیں، اور آپ نے اس وقت بھی اس کا اقرار کیا سارے نسخوں میں مانتے ہیں یا نہیں؟

پادری صاحب نے کہا: ہاں ایسا سہو سارے نسخوں میں پایا جاتا ہے۔

اس پر پادری فریچ صاحب نے پادری فنڈر صاحب کو روکا، سو پادری صاحب کہنے لگے کہ ہم سے غلطی ہوگئی، پادری فریچ صاحب خوب کہتے ہیں۔

قاضی القضاۃ صاحب نے کہا کہ اب کیا ہوتا ہے، آپ کا پہلا قول سند ہو گیا۔

(۱) اس لئے کہ جن ناخدا ترسوں نے اور جامعین نے تحریف کی، مقصود اصلی میں کیوں نہ کرتے، دیکھو اگر کسی کے پاس قبالہ ہو اور وہ اس میں جعل سازی کرے تو اول اسی جگہ میں بنائے گا، جو اس کا مقصود اصلی ہوگا اور غیر مقصود میں تو ضمناً بنائے گا۔ ۱۲ منہ

(۲) اس لئے کہ ہمارا منصب باہمی مراسلت کے ذریعہ طے شدہ باتوں اور پادری صاحب کے اقرار کے مطابق نسخ اور تحریف اور تثلیث کے مسائل پر اعتراض تھا، اور پادری صاحب کا منصب جواب دینے کا تھا۔ ۱۲ منہ

پادری صاحب نے کہا: نہیں میں نے غلطی کی، اور اس میں کوئی پکی بات نہیں کہہ سکتا ہوں شاید وہ سہو عبری میں نہ ہو یونانی میں ہو، اور اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔

میں نے کہا: کہ اگر ہم بعض ایسے مقام بتلاویں جن میں آپ کے مفسرین بھی اقرار کرتے ہوں کہ سابق میں ایسا تھا اور اب عبری کے کسی نسخے میں جس کو آپ بالفعل مستند سمجھتے ہیں نہیں ہے تو آپ اس میں کیا فرمائیں گے؟

پادری صاحب نے کہا: اس سے متن میں نقصان لازم نہیں آتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ عبارت کے بہت سے اختلافات کے باعث بیشک مقصود اصلی میں خلل پڑ جاتا ہے، فرض کیجئے کہ اگر گلستاں کے کئی ایک نسخے عبارت میں ایسے مختلف ہوں کہ ایک کی ترجیح دوسرے پر ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں ہم جزم کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ سعدی کی عبارت یہ ہے، اور جہاں کہیں سینکڑوں مختلف نسخے ہوں اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے سکیں وہاں بلاشبہ ممکن ہے کہ مقصود اصلی میں تغیر ہو جائے، اور ہمارے نزدیک انجیل فقط وہ تھی جو مسیح کا قول ہے، وہ بھی مشتبہ ہو گئی۔

پادری صاحب نے کہا: اس کا مختصر جواب دیجئے کہ آپ متن کو مانتے ہیں یا نہیں؟ اگر مانتے ہو تو آئندہ ہفتہ میں مباحثہ کیا جائے گا، کیونکہ ہم باقی مباحثے میں اس کتاب کی نقلی دلیلوں کے سوا کوئی دلیل نہیں لاسکتے ہیں، اور عقل کو کتاب کا محکوم جانتے ہیں، کتاب کو عقل کا محکوم نہیں سمجھتے۔

میں نے کہا: کہ جب ان کتابوں میں آپ کے اقرار سے بھی کمی بیشی ثابت ہوئی اور اس باعث سے تحریف ثابت ہو گئی تو وہ ہمارے نزدیک مشتبہ ہیں، اور ہم ہرگز اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ متن میں غلطی نہیں ہوئی، پس آئندہ کے دو مباحثوں یعنی

تشلیث اور آنحضرت کی نبوت کے مباحثے میں ان کتابوں سے دلیل نہ لائیے گا کہ ہم پر اس سے الزام نہیں آتا۔

اس پر پادری فرنج صاحب نے کہا: کہ تم نے ہماری تفسیروں سے ان تحریفوں اور غلطیوں کو نکالا ہے، اور وہ مفسر لوگ تمہارے نزدیک بھی معتبر ہیں، سو ان مفسروں نے جس طرح ان مقاموں کو لکھا ہے اسی طرح یہ بات بھی لکھی ہے کہ ان مقامات کے سوا اور کسی اور مقام میں خرابی نہیں ہوئی، اور ایسا ہی کچھ پادری فنڈر صاحب نے کہا۔ میں نے کہا: کہ ہم نے ان عالموں کے اقوال الزام کے طور پر نقل کئے ہیں، نہ یہ کہ یہ لوگ ہمارے نزدیک معتمد اور ان کی ساری باتیں اعتبار کے لائق اور سند ہوں، اور پادری فنڈر صاحب کی طرف رخ کر کے کہا کہ آپ نے تفسیر بیضاوی اور کشاف سے کچھ نقل کیا ہے یا نہیں:

پادری صاحب نے کہا: ہاں۔

میں نے کہا: کہ جس طرح ان مفسروں نے ان باتوں کو لکھا ہے جن کو آپ نے اپنا مفید مطلب جان کر نقل کیا ہے اسی طرح انہوں نے اور دوسرے سب مفسروں نے بالاتفاق یہ بات بھی لکھی ہے کہ محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں، اور ان کا انکار کرنے والا کافر ہے، اور قرآن بے شک خدا کا کلام ہے، سو آپ ان مفسروں کے اس دوسرے قول کو بھی مانتے ہیں یا نہیں؟

پادری صاحب نے کہا: نہیں۔

میں نے کہا کہ ہم بھی اسی طرح آپ کے مفسروں کے دوسرے قول کو نہیں مانتے۔

پادری صاحب نے پھر یہی کہا: کہ مختصر جواب دیجئے کہ آپ متن کو مانتے

ہیں یا نہیں؟

ڈاکٹر صاحب نے کہا: کہ یہ سوال تفصیل طلب ہے جب تک ہم ایک بات نہ کہہ لیں جواب نہیں دے سکتے۔

پادری صاحب نے کہا: مختصر کہئے ہاں یا نہیں۔

میں نے کہا: کہ ہم متن کو نہیں مانتے، اور جب اس کتاب میں تحریف کا ہو جانا آپ کے اقرار سے بھی ثابت ہے (۱) تو ہمارے نزدیک متن جسے آپ مقصودا صلی کہتے ہیں مشتبہ ہو گیا، اور ہمارا منصب اس باب میں صرف اتنا ہی تھا کہ اس کتاب کا مشکوک اور محرف ہونا ثابت کر دیں اور وہ خدا کے فضل سے ظہور میں آیا، اور متن یعنی مقصودا صلی میں عدم تحریف کا ثابت کرنا آپ کے ذمے ہے نہ ہمارے ذمہ، اور ہم مباحثے کے لئے دو مہینے تک حاضر ہیں، کچھ عذر نہیں رکھتے، پر یہ کتاب ہمارے لئے حجت نہیں ٹھہر سکتی، اور اس سے دلیل لانا ہمارے الزام کے لئے کافی نہیں، اس کے سوا جو کچھ دلیل آپ کے پاس ہو خواہ تثلیث کے بارے میں، خواہ آنحضرت ﷺ کی رسالت کے بارے میں اس کو پیش کیجئے۔

اور مولوی فیض احمد صاحب سرشتہ دار نے پادری صاحب کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تعجب ہے کہ کتاب میں تحریف واقع ہو اور متن میں کچھ خرابی نہ پڑے۔
اس پر مباحثہ ختم ہوا، اور فریقین ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اس کے بعد تقریری مباحثہ کی امید پر تحریری گفتگو درمیان میں آئی، پر وہ امید بر نہ آئی اور فریقین کے ان خطوط کے نقل اس مباحثے کے رسالوں میں ہے۔

(۱) اور سات آٹھ جگہ تو آپ نے آیتوں میں تحریف مان لی ہے۔ ۱۲ منہ

مباحثہ کے

اسباب و وجوہ

اب ان وجوہ کا بیان کرتا ہوں جن کے سبب یہ مباحثہ واقع ہوا:

پہلا سبب

اول یہ کہ روز بروز شور و غل پادریوں کا بڑھتا چلا جاتا تھا، اور زبانی فریاد کرتے تھے کہ مسلمانوں سے ہمارا جواب نہیں بن پڑتا، اور اپنے رسالوں کے آخر میں ایسی ایسی باتیں بھی چھاپنے لگے تھے، اس پر میں نے چاہا کہ اپنے مقدور کے موافق میں بھی ہاتھ ہلاؤں، شاید اللہ کچھ نیک ثمرہ عطا فرمائے۔

دوسرا سبب

دوم یہ کہ جس عیسائی سے ملاقات ہوئی اور اس سے کچھ تذکرہ آیا اس کی تقریر سے یہی معلوم ہوا کہ ”میزان الحق“ ان کے گمان میں ایسی ہے کہ گویا الہام سے لکھی گئی ہے، اور مسلمان اس کے جواب سے عاجز ہیں، اور اگر ان سے یہ کہا جاتا کہ یہ بات غلط ہے، میزان الحق کا کیا ذکر، اس کے مصنف سے بھی مسلمانوں کو کچھ خوف نہیں، سو وہ کہتے تھے کہ صاحب جب تم کو اس سے پالا پڑے تب تم جانو۔

تیسرا سبب

سوم یہ کہ جب میں ایک تقریب سے پہلی بار اکبر آباد کا عازم سفر ہوا تو چلتے وقت ماسٹر رام چند صاحب نے (جو مجھ سے محبت رکھتے تھے، اور کچھ عرصے سے عیسائیت کا دم بھر کے پادریوں سے بھی زائد تعصب میں قدم بڑھا بڑھا کر رکھتے تھے، اور میزان الحق کے بڑے معتقد تھے) کہا کہ اگر اتفاق ہو تو آپ پادری فنڈر صاحب سے ملے گا، سوان کی تقریر سے بھی وہی بات سمجھی گئی، شاید انہیں یہ بھی لگنا ہو کہ پادری صاحب سے کچھ اس کو بھی ہدایت ہو جائے گی۔

چوتھا سبب

چہارم یہ کہ جب میں اکبر آباد پہنچا تو بعض لوگوں کو مذہب پایا، اگر ان کو سمجھایا گیا، تو انہوں نے یہی کہا کہ اگر تمہارے پاس آتے ہیں تو تم ہم کو قائل معقول کر دیتے ہو، اور اگر کسی اچھے پادری کے پاس جاتے ہیں تو وہ بھی ہم کو لا جواب کر دیتا ہے، تو ہم اب کس طرح سمجھیں کہ تم ہی حق پر ہو، اور وہ باطل پر یا بالعکس، بلکہ ہم تو حیرت کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں، ہاں اگر مقابلہ منہ در منہ ہو جائے تو ہماری یہ حیرانی کچھ دفع ہو جائے۔

پانچواں سبب

پنجم یہ کہ پہلے مباحثہ اکبر آباد میں جب کئی صاحب رخصت ہوئے تو منجملہ ان کے ارشادات کے یہ بھی ارشاد تھا کہ اگر تم فنڈر صاحب کی ملاقات تک اور اکبر آباد میں ٹھہرو تو بہت خوب ہے، میں نے کہا تھا کہ انشاء اللہ ٹھہروں گا، اور ان دنوں فنڈر صاحب کلکتہ گئے تھے، پھر ان کے آمد آمد کی خبر گرم تھی، سو وجوہ مذکورہ بالا کا لحاظ کر کے

اس بات کا عزم ہوا کہ فنڈر صاحب سے ہی معاملہ طے کرنا چاہئے، سو ان کے آنے تک اپنا ہرج کر کے ٹھہرا، اور چونکہ تحریری گفتگو میں اول تو عوام پر حال اچھی طرح نہیں کھلتا، دوم وہ جلد طے نہیں ہوتی، اور مجھ کو مسافرت کے سبب اتنی فرصت نہیں تھی، سوم اس میں اکثر خلط مبحث ہو جایا کرتا ہے، کہ کلام کو کسی تقریب سے دوسری طرف کھینچ کر ڈال دیتے ہیں، اور اصل مقصود چھوٹ جاتا ہے، چہارم یہ کہ چونکہ بالمشافہ کوئی روکنے والا نہیں ہوتا تو جس چیز کا جواب بن آتا ہے لکھ دیتے ہیں، اور باقی کو قلم انداز کر دیتے ہیں، سو ان امور کا لحاظ کر کے مباحثہ تقریری اچھا معلوم ہوا، اور بذریعہ خط اس کی درخواست کی۔

اور مجمع عام کی اس واسطے درخواست کی تھی تاکہ عوام پر حال کھل جائے، اور پادری صاحب کو انکار کی جگہ باقی نہ رہے، مگر یہ دوسری مراد نہ برآئی کہ پادری صاحب خدا کے خوف اور بدنامی کی یک لخت پروانہ کر کے تحریف سے نہ چو کے، گو اور زیادہ بدنام ہوئے مگر مباحثہ کی تقریر کو بالکل غلط اور محرف کر کے چھپوا دیا، اور اس حرکت بے جا سے پادریوں کی خوب دیانت سب کے نزدیک ظاہر کر دی، اور نسخ اور تحریف کے مسئلوں میں پہلے اس لئے درخواست کی کہ پادری صاحب اور ان کے حامیوں کے نزدیک مسلمانوں پر بڑے الزام کے قابل یہی مسئلے ہیں، اور دوسرے مسائل پر مباحثہ میں واجب التقدیم ہیں جیسا کہ جا بجا ان کی تصریحات سے سمجھا جاتا ہے، مثلاً پادری صاحب کے پہلے خط میں مولوی آل حسن کے نام یوں لکھا ہوا ہے:

(مراسلات مندرجہ حل الاشکال کا نسخہ ۱۸۳۱ء والا صفحہ او ۲)

”اولاً ان دلائل پر ملاحظہ فرمادیں جو میزان الحق کے پہلے باب کی دوسری

اور تیسری فصل میں مذکور ہیں، اس بات کے ثبوت میں کہ توریت و انجیل نہ

منسوخ ہوئی ہیں نہ محرف، اور محمدی توریت و انجیل کو کلام اللہ جانتے ہیں اور پھر

منسوخ اور محرف بھی کہتے ہیں، اس صورت میں مباحثہ کی اول بات یہ ہوگی کہ یا تو آپ ان دلیلوں کے جواب ادا کیجئے یا من بعد نسخ و تحریف کی بات درمیان میں لانا نہ چاہئے۔“

پھر اسی خط میں ہے (صفحہ ۲):

”جب آپ ان دونوں باتوں کے جواب ادا فرما چکیں تب ان دلیلوں پر متوجہ ہو جیے، جو مفتاح الاسرار اور میزان الحق میں بہ ثبوت الوہیت مسیح و تثلیث ذات یا ک الہی و رد رسالت محمد مسطور ہیں، اور اس صورت میں کہ مطالب فقرہ اول و ثانی عمدہ ترین مطالب ہیں تو ان کو چھوڑ کر ان پر مباحثہ کریں لا حاصل ہوتا ہے۔“

پھر دوسرے خط میں یوں لکھا ہے (صفحہ ۴):

”پہلے ان دلیلوں کے جواب ادا فرمائیے جو میزان الحق میں اس بات پر ذکر ہوئے ہیں کہ انجیل منسوخ نہیں ہوئی، من بعد بجواب دیگر مطالب متوجہ ہو جیے۔“

پھر یوں لکھا ہے:

”بالفعل ان باتوں کے سوا جو میں نے عرض کیں، اور کوئی سوال نہیں ہے اصل اور اول بات وہ ہی ہیں۔“

اور اسی حل الاشکال میں کلکتہ ریویو سے ایک صاحب کا قول یوں نقل کیا ہے

(صفحہ ۸۵ و ۸۶):

”مباحثہ میں محمدیوں کے ساتھ اول اور اصل بات یہ ہے کہ کتب مقدسہ مسیحیہ اصل اور صحیح ہیں کہ نہیں، کس واسطے کہ محمدی تو قائل ہیں کہ توریت و انجیل کلام اللہ ہیں، اور صرف یہی اعتراض کرتے ہیں کہ توریت اور انجیل دونوں منسوخ ہوئیں، اور تحریف کی گئی ہیں، اور نسخ موجودہ (موجودہ نسخے) اصل نہیں

ہیں، پس جب ثابت ہوا کہ کتب مقدسہ موجودہ اصل کتب ہیں نہ منسوخ ہوئیں نہ تحریف کی گئیں، تب حقیقت دین مسیحی اور بطلان دین محمدی بھی ثابت و عیاں ہوا، اور تثلیث یا اور کسی تعلیم مسیح پر رجوع..... کرنا کچھ ضرور (ضروری) نہیں ہے۔“

پھر اسی کلکتہ ریویو سے نقل ہے (صفحہ ۸۶):

”جب تک توریت و انجیل کی صحت ہماری طرف سے ثابت نہیں ہوئی یا محمدیوں نے تحریف کے دعویٰ کو مثبت و مدلل نہیں کیا ہے تب تک مباحثہ ناتمام اور لاحقہ حاصل ہوگا، پس مباحثہ کے قوانین کے مطابق اور انصاف کے موافق مولوی پر واجب اور لازم تھا کہ کتب مقدسہ کی صحت کو قبول کرے، اور جو جو ان میں بیان ہوا ہے دل و جان سے مانے، یا ثابت کرے کہ وہ کتب فی الواقع محرف ہیں، اور قابل اعتبار نہیں۔“

اور میزان الحق کے پہلے باب کی دوسری اور تیسری فصل میں ان مسئلوں کی بابت پادری صاحب نے جو زور شور کیا ہے سب ناظرین پر ظاہر ہے، سو میں بھی یہ سمجھا کہ جب ان دونوں میں عیسائی مذہب کی حقیقت کھل گئی، اوروں میں بطریقہ اولیٰ کھل جائے گی، سو بفضل اللہ جیسا سمجھا ویسا ہی ہوا، اور جو کچھ ہوا سو اچھا ہوا۔ اور اس مباحثہ کا یہ فائدہ ہوا کہ:

(۱) پادریوں کا بالکل وہ زور شور گھٹ گیا۔

(۲) اور کتابین جو کثرت سے بانٹتے تھے، اس کثرت سے بانٹنی موقوف کر دیں۔

(۳) اور مسلمانوں سے الزام اٹھ گیا۔

(۴) اور عیسائیوں کا وہ تکبر اور اعتقاد فاسد مٹ گیا۔

(۵) اور مذنبوں کا وہ تذبذب ہٹ گیا، والحمد للہ علیٰ ذلک۔

اور مجھ کو اس مباحثہ سے نہ کچھ نام منظور تھا، نہ کچھ منصب کا حاصل کرنا، بلکہ محبت اسلامی سے خدا پر بھروسہ کر کے اس باب میں قدم رکھا تھا، اور اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ جیسے مجھ سے دین احمدی کی تائید زبانی مقابلے میں کرا دی اس سے ہزار ہا درجہ تائید شمیری مقابلے میں کرا دے، اور جیسا ان کا زور و شور مذہب کے بارے میں مدہم پڑا، اور اس میں پھیکے پڑ گئے ویسا ہی ان کا زور و شور حکومت کا بھی ٹوٹے، اور ان کا غرور و تکبر خاک میں ملے، اور مسلمان اس میں بھی غالب آویں، اگرچہ ان دنوں (۱) (رجب ۱۲۷۱ء بارہ سوا کہتر ہجری) میں ان کی حکومت کے زور شور کو دیکھ کر جاہلوں کا اعتقاد یہ ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے پہلے ان کا یہ تسلط نہ جائے گا، اور ان کے ان محکم قوانین اور مضبوط تدابیر سے ترقی کے سوا اور کچھ نہ ہوگا، پر اللہ کے قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ نمرود اور شذاد اور فرعون اور بخت نصر کی طرح ان کے اس زور کو بھی ملیا میٹ کر دے، اور ان کے تنزل کو ہماری زندگی میں ہماری آنکھوں سے دکھا دے، آمین۔

اللہم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا

منہم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منہم۔

مباحثہ کی تاریخ و سال از جناب مولوی امام بخش صاحب

جناب مولوی امام بخش صاحب اس مباحثہ کی سال و تاریخ یوں ضبط

(۱) اگرچہ یہ رسالہ ۱۲۶۹ء میں تیار ہوا تھا مگر اکبر آباد کے مباحثہ کے بعد جو ۱۲۷۰ء ہجری میں ہوا پھر دلی کو آیا، سو

دوستوں نے درخواست کی کہ بحث تثلیث کو اس سے نکال دو، اور اس کے عوض اور کہیں کہیں بڑھادو، جیسا اس

کتاب کے اول میں ظاہر کر کے آیا ہوں، سو فرصت کے وقت مسودہ کو صاف کرتا تھا، اور بقدر مناسبت بڑھاتا

تھا، اور طالب علموں کے سبقوں سے چونکہ فرصت کم تھی اس لئے اتنا عرصہ اور لگا۔ ۱۲ منہ

فرماتے ہیں:

یافتہ در آگرہ محفل بحث انعقاد
حرف نصاریٰ کہ مادرہ حق میر ویم
اہل فرنگ از حسد کردہ بہم اتفاق
ز انطرف اندر کلام پادری نکتہ سنج
ہام بنیاں شرک ماحی آثار کفر
ہر دو باندہ بحث ساختہ ساز سخن
کردہ دراں تنگنا عالم و جاہل ہجوم
دعویٰ تحریف را کادہ بر روی آب
لیک بتائید حق نصرت دیں رخ نمود
پادری آمد بگفت اینکہ در انجیل ما
زین پس آواز داد من بمیان عاجزم
ہاتف گفتا کہ تو سال پئے فتح دین
مومن و ترسا بہم آمدہ در گفتگو
قول مسلمان کہ نیست رائے ترا ہیچ رو
تا بیرند از میان گوئے علو از علو
زیطرف اندر سخن فاضل انصاف گو
واقف ہر برگ و ساز ماہر ہر رنگ و بو
ہر دو بقصد ستیز آمدہ در گفتگو
صف بصف استادہ خلق منتظر از ہر دوسو
تاہز نندش بہم رفتہ بے جستجو
شاہد مطلب شتافت بر حسب آرزو
حرف غلط چل ہزار آری در آوردہ رو
برو بمیدان علم حضرت مخدوم گو
پادری الزام خورد (۱۲۷۰) از مد حق بگو

اٹھارہواں سوال

یہ تغیر و تبدل پیغمبر کے ظہور سے پہلے یا اس کے بعد واقع ہوا؟

جواب

زیادہ تر تغیر و تبدل محمد ﷺ کے ظہور سے پہلے ہوا، اور کچھ بعد میں بھی ہوا، دسویں صدی مسیحی تک، اور اس میں شک نہیں، اگرچہ ہر ہر مقام محرف کی تحریف کا زمانہ اس طور پر کہ فلانی تحریف فلانے مقام میں فلانے وقت میں فلانے شخص نے کی ہے معین نہ ہو سکے، جیسا کہ سترہویں سوال کے جواب میں ساتویں و نویں ہدایت کے اندر اور بارہویں ہدایت کی چوتھی قسم کے اندر وضاحت سے گذرا۔

انیسواں سوال

قرآن کی رو سے ثابت ہے کہ پیغمبر کے وقت تک سابقہ کلام الہی (توریت وغیرہ) میں کچھ تبدیلی نہیں ہوئی، پس اگر اس کے بعد کچھ تغیر واقع ہوا تو ثابت کر دو۔

جواب

قرآن کے کسی مقام سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی، سو قرآن کی رو سے ایسا دعویٰ کرنا محض غلط ہے، سائل نے ”میزان الحق“ کے پہلے باب کی پہلی اور تیسری فصل سے دھوکا کھایا ہے (۱) سو اس پہلی فصل کا پورا حال اور تیسری فصل میں سے سورہ بینہ کی آیات کا حال سترہویں سوال کے جواب میں بڑے مباحثے کی نقل میں دوسرے جلسے کی کیفیت کے بیان کے اندر گزرا۔

رہی بعض بعض دوسری آیتیں جن کو تیسری فصل میں نقل کیا ہے، اور مباحثے

(۱) یہ اس لئے ہے کہ یقین کے ساتھ یہ بات ثبوت کو پہنچی کہ کپتان لوئس صاحب نے ٹیلر صاحب اور ماسٹر رام چندر وغیرہما کے صلاح و مشورہ سے سوالات مشتمل (جن کا ذکر اول کتاب میں گذرا) ترمیم کر کے ان سوالوں کو از سر نو مرتب کر کے ولی عہد کی خدمت میں بھیجا تھا، اور ان سب نے اکٹھے ہو کر میزان الحق سے جو جوابات پسند آئی تھی اسے لے لیا تھا اور اس کے موافق سوال کیا تھا ان کی نیت یہ تھی کہ مجیب اگر جواب لکھے گا تو جواب الجواب میں ہم میزان الحق کی باتوں کو نقل کر دیں گے، پھر مسلمانوں سے جواب نہ بن پڑے گا، کیونکہ خام خیالی سے میزان الحق کو یہ لوگ بہت کچھ سمجھ رہے تھے۔ ۱۲ منہ

کے دوسرے جلسے میں اس لحاظ سے کہ ان کو بہت مفید نہ سمجھا تھا ذکر نہیں کیا اس جگہ نقل کر دیتا ہوں تاکہ کسی کو دھوکا نہ ہو، پہلی آیت سورہ انبیاء کی ساتویں آیت ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رَجَالًا نُوْحِي إِلَيْهِمْ فَاسْئَلُوا أَهْلَ

الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔

یعنی اور پیغام نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے آگے مگر یہی مردوں کے ہاتھ کہ حکم

بھیجتے تھے ہم ان کو (یعنی وہ سب آدمی ہی تھے نہ فرشتے) سو پوچھو (اس بات کو کہ

وہ آدمی ہوتے تھے نہ فرشتے) اہل کتاب سے اگر تم نہیں جانتے۔

دوسری آیت سورہ یونس کی تیرانویں آیت ہے:

فَإِنْ كُنْتَ فِي شكٍ مِّمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْئَلِ الَّذِينَ

يَقْرَأُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ۔

یعنی سو اگر تو ہے شک میں (اے سامع) اس چیز سے جو اتاری ہم نے

تیری طرف تو پوچھ ان سے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھ سے آگے۔

ان دو آیتوں سے ہرگز وہ بات کچھ بھی ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ پہلی آیت تو

مشرکوں کے جواب میں ہے کہ پیغمبر لوگ فرشتے ہوں گے نہ کہ آدمی، اور محمد تو

ہمارے مثل آدمی ہے، کھاتا پیتا، چلتا پھرتا، سویہ نبی نہ ہوگا، اور اس کے معجزے جادو

ہیں اور ان مشرکوں کا خیبر اور مدینہ کے یہود کے ساتھ بڑا راہ ربط تھا، اور محمد ﷺ

کی نبوت کے ابطال میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے، اور ایسے امر میں ان کے

قول پر انہیں اعتماد تھا۔

سوال اللہ تعالیٰ الزاماً ان کو فرماتا ہے کہ:

تم اپنے یہودی دوستوں سے پوچھ لو کہ اگلے پیغمبر آدمی تھے یا فرشتے،

کھاتے پیتے تھے یا نہیں؟

اور سورہ انبیاء کی تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کا قول یوں نقل کیا

ہے:

”هل هذا الا بشر مثلكم افاتون السحر وانتم تبصرون۔“
یعنی یہ شخص (یعنی محمدؐ) کون ہے ایک آدمی تمہیں سا (کھانا پیتا چلتا
پھرتا) پھر کیوں پڑتے ہو جادو میں آنکھوں دیکھتے۔

اور آٹھویں آیت میں اس ساتویں کے بعد یوں فرمایا ہے:

”وما جعلناهم جسداً الا يأكلون الطعام وما كانوا خالدين۔“
یعنی اور نہ بنائے تھے ہم نے ان کو ایسے بدن کہ وہ کھانا نہ کھائیں، اور نہ
تھے رہ جانے والے۔

یعنی کھانا بھی کھاتے تھے، اور موت بھی ان کو آئی، سو اس آیت کا صرف اتنا ہی
مطلب ہے کہ ایسا شبہ مت کرو، اور اپنے یہودی دوستوں سے پوچھ لو کہ اگلے پیغمبر آدمی
تھے یا فرشتے، کھاتے پیتے تھے یا نہیں، اور یہ بات تو یہودیوں کو خوب معلوم تھی، خواہ
تو ریت محرف ہو یا نہ ہو، اور اس آیت کو میزان الحق والے نے ناحق نقل کیا ہے، کہ اس
کو تو اس کے مدعا سے کچھ بھی ربط نہ تھا، اور دوسری آیت سے فقط اتنا مطلب ہے کہ اگر
اے سامع تجھ کو بشریت کے تقاضے سے کبھی ایسا خلجان پڑے کہ قرآن میں خدا ایسی
باتیں جو ظاہر میں بعید معلوم ہوتی ہیں، جیسے مردوں کا قیامت کے دن زندہ ہونا، اور
بہشت دوزخ کا ہونا وغیرہ فرماتا ہے، کیا اس کے اور کلام میں بھی اس ڈھب کی باتیں
تھیں؟ سو تو اہل کتاب سے پوچھ لے کہ خدا کا کلام جو نبیوں پر آیا تھا اس قسم کا ہوتا تھا یا
نہیں؟ اور اس بات کو یہود و نصارے خوب جانتے تھے گو ان کی مقدس کتابیں سب
محرف ہوں، سو یہ آیت بھی کچھ مفید نہیں۔

اور ان آیتوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں کی طرف متوجہ ہونے کا

حکم تو نہیں دیا، کہ یہ دھوکا ہو، کہ خدا محرف کتابوں کی طرف رجوع کرنے کا کس طرح حکم کرتا ہے، بلکہ قرآن کی بعض بعض آیتوں میں اس کے برعکس تصریح ہے کہ محمدؐ سے پہلے بھی تحریف ہوئی۔

سورہ بقرہ کی ۷۵ آیت میں ہے:

"أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ

كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يَحْرَفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ"

یعنی اب کیا تم مسلمانان توقع رکھتے ہو کہ وہ مانیں تمہاری بات، اور ایک

لوگ تھے ان میں کہ سنتے تھے کلام اللہ کا، پھر اس کو بدل ڈالتے تھے بوجھ کر اور ان

کو معلوم ہے (کہ ہم جھوٹ اور افترا باندھتے ہیں سو جب ان کے سلف کا یہ حال

ہو تو ان سے تحریف کا ہونا کیا تعجب ہے)۔

اس میں دیکھو کہ اس بات کی تصریح ہے کہ اہل کتاب کے سلف کا ایک فرقہ

تحریف کیا کرتا تھا، اگر خلف بھی کریں تو کچھ تعجب نہیں، اور تعجب ہے کہ پادری فنڈر

صاحب نے اس تیسری فصل میں اس آیت کو بھی ذکر کیا ہے، جو ان کی غرض اصلی کے

مخالف ہے۔

بیسواں سوال

کسی نے پچشم خود دیکھا ہے کہ جبریل پینمبر کے پاس وحی لاتا تھا؟ اور اگر کسی نے دیکھا ہے تو گواہی اس کی کہاں ہے؟

جواب

اول تو نبی کے علاوہ کسی اور شخص کا جبریل یا دوسرے حامل وحی فرشتے کو دیکھنا ضروری نہیں بلکہ اس امر میں اس نبی کا جس کی نبوت سچی دلیلوں سے ثابت ہوئی ہو فقط فرما دینا کفایت کرتا ہے، خرقہ نیل کی کتاب کے پہلے باب میں اس وحی کے بیان میں جو پہلے نہر خابوز کے کنارے خرقہ نیل پر اتری تھی یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

”۴۔ اور میں نے نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں اتر سے ایک طوفان آیا، ایک بڑا بادل اور آتش پیچاں، اس کے گرد روشنی چمکتی تھی، اور اس کے بیچ میں سے یعنی اس آتش میں کہربائی دکھلائی دیا۔

۵۔ اور اس کے بیچ سے چار جانداروں کی ایک صورت نظر آئی، اور ان کی شکل انہیں انسان کی قامت تھی۔

۲۲۔ اور ان کے سروں پر آسمان کا سا فلک تھا جو مہیب بلور کی مانند دکھائی دیا، وہ اوپر ان کے سروں پر پھیلا تھا۔

۲۶۔ اور ان کے سروں پر کے فلک کے اوپر سنگ نیلم کی مانند ایک تخت کی صورت دکھائی دی، اور اس تخت کی صورت پر انسان کا سا قالب اوپر اس پر نظر

آیا۔

۲۷۔ اور جو قالب دیکھنے میں آیا سو کہریا جیسا بلکہ آگ کا سا بہتیر دار اور گردا گرد تھا، اور اس قالب کی کمر سے اوپر تک اور اس قالب کی کمر سے نیچے تک سارا اندام آگ کا سا میرے دیکھنے میں آیا، اور جلال اس کے چو گرد چمکتا تھا۔
۲۸۔ وہ خداوند کے کبریاء کی صورت کی نمائش تھی اور دیکھتے ہی میں اوندھے منہ گرا، اور ایک بولنے والے کی آواز سنی۔“

اور اسی کتاب خرقہ فیل کے تیسرے باب کے ۲۳ ویں درس میں ہے (نسخہ

۱۸۳۳ء):

”تب میں اٹھ کے وادی میں گیا، اور کیا دیکھتا ہوں کہ خداوند کا کبریاء اس کبریاء کی مانند جو میں نے نہر خابوز کے پاس دیکھا تھا کھڑا ہے، اور میں منہ کے بل گرا۔“

دیکھو یہ عجیب و غریب ماجرا خرقہ فیل کے سوا کسی نے نہیں دیکھا، اور یوحنا کی مشاہدات میں اس قسم کی باتیں کثرت سے ملیں گی، وہاں بھی یوحنا کے سوا کسی اور نے نہیں دیکھا، بلکہ حضرت موسیٰ کے سوا اور انبیاء پر ملا کیا پیغمبر تک اگر فرشتہ حامل وحی آیا ہے اس کو ان انبیاء کے سوا بتلاؤ کس نے دیکھا ہے، اور اس بارے میں جس طرح ان انبیاء کا ارشاد تقریر یا تحریر کے ذریعے سے کافی تھا اسی طرح حضرت محمد ﷺ کا ارشاد جبریل کے وحی لانے میں کافی ہے، اور قرآن میں کئی جگہ صراحت ہے۔

پہلے سپارے کے بارہویں رکوع میں سورہ بقرہ کی ۹۷ آیت میں ہے:

”قل من كان عدوا لجبريل فانه نزله على قلبك“

بِإِذْنِ اللَّهِ۔

یعنی تو کہہ جو کوئی دشمن ہوگا جبریل کا (سو وہ محض بے انصاف ہے)

کیونکہ اس نے تو اتارا ہے، یہ کلام (یعنی قرآن) تیرے دل پر اللہ کے حکم سے۔

اور چودھویں سپارے کے بیسویں رکوع میں سورہ نحل کی ۱۰۲ آیت میں ہے:

”قل نزلہ روح القدس من ربك بالحق“۔

یعنی تو کہہ اس کو (یعنی قرآن) کو اتارا ہے پاک فرشتے (یعنی جبریل)

نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ۔

اور انیسویں سپارے کے پندرہویں رکوع میں سورہ شعراء کی ۱۹۳ آیت میں

ہے:

”نزل به الروح الأمين“۔

یعنی لے اتر اے اس کو (یعنی قرآن) کو فرشتہ معتبر (یعنی جبریل)۔

اور سورہ نجم کی پانچویں آیت میں ہے:

”علمہ شدید القوى“۔

یعنی اس کو سکھایا سخت قوتوں والے نے (یعنی جبریل نے)۔

اور سورہ تکویر کی ۱۹ آیت میں ہے:

”إنه لقول رسول كريم“۔

بیشک وہ (یعنی قرآن) کہا ہے بھیجے ہوئے عزت والے کا (یعنی جبریل

کا)۔

اور دوم یہ ہے کہ بہت سے صحابہؓ نے مثل حضرت عمرو عبد اللہ بن عباس و سعد

بن وقاص و عائشہ صدیقہ و ام سلمہ جبریلؑ کو آنحضرتؐ کے پاس آتے دیکھا ہے، اور

ان کے دیکھنے کی روایات صحاح کی کتابوں میں اسناد صحیحہ سے مروی ہیں، اور اس بات

کی تحقیق کہ حدیث صحیح سند والی اور اعتبار کے قابل ہے، دوسرے سوال کے جواب میں

بڑی تفصیل سے گذری۔

اکیسواں سوال

اگر کتب تاریخ (قطع نظر اس سے کہ ان کے مصنف بت پرست ہوں یا نصاریٰ یا یہودی) موجود ہوں اور اصلی ہونا ان کا تواتر کے ذریعہ اسی طرح ثابت ہوتا ہو جس طرح کہ قرآن کا اصل ہونا بلکہ اس سے بھی زیادہ استحکام کے ساتھ تو تم ان کتب کی اصلیت کو تسلیم کرو گے یا نہیں؟

جواب

اس قول سے ”اصلی ہونا ان کا تواتر کے ذریعہ اس طرح ثابت ہوتا ہو جس طرح کہ قرآن کا الخ“ اگر سائل کی مراد یہ ہے کہ جس طرح قرآن لفظاً لفظاً اور حرفاً حرفاً حضرت کے عہد سے آج تک لاکھوں آدمی کی وساطت سے تواتر کی راہ سے منقول ہے، اور لاکھوں بلکہ کروڑوں کی محافظت کے سوا جو ہر زمانے اور ہر طبقے میں اس کی تحریر کی راہ سے ہوئی ہے، اور آج تک ہوتی ہے، حضرت کے زمانے میں ہزاروں سے اور ان کے زمانے کے بعد ہر طبقے میں لاکھوں سے حفظ کی راہ سے بھی عمل میں آئی ہے، اور آج تک آتی ہے، یہاں تک کہ اس کی حرکات و اوقاف بھی جس طرح ثقہ راویوں اور قاریوں سے منقول ہوئے ہیں، آج تک جیسے بلا کم و کاست تحریر کی راہ سے محفوظ ہیں، ویسے ہی حفظ کی راہ سے بھی محفوظ ہیں، اور اس لحاظ سے اول عہد سے آج تک اس میں کمی اور تحریف کا احتمال نہیں، اسی طرح وہ تاریخ کی کتابیں بھی مصنف کے عہد

بھول اور چوک کے احتمال کو مطلقاً دخل نہیں بر خلاف اس کتاب کے مضامین کے، جیسا کہ انشاء اللہ تیئسویں سوال کے جواب میں آئے گا۔

اور اگر سائل کی مراد یہ ہے کہ ان کتابوں کی تصنیف کی نسبت ان کے مصنفوں کی طرف اسی طرح تواتر سے ثابت ہے جس طرح قرآن کی نسبت اہل اسلام کے نزدیک خدا کی طرف، گو لفظ اور عبارت ان کی تواتر سے منقول نہ ہوں، اور الفاظ کی زیادتی اور نقصان کا ان میں احتمال ہو یا کسی طرح کی تحریف نے اس میں دخل پایا ہو، اور ان کے مضامین میں کذب اور خطا اور بھول اور چوک ممکن ہو، جیسا کہ عہد عتیق اور جدید کی کتابوں میں یہ سب امور یقیناً اور قطعاً پائے جاتے ہیں، جیسا کہ سترہویں سوال کے جواب میں تفصیل سے گذرا تو مسلم ہے، اور اس معنی کر کے ہم ان کی اصلیت کو مانیں گے جیسا کہ سعدی کی گلستاں اور بوستاں، اور نظامی کے اسکندر نامے اور فردوسی کے شاہنامے کو اسی معنی کر کے اصلی مانتے ہیں، مگر یہ قول اس سے بھی زائد استحکام کے ساتھ پھر مردود جانیں گے، اس لئے کہ قرآن کی نسبت خدا کی طرف سب اہل اسلام کے نزدیک حتیٰ کہ عامی اور جاہل اور بچوں تک بھی مشہور ہے، بر خلاف ان کتابوں کے کہ ان کی نسبت فقط بعض اہل علم اور ماہروں کے نزدیک ہوگی اور بس۔

باکیسواں سوال

کتب مذکورہ کی اصلیت میں شبہ کرنے سے کیا تم پر یہ لازم نہ آئے گا کہ قرآن کے اصلی ہونے پر بھی شبہ کرو، اس لئے کہ اصلی ہونا دونوں کا ایک ہی طریق سے یعنی تواتر سے ثابت ہے؟

جواب

اکیسویں سوال کے جواب سے معلوم ہوا کہ سائل کی مراد ان کتابوں کے اصلی ہونے سے اگر پہلی شق مراد ہے تو وہ مسلم نہیں، اور وہ تو توریت اور انجیل کو بھی نصیب نہیں اور اس کے انکار سے قرآن کی اصلیت کا انکار لازم نہیں آتا، اور اگر دوسری شق مراد ہے، تو البتہ اس معنی کر کے تواتر کے ثبوت کے بعد انکار نہیں ہو سکتا، جیسے کوئی گلستاں کی نسبت کو سعدی کی طرف اور شاہنامہ کی نسبت فردوسی کی طرف انکار نہیں کر سکتا، ہاں بعض جگہ حقیقت میں تواتر ہی نہیں ہوتا، اور مختلف طبقات میں سے کسی طبقہ میں نقصان آ جاتا ہے، جیسا کہ عہد عتیق کی کل کتابوں میں، اور عہد جدید کی کل کتابوں میں دوسری صدی کی آخر تک اور بعض کتابوں میں ۳۶۴ء تک، اور مشاہدات کی کتاب میں چوتھی صدی کے آخر تک، اور بعض جگہ نسبت یقیناً غلط ہوتی ہے، اور غلط مشہور ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب فلاں کی تصنیف ہے، جیسے صد ہا کتابیں جعلی عہد عتیق اور جدید کی، اور کتابیں اور نام جات جو مشہور اور بزرگ لوگوں کی طرف پہلی مسیحی صدیوں میں منسوب تھیں، جن میں سے بعض کا ذکر سترہویں سوال کے جواب میں تفصیل سے گذرا، تو ایسی جگہ میں انکار سے تواتر کا انکار نہیں لازم آتا اور حقیقت میں یہ انکار سند ہونے کا ہے یا اس غلط شہرت کا انکار ہے۔

تیسواں سوال

اگر مذکورہ بالا تاریخ (جو دین اسلام کے شیوع سے سیکڑوں سال پہلے لکھی گئی تھیں) کے درمیان اور تمہارے قرآن کے درمیان فرق عظیم واقع ہو تو بتائیے کہ آپ کتب قدیمہ کو غلط کہیں گے یا قرآن کو؟

جواب

ان کتب قدیمہ کو غلط کہیں گے، اس لئے کہ قطعی دلائل سے ثابت ہے کہ قرآن کلام ربانی ہے، اور کلام ربانی میں کذب اور خطا اور بھول چوک کا احتمال نہیں ہو سکتا، برخلاف ان مؤرخوں کے کلام کے، اور اسلام سے پہلے سیکڑوں سال تک ان کتابوں کا لکھا جانا کوئی دلیل ان کے سب مضمون کے صدق کی نہیں، اس لئے ممکن ہے کہ بعض مضمون کسی نے بعد میں بڑھا دیا ہو یا اس کے مصنف نے دانستہ یا نادانستہ غلط لکھا ہو۔ دیکھو سب ترک اور خطا والے اور چین والے اور ہند والے اور مجوسی لوگ طوفان کے سرے سے منکر ہیں، اور اس کو محض بہتان اور طوفان سمجھتے ہیں، اور ان کی تاریخوں میں اس کا پتہ نہیں، اور چونکہ انگریز مؤرخوں کے حساب کے موافق اس طوفان سے آج تک کل مدت چار ہزار دوسو برس کی گزری ہے اس لئے ہندوستان کے سب پنڈت سن کر بہت سا ٹھٹھا کرتے ہیں، اور تکذیب سے پیش آتے ہیں، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر پہلے سوال کے جواب میں معجزہ شق القمر کے بیان میں گذرا، اور

باوجود اس کے اہل کتاب جو اس طوفان کو توریت اور انجیل کے حکم کے موافق عالمگیر جانتے ہیں، اور اعتقاد رکھتے ہیں اور کشتی والوں کے سوا اس میں سب جاندار مخلوقات فنا ہو گئیں، تو ان سب جہاں کے لوگوں کی تاریخوں کی تکذیب کرتے ہیں سو ایسا ہی بعض واقعات میں وہ تاریخیں قرآن کے مخالف بھی غلط گنی جائیں گی، اور تاریخ کی غلطی کے شواہد اور اسی طرح اس بات کے شواہد کہ ہر تاریخی مضمون اعتماد کے قابل نہیں ہوتا بہت نکلتے ہیں، لیکن چونکہ اپنے یہاں کی تاریخوں سے اس امر کا نقل کرنا سائل کے حق میں الزامی نہیں ہو سکتا، اس لئے بعض اور تاریخوں سے جن کو عیسائی لوگ مستند سمجھتے ہیں نقل کر دیتا ہوں۔

کتاب تاریخ میں غلطیاں

ڈاکٹر ٹیٹلر جو عیسائیوں میں معتبر مؤرخ ہے اپنی کتاب ”لب التواریخ“ میں جو دارالامارۃ کلکتہ میں ۱۸۲۹ء کے اندر مطبع چرچ مشن میں چھپی ہے، یوں لکھتا ہے (صفحہ ۲):

”کوئی علم کی ترتیب اتنی کم نہیں ہوئی جتنی کہ اس کی (یعنی کہ تواریخ کی) تعصب کے منبع بے شمار ہیں، اور مبتدی کو مناسب نہیں کہ اپنی طبیعت کو بے ہادی کے مورخوں کے مغالطات کی طرف اختلاف کے میدان میں مٹلی بالطبع چھوڑے“ سچ ہے کہ اس علم کی ترتیب بہت ہی کم ہے، اور تعصب اور طرف کشی میں مؤرخ بھی پرلے درجے کے گرفتار ہیں۔

پھر اسی پہلی جلد کے اندر نویں باب کی تیسری فصل میں لکھتا ہے:

”سلف کے سب مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ لیکرگس نے اسیارٹا والوں کے قواعد و انتظام کی بالکل تغیر و تبدل کی، یہ مؤرخین نیکن کہتے ہیں کہ اس نے دونوں میں سے ایک بھی نہ کیا۔“

دیکھو اس جگہ زمانہ قدیم کے مؤرخین کے تحریر کو مؤرخین جدید نے کیسا غلط بتلایا، اور ان کے اتفاق و اجماع کو ملیا میٹ کر دیا، سو اس لئے صاف کھل گیا کہ پرانا لکھا ہوا سند کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ کسی دلیل سے اس کی صداقت ثابت نہ ہو۔

پھر اسی جلد کے چوبیسویں باب کی انیسویں فصل میں ہے:

”روم کے سارے انتظام کو زیر حکومت بادشاہوں کے اکثر مؤرخوں

نے مساحتہ یوں قرار دیا ہے کہ فقط رومیوں کی فہم و فراست سے ظہور میں

آئے ہیں جو ایک جوان اٹھارہ برس کا اور سر غنہ گروہ شبان یا طائفہ رہزن کا

تھا، یہ قیاس بے معنی ہالی کارلشس والے ڈیوشسش سے نکلا ہے، سچ تو یوں

ہے کہ روم کی مملکت ہر سلطنت کی مانند لازمی حادثوں کا تدریجی نتیجہ یعنی زمانی

اور سیاست المدنی کے لوازم ضرور یہ کا ثمرہ ہے۔“

دیکھو اس جگہ اکثر مورخ مساحتہ اور غلطی میں پڑے ہیں۔

پھر اسی جلد کے اسی چوبیسویں باب کی چوبیسویں فصل میں ہے:

”ان سرگزشتوں سے بہت سے شک اس وقت کے رومیوں کی تاریخ

میں معلوم پڑتے ہیں۔“

دیکھو سرگزشتوں کے ملاحظے سے رومیوں کی تاریخ کو مشکوک ٹھیراتا ہے۔

پھر اسی جلد کے اڑتالیسواں باب کی پہلی فصل میں اوضاع و حسیانہ گاتھ کے

قوموں کے بیان میں ہے:

”جدید مؤرخوں نے اس تصور باطل کو اور بھی مروج کیا دلیر نے انہیں

بڑا ہی وحشی سمجھا ہے۔“

پھر کئی سطر کے بعد یوں ہے:

”مگر اور بعض معتبر مؤرخوں کا قول معتد بہ اس نا شائستہ تصور کو رد

کرتا ہے۔“

دیکھو بعضے مؤرخوں کے قول کے موافق مؤرخین جدید کے جمہور کیسی غلطی میں پڑے ہیں۔

پھر دوسری جلد کے اندر سینتالیسویں باب کی ساتویں فصل میں ہے:
”مہا بھارت کہ جس میں حرب کے احوال اشعار میں ہیں، اور جس کی تصنیف دو ہزار سال قبل مسیح کے ہوئی۔“

اور اسی دوسری جلد کے جدول میں ہے کہ:
”پانچوں کتابیں موسیٰ کی چودہ سو باون برس قبل مسیح کے تصنیف ہوئی ہیں۔“

تو ان دونوں مقاموں سے معلوم ہوا کہ مہا بھارت موسیٰ کی پانچ کتابوں سے پانچ سو اڑتالیس برس پہلے تصنیف ہوئی ہے، اب اس کے اکثر حالات کو کتاب پیدائش سے ملا کر دیکھو، اور بتلاؤ کہ اہل کتاب کس کو سچا کہتے ہیں، اور کس کو جھوٹا؟ آیا ان کے نزدیک ان حالات میں مہا بھارت کو کسی مقام میں یہ صلاحیت ہے کہ اس سے موسیٰ کی کتاب کے کسی مضمون کو رد کیا جائے اور پنڈت لوگوں کے قول کے موافق تو تحقیق یہ ہے کہ مہا بھارت کی تصنیف سے آج تک چار ہزار نو سو پچاس برس کی مدت گزری ہے، اور اس کا مصنف بیدب بیاس ہے جو کنیا اوتار کا ہم عہد تھا اور ان کے قول کے موافق وہ کتاب مسیح علیہ السلام سے تین ہزار ستانوے برس پہلے اور طوفان سے سات سو پچاس برس پہلے تصنیف ہوئی ہے، سو ان کے نزدیک فقط اس کتاب کا وجود جس کے تواتر کا وہ دعویٰ کرتے ہیں، ان سب حالات کو جو طوفان اور طوفان کے بعد دنیا کی آبادی کے بابت کتاب پیدائش میں لکھے ہیں غلط کر دیتا ہے، کیونکہ اگر ایسا طوفان عام ہوا ہوتا تو اس کتاب کا وجود کس طرح ملتا، اور یہ جو انگریزی مؤرخوں نے اپنے مذہب کے بچاؤ کے واسطے پنڈتوں کی تحقیق کے خلاف اس کتاب کی تصنیف کی مدت کو مسیح سے

دو ہزار برس پہلے بتلایا ہے سراسر غلط ہے، اور ان کے مذہب کو اب بھی جھٹلاتا ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک طوفان کا ختم ہونا مسیح سے ۲۳۴۷ برس پہلے اور نوح کی وفات مسیح سے ۱۹۹۸ برس پہلے ہوئی، سو اس حساب سے وہ کتاب حضرت نوح کی وفات سے دو برس پہلے کی تصنیف ہے، اور کنہیا اوتار بھی جو اس کے مصنف کا ہم عہد ہے طوفان کے بعد اور نوح کی وفات سے پہلے ہونا چاہئے، اور یہ تو بہت ہی بعید معلوم ہوتا ہے کہ فقط ایسے تھوڑے سے عرصے میں اتنی جلد حضرت نوح کی اولاد سے ایسے ملک کے ملک آباد ہو گئے ہوں، اور ہندوستان ایسا آباد اور مجمع خلایق اور مردم خیز ہو گیا ہو جیسا مہا بھارت میں لکھا ہے۔

اور ایسی جلدی حضرت نوح کے جیتے جی ہی خدا پرستی چھوٹ کر بت پرستی ایسی رائج ہو گئی ہو، اور ان کے جیتے جی ہی کنہیا سا شخص نکل کھڑا ہو، خیر اس کو چھوڑ کر پھر مطلب پر آتا ہوں کہ اسی طرح کے اور مقامات بھی اس تاریخ میں ملتے ہیں، مگر ان کو چھوڑ کر اس معتبر مسیحی مؤرخ کی غلطیوں کو لکھتا ہوں۔

لب التواریخ میں ٹیٹلر کی غلطیاں
پہلی غلطی

دوسری جلد کے اندر پہلے باب کی پانچویں فصل میں ہے:
”اس کے بعد (یعنی حضرت عثمانؓ کے بعد) ختن محمد (یعنی علیؓ) خلیفہ ہوا، جو آج تک محمدیوں میں مکرم ہے، اس نے مکے کو چھوڑ (کر) پہلے کوفے کو پھر دمشق کو اور بالآخر بغداد کو دار الخلافہ ٹھہرایا، ان کی سلطنت ایک حشمت کے ساتھ ہوئی، مگر پانچ برس تک رہی۔“

اور یہ سراسر غلط ہے، اور صحیح یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خلیفہ ہونے

کے بعد بعض امور کے لحاظ سے مدینے کو جو دار الخلافہ تھا چھوڑ کر کوفے کو دار الخلافہ ٹھہرایا، اور ان کے چین حیات کوفہ ہی دار الخلافہ رہا، اور سنہ چالیس ہجری میں وہیں شہید ہوئے، اور دمشق میں خلافت کے بعد گئے بھی نہیں ہیں، چہ جائے کہ اسے کبھی دار الخلافہ بنایا ہو، وہاں امیر معاویہ کا تسلط تھا، اور اسی طرح نہ بغداد کو کبھی حضرت علیؑ نے دار الخلافہ بنایا تھا، بلکہ ۱۴۵ھ ہجری میں ابو منصور دوانیقی نے اس شہر کی عمارت پر ایک کروڑ دینار زر سرخ صرف کیا، اور اس شہر کو دار الخلافہ بنایا، اس کے بعد خلفائے عباسی کا ۶۵۴ھ تک وہ شہر دار الخلافہ رہا تھا، اور نہ حضرت علیؑ کی خلافت قوت اور حشمت کے ساتھ ہوئی، بلکہ امیر معاویہ کی مخالفت کے سبب خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کی خلافت کی قوت کی نسبت ضعف کے ساتھ ہوئی اور خلافت کی مدت بھی کل چار برس نو مہینے ہوئی نہ پانچ برس۔

دوسری غلطی

پھر اسی دوسری جلد کے اندر سترہویں باب کی پہلی فصل میں ہے:
 ”فلسطين ترکوں کے قبضے میں تھا اور اس کا صدر الصدور یروشلم کا شہر گو کہ اپنی اگلی رونق سے گھٹ گیا تھا، تاہم اس کی عزت اب تک مظفروں کی نظروں میں بطور شہر مقدس کے تھی، اور اکثر محمدی زیارت کے لئے وہاں مقبرہ عمرؓ پر جایا کرتے۔“

اور یہ بھی غلط ہے، اس لئے کہ یقیناً حضرت عمرؓ مدینہ منورہ میں حضرت محمد ﷺ

کے روضہ مقدسہ کے اندر مدفون ہیں، اور ان کی قبر حضرت کی قبر کے پاس ہے، اور اس میں کسی معتبر مؤرخ اسلامی کا اختلاف نہیں، اور اسی مؤرخ کی غلط تحریر کے موافق طامس نیوٹن نے بھی اپنی کتاب پیشینگوئیوں کی شرح کی دوسری جلد میں کسی انگریزی

تاریخ سے نقل کیا ہے (نسخہ سن ۱۸۰ء صفحہ ۶۴):

”اور یہی مسجد ہے جو اول یروشالم میں بنی، اور عمرؓ کو موافق تصریح کے

مورخین کی اسی مسجد میں ایک غلام نے صبح کی نماز میں مار ڈالا ہے، اور عبد الملک

بن مروان نے جو بارہواں خلیفہ تھا، اس مسجد کو بڑھایا ہے۔“

اور یہ بھی غلط ہے، اور حضرت عمرؓ کی شہادت مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے اندر

ظہور میں آئی ہے، نہ کہ یروشلم میں بیت المقدس کی مسجد کے اندر۔

تیسری غلطی

پھر لب التواریخ کی تیسری جلد کے اندر چوبیسویں باب کی دوسری

فصل میں ہے:

”مشتہر اور نگ زیب جو کہ اٹھارہویں قرن کے آغاز میں دہلی کے تخت

سلطنت پر بیٹھا ۱۸۰ء تک بقید حیات تھا۔“

یہ بھی غلط ہے، اور اس کے موافق لازم آتا ہے کہ عالمگیر بادشاہ سو برس کے

قریب تخت نشین رہا ہو، اور آج تک اس کی وفات سے کل سینتالیس برس کی مدت

گزری ہو، اور اس کی زندگی میں انگریزوں نے دلی لے لی ہو، اور بنگال میں لن کا

تسلط اور نگ زیب کی وفات سے بہت پہلے ہو گیا ہو، حالانکہ یہ سب جہتیں غلط ہیں،

بلکہ صحیح یہ ہے کہ پہلی ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ ہجری میں جمعہ کے دن انتالیس برس گیارہ مہینے بیس

دن کی عمر میں عالمگیر تخت سلطنت پر بیٹھا، اور پچاس برس ستائیس دن سلطنت کر کے

جمعہ کے دن ستائیسویں ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ ہجری میں وفات پائی (۱)

سو اس حساب سے اس کی تخت نشینی کی مدت پچاس برس ستائیس دن ہے، اور

(۱) اور جلوس کی تاریخ اس بادشاہ مغفور کی یہ ہے: فأطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر

منكم۔ اور وفات کی تاریخ یہ ہے: برقت از جہاں بادشاہ دلی ۱۲۱۸ھ

اس کی وفات سے آج تک ایک سو تریس برس کے قریب گزرے ہیں۔

دیکھو اس نامور مؤرخ نے تینوں جگہ بہت بڑے مشہور شخصوں کے حال کے لکھنے میں ایسی بڑی غلطی کی ہے، اب غیر مشہور کا حال تو کیا لکھیں، اور تثلیث کے عدد متبرک کے موافق اس کے کلام سے اسی قدر نمونہ کافی ہے۔

ولیم میور کی غلطیاں

اور ولیم میور صاحب اپنی تاریخ اردو کلیسیا کے تیسرے باب کی سترہویں دفعہ میں یوں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۸ء صفحہ ۸۱):

”ٹھیک دریافت کرنا اس بات کا کہ خطوط وغیرہ متعلق انجیل کس وقت میں ایک جلد میں جمع کئے گئے خالی وقت سے نہیں ہے، لیکن یقیناً معلوم ہے کہ دوسری صدی کے شروع میں یعنی ۱۰۰ء کے تھوڑے عرصے کے بعد تمام دنیا کے کلیسیا نے انجیل کو مع جملہ خطوط بمنزلہ عقائد کے قبول کیا۔“

اور اس قول پر یعنی ۱۰۰ء کے الخ حاشیہ میں یوں لکھتے ہیں:

”یعنی سترہ ۱۰۰ء اسی ۸۰ برس بعد مصلوب ہونے مسیح کے۔“

اور چونکہ ان کے مؤرخین کے نزدیک بالاتفاق مسیح ۳۳ء میں مصلوب ہوئے ہیں، اس صورت میں ہم اگر بڑے عدد کو جو اسی ہے ۳۳ کے ساتھ جمع کریں تو ایک سو تیرا ہوتے ہیں، سواب لازم آتا ہے کہ یہ بات یقینی ہو کہ ۱۱۳ء میں انجیل کو مع جملہ خطوط کے تمام دنیا کی کلیسیا نے واجب التسلیم مان لیا ہو، حالانکہ یہ بات تو یقیناً غلط ہے، بلکہ نامہ دوم پطرس و نامہ دوم و سوم یوحنا و نامہ یہودا و نامہ یعقوب و نامہ عبرانیہ و کتاب مشاہدات کو ۳۶۳ء تک ہرگز ہرگز تمام دنیا کی کلیسیا نے نہیں مانا تھا، بلکہ اول کے چاروں خطوط کو سریانی کلیسیا اب تک نہیں مانتا، اور رد کرتا ہے، جیسا کہ سترہویں سوال

کے جواب کی پہلی ہدایت کے اندر اور بارہویں ہدایت کی چوتھی قسم کے اندر تفصیل سے گزرا۔

اور اس قسم کی باتیں دیدہ و دانستہ اس نامور مورخ نے قصداً مغالطہ دینے کے لئے اکثر غلط لکھی ہیں، اس کے مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں رہ سکتیں۔

یہودی مورخ یوسفیفش کی غلطیاں

اب یہودی مورخ یوسفیفش کا حال جو عیسائیوں میں معتبر ہے سنیے، اور اس کی تثلیث کے عدد تبرک کے موافق تین غلطیوں کو لکھوں گا:

پہلی غلطی

اخبار الایام کی ۲ کتاب کے ۳۶ باب میں ہے کہ:
”بخت نصر بابل کا بادشاہ یہو یقیم یہودا کے بادشاہ کو قید کر کے بابل کو لے گیا تھا۔“

اور یوسفیفش اپنی تاریخ کی دسویں کتاب کے چھٹے باب میں لکھتا ہے کہ:
”یروشلم میں اس کو قتل کرا کے اس کی لاش کو شہر پناہ کے باہر پھینکوا دیا تھا اور دفن کرنے نہ دیا۔“

اور چونکہ عام پادری کتاب اخبار الایام کے حامی ہیں تو خواہ مخواہ بیچ کر کے

یوسفیفش

کو غلط بتلائیں گے۔

دوسری غلطی

آدم کی ولادت سے طوفان نوح تک عبری تہذیب کے موافق ۱۶۵۶ برس کی مدت

ہے اور یہی انگریزی مورخوں کا مختار قول ہے، اور یوسفیش اس مدت کو ۲۲۵۶ برس بتلاتا ہے سو اس جگہ یہی پادری لوگ یوسفیش کو غلط کہیں گے۔

تیسری غلطی

طوفان سے ابراہیم کی ولادت تک توریت عبری کے موافق ۲۹۲ برس کی مدت ہے، اور انگریزی مورخوں کے مطابق ۳۵۲ برس کی مدت ہے، اور یوسفیش کے نزدیک ۹۹۳ یا ۱۰۰۲ برس کی، اور اس جگہ بھی انگریز مورخ جیسا توریت کو غلط کہیں گے یوسفیش کو بھی غلط کہیں گے، اور اسی طرح ان کی دوسری معتبر تاریخوں کا حال ہے کہاں تک لکھوں۔

www.kitabosunnat.com

چوبیسواں سوال

اوپر مذکور ہوا ہے کہ کتب قدیمہ اور قرآن دونوں اسانید متواترہ کے ذریعہ اصلی کتب ثبوت کو پہنچی ہیں، اور احوال اپنے اپنے عہد کے جوان میں درج ہیں سچ ہیں، پس اس صورت میں فرمائیے کہ دلیل تواتر کو ہاتھ سے گرا دیجئے گا، اور دونوں کی نسبت شبہ اور شک میں گرفتار رہیے گا، یا آنکھیں بند کر کے یہ فرمائیے گا کہ تواتر فقط لفظ قرآن سے مل کر تحقیق ہوتا ہے، اور غیر میں اس کے شبہ ہوتا ہے یا از روئے انصاف یہ اقرار کیجئے گا کہ قرآن کے مصنف کو حالات قدیمہ سے آگاہی نہ تھی؟

الزامی جواب

چینیوں اور ہندیوں اور مجوسیوں اور خطا والوں اور دوسرے لوگوں کی کتب قدیمہ اور بائبل دونوں بذریعہ اسناد متواترہ کے اصلی کتب ثبوت کو پہنچی ہیں، اور احوال اپنے اپنے عہد کے جوان میں درج ہیں سچ ہیں، سو اس صورت میں فرمائیے کہ دلیل تواتر کو ہاتھ سے گرا دیجئے گا، اور دونوں کی نسبت شبہ اور شک میں گرفتار رہیے گا، یا آنکھیں بند کر کے فرمائیے گا کہ تواتر فقط بائبل کے لفظ سے مل کر تحقیق ہوتا ہے یا از روئے انصاف یہ اقرار کیجئے گا کہ بائبل کے مصنفوں کو حالات قدیمہ سے آگاہی نہ تھی، اس لئے سیکڑوں حالات کے لکھنے میں غلطی کی ہے، مثلاً یہ کہ طوفان کو غلطی کی راہ سے ایسا لکھا کہ کشتی والوں کے سوا جس میں آدمی تو فقط آٹھ ہی تھے کوئی جاندار دنیا میں نہیں بچا تھا، اور یہ کہ عالم کی پیدائش ایسے قریب عرصے کی

بتلائی جس کی آج تک کل مدت ۵۸۵۸ برس کی گزری ہے، اور اسی طرح اور حالات میں جن کو یقیناً دنیا کی تاریخیں رد کرتی ہیں، اسی لئے بعضے بڑے بڑے نامور مؤرخین نے اس مجموعہ کے ایسی حالات مندرجہ کو غلط کہا، اور اس کے ابطال پر کمر باندھی۔

لب التواریخ کے دوسری جلد میں انچاسویں باب کی پہلی فصل کے اندر چین کی ولایت کے بیان میں یوں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

”اس ملک وسیع کی قدامت اور وہاں کے انتظام اور شرائع اور رسوم و صنایع بدائع و فنون کے احوال نے مناقشے اور مناظرے کے بڑے باب کو مفتوح کیا ہے،“ لیٹر اور رینال اور دوسرے انہیں کے امثال و اقران کے مصنفوں نے کتاب مقدس کے اقوال اور جمیع زمانیات کے تصورات کے ابطال کے لئے بدو جہاں (دنیا کے آغاز) کی بابت چین کے تئیں ایسے زیور اقد میت کو محلی کیا ہے، اور تہذیب و مہارت فنون و صنایع و بدائع کے وصف کو ایسے عہد تک پہنچا دیتے ہیں جو کہ اس حالت ترقی اور تہذیب سے بمقابلہ تضاد رکھتا ہے کہ جس کا ذکر کتب موسیٰ میں مندرج ہے۔“

(یہاں تک لب التواریخ کی عبارت تھی جو اسی کے الفاظ میں منقول ہوئی)۔
اور ابوالفضل اکبر نامہ میں لکھتا ہے:

”آنچه بر صفحات مسامع والواح اخبار اشتہار دارد کہ آغاز آدمیاں را ہفت ہزار سال مے گویند، اصلی کہ شائستگی قبول عقول و افکار دانا یاں داشته باشند ندارد، و در امثال ایں امور عقل درست اندیش دور ہیں از راستی ہا در یافت گاہ انکاری کند و گاہ از احتیاط توقف می نماید و بدستکاری خرد و مددکاری نقلہائے معتبر و خبرہائے معتمد روزگار مثل کتب قدیمہ ہندی و خطائی و غیر آں و از ضبط تواریخ متواترہ حکمائے ایں اقلیم مفہوم می شود کہ ایں عالم و عالمیاں را ابتداء نیست۔“

پھر نوح کے طوفان میں لکھتا ہے:-

”اگرچہ نقل پرستان روزگار کہ در نقل طوفانی سے کنند و آں طوفاں را بہمہ

عالم نسبت سے دہند، ظاہر اچھیں نباشد چہ در ہندوستان کہ کتب چندیں ہزار سالہ

موجود است، ازاں طوفان نشانے پیدا نیست۔“

(یہ دونوں عبارتیں ملخص کر کے نقل ہوئی ہیں)

دیکھو دونوں حادثوں کی صراحۃً تکذیب کرتا ہے، اگر اہل کتاب کے پاس اس

شبہ کا جواب اور بھی ہو سوائے اس کے جو ہم تحقیقی جواب میں نقل کریں گے تو وہی

جواب ہماری طرف سے سمجھ لیں، اور خود بائبل کی کتابوں میں بھی اکثر تاریخی حالات

میں اختلاف ہے، جیسا کہ سترہویں سوال کے جواب میں گذرا، سو اس جگہ بھی بائبل

کی بعض اگلی اور بعض پچھلی کتاب کو لے کر سائل کا یہی سوال جاری کر سکتے ہیں۔

تحقیقی جواب

اگلے سوالوں کے جواب میں اچھی طرح سے معلوم ہو گیا ہے کہ ان کتابوں کا تواتر

کس راہ سے ہے، اور اس کے موافق یہ نہیں لازم آتا ہے کہ جو حال ان کتابوں میں درج

ہے وہ سب سچا بھی ہو، سو اب سائل کا یہ قول ”اور احوال اپنے اپنے عہد کے جو ان میں

مندرج ہیں سچ ہیں“ مخدوش اور مردود ہے، اور جب ان کا تواتر ایسا ہو جیسا گذرا تو اب اگر

بعض حالات میں قرآن کی مخالفت ان تاریخوں کے ساتھ ہو تو نہ دلیل تواتر ہاتھ سے گرتی

ہے، اور نہ دونوں کی نسبت شبہ اور شک میں گرفتاری لازم آتی ہے، اور نہ آنکھیں بند کر کے

اس تواتر کا انکار کرنا پڑتا ہے جس کے انکار سے خرابی ہے، اور غلطی سے سائل اپنے زعم میں

ان کتابوں کی نسبت بھی اسے سمجھے بیٹھا ہے اور نہ صاحب قرآن کی حالات قدیمہ سے عدم

آگاہی ثابت ہوتی ہے، بلکہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ قرآن والا حال صحیح ہے، اور ان کتابوں والا

غلط، اور ان کا وہ تواتر جو سائل کو مفید ہو ہرگز ہرگز نہ اب تک ثبوت کے درجے کو پہنچا ہے، اور

نہ پہنچ سکتا ہے۔

پچیسواں سوال

اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میں قرآن کو کلام اللہ جانتا ہوں، لیکن جو قرآن کہ زمانہ حال میں پایا جاتا ہے وہ اصلی نہیں ہے بلکہ جعلی اور محرف ہے، کیونکہ اس میں نامعقول باتیں پائی جاتی ہیں تو فرمائیے کہ اس شخص کو یہ جواب دو گے کہ اے برادر یہ سوال دیگر ہے کہ تیرے زعم میں چند مسائل قرآن کے عقل کے خلاف ہیں، مگر یہ تحقیق ہے کہ تو علم تاریخ اور طریق تواتر سے بالکل ناواقف ہے۔

اور تیرا یہ قول کہ ”میں قرآن کو کلام اللہ جانتا ہوں“ محض غلط ہے، تو اپنے توہمات کا تابع ہے، اور اپنے وہم میں تو نے ایک اور فرضی قرآن قرار دے لیا ہے یا یہ جواب دیجئے گا کہ سچ وہ قرآن جس کا زمانہ محمدی سے آج تک رواج ہے بلاشبہ جعلی ہے، اور بے شک کوئی اور قرآن ہوگا، گو اس کا اشارہ زمانہ سلف سے آج تک کسی نے نہیں کیا؟

جواب

چونکہ قرآن کے سارے مجموعہ میں اول سے آخر تک کوئی ایسی بات نہیں جو الوہیت کے مناقض یا خدا کی صفات کمالیہ کے مخالف یا انبیاء کے نبوت کے منصب کے منافی ہو یا برہان عقلی قطعی یا نقلی قطعی کے برخلاف ہو، سواؤلاً اس شخص سے ان باتوں کو جنہیں وہ نامعقول سمجھتا ہے، اور تحریف کی دلیل بناتا ہے دریافت کر کے برہان سے

ثابت کیا جائے گا، کہ وہ نامعقول باتیں نہیں، اور اے بھائی بالکل تیرا زعم غلط ہے، اور جب اس کی دلیل اٹھ گئی تو پھر ثانیاً ثابت کیا جائے گا کہ یہ قرآن لفظاً لفظاً رسول اللہ ﷺ کے عہد سے آج تک تواتر قطعی سے ثابت ہے، اور اس کی عبارت اعجاز اور بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر ہے، اور ممکن نہیں کہ اس میں انسانی کلام ملکر کھپ جائے، سو جتنا یہ کلام ہے وہ سب کا سب آسمان سے نازل کیا گیا ہے، اور اس کے حق میں خود خدا کا وعدہ یوں لکھا ہوا ہے کہ تحقیق ہم خود اس کے البتہ نگہبان ہیں، یعنی ہر وقت میں زیادتی اور نقصان اور تبدیل سے، جیسا کہ ان امروں کا بیان پہلے سوال کے جواب میں گذرا۔ سو یہی قرآن ہے جو محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا، اور آج تک ویسا ہی زیادتی اور کمی اور تحریف کے بغیر پایا جاتا ہے، جیسا کہ محمد ﷺ کے عہد میں تھا، اور قرآن کا حال ایسا نہیں جیسا عہد عتیق اور جدید کی کتابوں کا ہے، کہ ان میں بعض باتیں اہل تثلیث مفسروں کی تفسیر کے موافق الوہیت اور صفات کمالیہ کے منافی ہیں، اور بہت باتیں نبوت کے منصب کے مخالف ہیں (مثلاً بعض پیغمبروں کا شراب کے نشے میں متوالے بن کر دورات برابر اپنی بیٹیوں سے زنا کرنا، اور بعض پیغمبروں کا گوسالہ پرستی کرنا اور کروانا اور بعض پیغمبروں کا نبوت کے بعد مرتد بن کر بت پرستی کرنا، اور بت خانے بنوانا، اور بعض پیغمبروں کا خود تبلیغی احکام اور وحی میں جھوٹ بولنا، اور ان کے مانند) اور ان کی سند متصل نہیں، اور مناسب تواتر سے ثابت نہیں ہوتی، بلکہ ان میں سے بعض کتابیں تو ایسی ہیں کہ خود اہل کتاب کے بڑے بڑے عالم اس کو جھوٹی کہانی بتلاتے ہیں، اور بعض ایسی ہیں کہ ان کو ان کے عالم ایک ناپاک راگ اور راگ ادبائشانہ واجب الاخراج کہتے ہیں، اور بعض ایسی ہیں کہ تقریباً چار سو برس تک مردود رہی ہیں، اور بعض بڑے بڑے عالموں نے اسے ایک ملحد کی تصنیف بتلایا ہے، اور ان میں ہر قسم

کی تحریف لفظی ہوئی جس کا اقرار اہل کتاب کے علماء سلف سے خلف تک کرتے چلے آتے ہیں، اور مخالف مذہب کے لوگ دوسری صدی سے چلاتے ہیں کہ عیسائیوں نے تین بار یا چار بار بلکہ اس سے بھی زائد اپنی انجیلوں کو بدلا ہے، اور ان میں یقیناً اختلافات معنوی اور غلطیاں بھی ہیں، اور خود ان کے علماء محققین کے اقرار کے موافق ہر معاملہ اور ہر گزارش ان کی الہامی بھی نہیں، جیسا کہ ان سب امور کا تفصیل سے بیان سترہویں سوال کے جواب میں گذرا۔

چھبیسواں سوال

جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے اور کتاب بنائے یا کہے اور اس کو کلام اللہ قرار دے، اور کتب سابقہ کو جو قرار واقعی تواتر سے ثابت ہوں محرف یا جعلی بتائے تو بتائیے کہ صد ہا سال کے بعد اس کے متبعین کس طرح اس بات کی تحقیق کریں گے کہ ان کے نبی کے نام سے جو کتاب مشہور ہے وہ اصلی ہے یا جعلی؟

جواب

اس قول سے ”کتب سابقہ کو جو قرار واقعی تواتر سے ثابت ہوں“ سائل کی مراد اگر یہ ہے کہ ان کتابوں کی سند متصل ہے، اور مصنف کے عہد سے آج تک تواتر کی راہ سے ہر فقرہ اور ہر لفظ ان کا منقول ہے، اور برہان سے ثابت ہے کہ کسی طرح کی تحریف ان میں نہیں ہوئی، تو ممکن نہیں کہ سچا نبی ایسی کتابوں کو جعلی اور محرف بتلائے، سو اس صورت میں ایسا فرض کرنا تو ایک لغو فرض کرنا ہے، التفات کے قابل نہیں، اور اگر مراد یہ ہے کہ فقط کسی شخص کی طرف نسبت اس کی مشہور ہو گئی ہو، گو نفس الامر میں اس کی تصنیف ہو یا نہ ہو، اور گو ہر فقرہ اور ہر لفظ اس کا تواتر کی راہ سے نہ منقول ہو، بلکہ تحریف بھی اس میں ہر قسم کی ہوئی ہو، تو ممکن ہے کہ سچا نبی ایسی کتابوں کو محرف یا جعلی بتلائے، اس معنی کر کے کہ بعض کتاب تو حقیقت میں اس مصنف کی تصنیف نہیں جس کی طرف نسبت ہے، اور بعض کتاب گو اس کی تصنیف ہے مگر بعد میں اس میں تحریف

ہوئی ہے، اور جب خارج سے یہ بات معلوم ہو اور اس نبی کی نبوت بھی معجزات اور دلائل حقہ سے ثابت ہو تو پھر یہ بات یقینی اور واجب الاعتقاد ہو جائے گی۔

رہی اس نبی کی کتاب اگر اس کا یہ حال ہو کہ اس نبی کے عہد سے آج تک ہر ہر فقرہ اور ہر ہر لفظ اس کا تواتر کی راہ سے منقول ہو، اور اس کے علاوہ یہ بات بھی ثابت ہو کہ غیر کلام اس میں نہیں مل سکتا، اور خدا کا وعدہ اس کی حفاظت کا بھی ہے تو صد ہا سال کے بعد کا کیا ذکر، ہزار ہا سال کے بعد بھی نہایت آسانی سے ثابت کر سکیں گے، اور اگر اس کتاب میں بھی تواتر دوسری قسم کا ہو تو حقیقت میں وہ بھی اس کی اصلیت کا اثبات نہ کر سکیں گے۔

ستائیسواں سوال

اس نبی کے قول سے سب معتبر تاریخوں کا اعتبار جاتا رہے گا یا قائم رہے گا،
یعنی اس قول سے دہریہ پن رواج پائے گا یا خدا پرستی کی ترویج ہوگی، اور ایمان کتب
مقدسہ پر مضبوط ہوگا؟

جواب

اگر وہ نبی سچا ہے تو بے شک ان تاریخوں کا اس بات میں جس کا وہ انکار کرتا
ہے اعتبار نہ رہے گا، اور کہا جائے گا کہ بے شک مصنف نے یہ بات دانستہ یا نادانستہ
غلط لکھی ہے یا اس نے نہ لکھی تھی، بعد میں کسی نے لکھ دی ہے، اور بھول چوک اور عمداً
غلطی تعصب مذہب کے سبب مؤرخوں سے ہوتی ہے، جیسا کہ تیسویں سوال کے
جواب میں گذرا، اور جب وہ نبی سچا ہے تو اس کے قول کے ماننے میں عین خدا پرستی کی
ترویج ہوگی، نہ دہریہ پن کی، اس لئے کہ غلط بات کو غلط ماننا عین خدا پرستی ہے، شیطان
پرستی، اور دہریہ پن تو یہ ہے کہ غلط بات کو سچ کر کے صحیح کہے جائیں، گو اس کی خاطر خدا
اور سچے رسول کا انکار کرنا پڑے، جیسے اہل کتاب کے سب علماء طوفان اور عالم کی
پیدائش وغیرہ کے بارے میں موسیٰ کے قول کے موافق ہندیوں اور چینوں اور خطا
والوں اور مجوسیوں اور اور جہاں والوں کی قدیم تواریخ کو اور حکماء یونان اور غیر یونان
کے اقوال کو غلط بتلاتے ہیں، اور موسیٰ کے قول کی تصدیق عین حق پرستی اور خدا پرستی
گنتے ہیں۔

اٹھائیسواں سوال

بالکل انکار نبیوں اور کلام الہی کا اس پر مبنی ہوتا ہے کہ کتب سابقہ کیسی ہی تواتر سے ثابت کیوں نہ ہوئی ہوں وہ جھوٹ اور بناوٹ ہیں، یا اس پر کہ تواتر کاملہ سے ثابت کی ہوئی کتابیں زمانہ سلف کی اصل اور درست ہوتی ہیں؟

جواب

گذشتہ سوالوں کے جواب میں کئی بار معلوم ہو چکا کہ تواتر سے سائل کے کلام میں دو معنی محتمل ہیں، اگر اول معنی مراد ہے تو وہ انکار شق اول پر لازم آتا ہے، اگر دوسرا معنی مراد ہے تو وہ انکار نہ شق اول پر لازم آتا ہے نہ دوم پر، اور جب اہل کتاب کی مقدس کتابوں کا ویسا حال ہو، جیسا کہ گذشتہ سوالوں کے جواب میں معلوم ہوا، اور حضرت ﷺ کی رسالت اور قرآن شریف کا حق ہونا اول عقلیہ قطعہ اور نقلیہ قطعہ سے ثابت ہو جیسا کہ اہل اسلام کی دینی کتابوں اور گفتگو کے رسائل میں لکھا ہوا ہے، تو اب کلام الہی اور نبوت کا انکار اس پر مبنی ہے کہ ان کی رسالت اور قرآن کے حق ہونے کو نہ مانا جائے۔

اثنیسواں سوال

ایک شخص بہت سے عجائبات اور کرامات دکھلاتا ہے، اور دعویٰ کرتا ہے کہ فقط دو برس گزرے کہ ہندوؤں میں ذات کا رواج پڑا، اور اس سے پہلے اس کا نام نشان نہ تھا، فرمائیے کہ اس صورت میں آپ اس کی کرامات کے باعث سے ساری تاریخوں اور سابقہ تواتر وغیرہ کو بالکل باطل مان کر اس کے قول کو مانیں گے، یا یہ کہیں گے کہ یہ شخص بڑا کاذب ہے اور کرامات کی قوت اس کی شیطانی ہے؟

جواب

اگر وہ صاحب کرامات نبوت کا مدعی ہے، اور اس کی نبوت دلائل حقہ سے ثابت ہے تو وہ کبھی ایسے امر خلاف حق کو نہ فرمائے گا، اور یہ فرض بالکل باطل اور التفات کے قابل نہیں، ہاں یہ ممکن ہے کہ ایسی بات کو فرمائے جو نفس الامر میں حق ہو، گو عوام اور خلق میں اس کے خلاف مشہور ہو، اور اس غلط شہرت کو عوام کا لانا عام تواتر سمجھتے ہوں، یا اپنی وہمیات کو ادلیہ قطعہ سمجھتے ہوں جیسا کہ حضرت موسیٰ نے امور مذکورہ بالا میں ارشاد کیا ہے، اور ان کے ارشاد کے مطابق مخالفوں میں اس کے خلاف کی شہرت اہل ہند، کیا اہل چین، کیا اہل ختا، کیا مجوس، کیا اور لوگ غلط قرار دی گئی، اور یونانی غیر یونانی حکماء کے اقوال کو غلط مانا گیا، اور وولیسٹر اور رینال اور ابوالفضل اور ان کے امثال کو اس امر میں واہی گنا گیا، اور سمجھا گیا کہ ہر تاریخی بات صحیح نہیں ہوتی، مورخوں سے بھول چوک بھی ہوتی ہے، اور کبھی قصداً تعصب کی راہ سے غلط بھی لکھ دیتے ہیں (۱) اور ہر تاریخی بات ایسی نہیں کہ اس کو نبوت کے کلام کے مقابل کیا جائے۔

خاتمہ

جب سائل کے سوالوں کے جواب سے بفضل اللہ فراغت ہوئی تو اب اس رسالے کو تین امر پر ختم کر دیتا ہوں:

پہلا امر عام التماس

جو عموماً تمام اہل علم کی خدمت میں ہے

جہاں میں جو کوئی ہے صاحب ہوش	جو ہے مثل قلم سر تا بہ پا گوشت
اسی کی خدمتِ عالی میں ہے عرض	اور اس پر بھی قبولِ عرض ہے فرض
کہ ہوتی ہے خطا ہر یک بشر سے	خصوصاً مجھ سے ناقص بے ہنر سے
قلم کی دیکھو جس جا لغزش پا	کرم سے دیجیو اصلاح اس جا
نہ رکھو مجھ پہ ہرگز حرف خامی	بقول پاک مولاناے جامی
”بقدر وسع در اصلاح کوشند	اگر اصلاح نتواند خموشند“
اگر مجھ کو دعا سے تم کرو یاد	تو تم سے بھی خدا ہووے بہت شاد

دوسرا امر خاص التماس جو پادریوں کی خدمت میں ہے

اول

اول یہ ہے کہ اگر کوئی سخت کلمہ تمہاری نسبت قلم کی زبان پر آیا ہو تو معاف کیجئے گا، کہ گفتگو میں ایسا امر بے اختیار سرزد ہو جاتا ہے۔

دیکھو پرنسٹنوں کے فرقہ کے پیشوا کو جو جناب مصلح دین ہیں پوپ صاحب اور ان کے متعلقین کے حق میں کیا کیا سخت اور ست کلمے لکھتے ہیں کہ ہم کو ایک ادنیٰ شخص کے مقابلے میں بھی ایسے الفاظ لکھنے میں تامل ہوتا ہے (۱) جو انہوں نے اس شخص کے بارے میں لکھے ہیں جو اپنے وقت میں سب مسیحیوں کا (کیا اعلیٰ اور کیا ادنیٰ اور کیا فقیر اور کیا امیر اور کیا بادشاہ اور کیا چمار) پیشوائے مطلق اور مقتدائے برحق تھا، اور ان کے ”کلمات طیبہ“ کی نقل سترہویں سوال کے جواب میں چوتھی ہدایت کے اندر گزری۔

اور جناب مصلح کا پوپ صاحب کے مقابلے کے سوا اور جگہ بھی ایسا ہی حال تھا، انگلستان کے بادشاہ ہنری ہشتم کے حق میں بھی ایسا ہی کچھ لکھا ہے، چنانچہ ان کے

(۱) کیونکہ میں نہ کوئی مولوی ہوں، نہ قابل، بلکہ ایک غریب، گناہگار، اپنی کم استعدادی کا اقرار کرنے والا ہوں، اور اس لحاظ سے مناسب یہ تھا کہ خون لگا کر خواہ مخواہ شہیدوں میں نہ ملتا، پر کیا کروں کہ محبت اسلامی کشاں کشاں اس پر لائی۔ ۱۲ منہ

بعض اقوال جو کیتھولک ہرلڈ کی نویں جلد کے صفحہ ۲۷۷ میں جناب ممدوح کی ساتویں جلد سے منقول ہوئے ہیں یہ ہیں:

(۱) یقیناً لو تھرڈر جائے جب بادشاہ خرچ کرے اتنا تھوک جھوٹ اور بک بک میں۔

(۲) میں بولتا ہوں جھوٹے قلعبان سے، اور جب اس نے حق سے اپنے بادشاہت کے منصب کا خیال نہ رکھا تو میں اس کے جھوٹ کو کیوں نہ الٹا، اس کے گلے میں گھسیڑوں۔

(۳) اے ٹومسٹی کل ٹپ (یعنی غسل کے چوبی حوض) اور نادان تو جھوٹ کہتا ہے، اور کفن چور اور احمق بادشاہ ہے۔

(۴) اس طرح سے کرتا ہے یہ بادشاہ بڑ بڑانے والا تہمت کار اور ہٹ کرنے والا احمق۔

دیکھو ایسے بڑے جلیل القدر بادشاہ کے حق میں کیسے کیسے سخت اور سخت کلمات لکھے ہیں، اور جناب مصلح کا بھی کیا ذکر جناب عیسیٰ کی زبان مبارک پر بھی یہود کے علماء کے حق میں کبھی کبھی انتہائی سخت الفاظ جاری ہوئے ہیں، اور آپ نے ان کو مٹکارا اور جہنم کے فرزند اور نادان اور اندھے اور ریاکار اور مفسد اور رائٹوں کے مال کھانے والے اور شیطان کے بچے اور مانند ان کے فرمایا ہے، اور بعض وقت ان علماء نے شکایت کے طور پر عرض بھی کیا تھا کہ آپ ہمیں گالیاں دیتے ہیں، اور بدنام کرتے ہیں۔

مسی کی انجیل کے ۲۳ باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

”۱۳۔ اے مٹکار کا تبو اور فروسیو تم پر افسوس کہ تم آسمان کی بادشاہت لوگوں پر بند کرتے ہو اور اس میں نہ تم آپ آتے ہو، اور نہ آنے والوں کو آنے دیتے ہو۔

۱۴۔ اے مٹکار کا تبو اور فروسیو تم پر افسوس کہ تم بیواؤں کے گھروں کو نکلتے

ہوا اور بہانے کے لئے نماز کو دراز کرتے ہو اٹھ۔

۱۵۔ اے مکار کا تبو اور فروسیو تم پر افسوس کہ تم ایک کو (۱) اپنے دین میں لانے کے لئے تری اور خشکی کی سیر کرتے ہو، اور جب وہ آچکا پھر تم آپ سے اسے دو گئے جہنم کا فرزند بناتے ہو۔

۱۶۔ اے اندھے رہنماؤ اٹھ۔

۱۷۔ اے نادانو اور اندھو اٹھ۔

۲۳۔ اے مکار کا تبو اور فروسیو اٹھ۔

۲۴۔ اے اندھے رہنماؤ اٹھ۔

۲۵۔ اے مکار کا تبو اور فروسیو اٹھ۔

۲۶۔ اے اندھے فروسی۔

۲۷۔ اے مکار کا تبو اور فروسیو اٹھ۔

۲۸۔ اے سانپو! کالے سانپوں کے بچے! تم جہنم کے عذاب سے کیونکر

بچو گے۔“

اور لوقا کی انجیل اسی حال کے بیان میں گیارہویں باب کے ۴۵ درس میں

یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

”اس وقت ایک فقیہ نے جواب دیا اے مرشد! یہ کہہ کے تو ہمیں بدنام

کرتا ہے۔“

(فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

”یکے از فقیہاں وے را گفت اے استاد ازیں سخاں کہ تو می گوئی مارا

سب می نمائی۔“

اور یوحنا کے انجیل کے ۸ باب ۴۴ درس میں جناب مسیح کا قول یہودیوں کے

(۱) یہی پادری مشنریوں کا حال ہے۔ ۱۲ منہ

خطاب میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

”تم اپنے باپ شیطان سے ہو، اور اپنے باپ کی خواہش پر چلتے ہو
الخ۔“

اس کے علاوہ ہم ایک وجہ سے معذور بھی ہیں کہ تم لوگوں کے کلام میں جناب
سید المرسلین ﷺ اور قرآن اور حدیث کی نسبت سخت الفاظ دیکھ کر بے تاب ہو جاتے
ہیں، اور اگر اس بارے میں کبھی کچھ عرض کیا گیا تو وہ اچھی طرح قبول نہ ہوا۔

صاحب استفسار نے اپنے دوسرے خط محررہ ۲۶ جولائی ۱۸۴۴ء میں گفتگو
کی چار شرطوں میں سے پہلی شرط یہ لکھی تھی:

”ہمارے پیغمبر خدا کا نام یا لقب تعظیم کے الفاظ ملا کر لینا، اگر منظور نہ ہو تو

یوں لکھا کیجئے کہ تمہارے نبی یا مسلمانوں کے نبی، اور افعال کے صیغے یا ضمائر جو

ان کی نسبت آویں تو بصیغہ جمع آیا کریں، جیسا اہل اردو بولتے ہیں، ورنہ ہم سے

بات نہ کی جائے گی، اور نہایت رنج ہوگا۔“

اس کے جواب میں پادری فنڈر صاحب نے اپنے خط محررہ ۲۹ جولائی

۱۸۴۴ء میں یوں لکھا ہے:

”آپ ہم کو معذور جانیں اپنے نبی کا نام بہ تعظیم یا افعال و ضمائر جمع کے

ساتھ ذکر کرنے سے، یہ ہم سے نہیں ہو سکتا، مگر بدلتقی سے بھی مسطور نہ کریں

گے، بلکہ تمہارے نبی یا مسلمانوں کے نبی یا صرف محمد لکھوں گا، مثلاً محمد نے کہا، اور

جہاں مقتضائے کلام ہو گا یہ بھی کہوں گا کہ محمد نبی برحق نہیں یا جھوٹا نبی ہے، مگر

جناب گمان نہ کیجئے کہ ایسے الفاظ سے ہمارا مد عارنخ دینا ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ

چوں کہ محمد ہمارے نزدیک برحق نہیں تو اس بات کو ظاہر کرنا ہم پر واجب ہے۔“

اور خط محررہ ۳۱ جولائی ۱۸۴۴ء میں لکھا ہے:

”محمد کا نام افعال و ضمائر جمع کے ساتھ ذکر کرنا ہم سے محال ہے۔“

اور میں نے اپنے خط محررہ ۱۶ اپریل ۱۸۵۴ء میں گفتگو کی شرطوں میں یہ لکھا

تھا کہ:

”جب محمد ﷺ کی رسالت اور قرآن کی حقیقت میں مباحثہ ہو تب وہ الفاظ جو سامعین پر گراں گذریں، اور اردو کے محاورے کے موافق برے اور مکروہ ہوں، حضرت ﷺ اور قرآن مجید کے حق میں آپ کی زبان پر نہ آئیں، یہ دونوں کے انکار اور ان پر طعن کرنے سے جو آپ کو منظور ہو ویں منع نہیں کرتا ہوں، بلکہ آپ بے تامل ان کو ظاہر کیجئے، اور میں خدا کے فضل سے جواب دوں گا۔“

اس کے جواب میں پادری صاحب نے اپنے خط محررہ ۱۸ اپریل میں لکھا تھا: ”ہم قرآن اور محمد کو حق نہیں جانتے، پس ہم اردو یا محمدیوں کے محاورے کے مطابق کس طرح کہیں، حضرت محمد یا خیر البشر یا قرآن شریف، البتہ اپنی دانست میں کچھ طعن و مذمت نہ کریں گے، مگر اپنے اپنے موقع اور محل پر کہیں گے کہ قرآن سچا نہیں، بلکہ جھوٹا ہے اور محمد حق نبی نہیں بلکہ غیر حق نبی ہے اور دروغ سے دعوائے الہام اور نزول بہت کیا ہے، مگر نہ رنج وہی کی راہ سے کہیں گے، بلکہ صرف اس سبب سے کہ ہم عیسائیوں کے نزدیک حق یہی ہے۔“

بھلا جب ان کے نزدیک ایسا ظاہر کرنا واجب ہو، اور اپنے اعتقاد کے موافق کہتے ہوں تو پھر اس کے مقابلے میں کیا ہم پر واجب نہیں کہ پادریوں کے حق میں جو بلاشبہ ہماری شریعت اور ہمارے اعتقاد کے موافق ان سب امور کے مصداق ہیں جن کو حضرت عیسیٰ نے یہود کے علماء کے حق میں ارشاد کیا ہے کچھ کہیں یا ان کی مقدس کتابوں کے حق میں اپنے اعتقاد کے موافق لکھیں، کیا ہم معذور نہیں فقط پادری لوگ ہی معذور ہیں، کیا انہیں پر ایسا اظہار اس طور پر واجب ہے، ہم پر نہیں؟ نہیں۔

کلوخ انداز را پاداش سنگ است۔

اس کے مقابلے میں اگر ہزار درجہ ان سے زائد کہیں تو تھوڑا ہے، مگر حتی الوسع ہم بہت رکتے ہیں، اس لئے کہ ان پادریوں کی عادت ہے کہ جب ان کی تر کی ختم ہو جاتی ہے، تو اپنے عیب چھپانے کو کہنے لگتے ہیں کہ فلاں نے گستاخی کی، اس لئے ہم گفتگو کو بند کرتے ہیں (۱) یا اس کے دو ایک لفظ کو لے کر نچاتے پھرتے ہیں، اور اپنے سینکڑوں الفاظ کا خیال بھی نہیں کرتے، چنانچہ میرے قلم کی زبان پر پادری فنڈر صاحب کی نسبت ”گریز“ کا لفظ جو حقیقت میں سچ بھی تھا آیا تھا، اس پر بڑا ہی غل مچایا، اور یہ نہ دیکھا کہ میرا اپنی تحریروں میں کیا حال ہے۔

کشف الاستار کے مصنف کے حق میں جو مولوی سید ہادی علی لکھنؤ کے مجتہد صاحب کے عزیز اور رئیس ہیں، اور شاہ اودھ تک ان کی تعظیم کرتا ہے، سخت سخت الفاظ جیسے اندھا اور بے ایمان اور متعصب اور انصاف کی آنکھ قصداً بند کرنے والا، اور محض تکرار کا طالب اور مغرور اور بے دین اور کج فہم اور کم علم اور نادان اور طرف دار اور مسلوب الفہم اور لال عینک والا اور خود بین لکھے ہیں، اور ان کی کتاب کے حق میں یہ الفاظ اعتراض باطلہ اور دعاوی مہملہ اور مطاعن نامناسبہ اور خلاف اور باطل سے بھری ہیں، اور ان کے بیان کے حق میں یہ الفاظ باطل اور عاقل اور پایہ اعتبار سے ساقط اور محض بے جا اور صرف ایک حیلہ اور حوالہ لکھے ہیں۔

اور صاحب استفسار کے حق میں یہ الفاظ ”سمجھ میں بت پرستوں سے کم اور بے ایمانی میں یہودیوں سے زیادہ اور کمال بے احتراز اور بے دین اور غیر منصف“ لکھے ہیں، اور جس لفظ کی بابت میری شکایت کی وہ لفظ بھی خود صاحب استفسار کے حق میں لکھا ہے۔

(۱) بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ تم لوگ پادری ہو یا کوئی اور، تو ایسا غرور کیوں کرتے ہو؟

اور حل الاشکال کے صفحہ ۱۳۹ میں اور مکاتبات کے آخر میں، اور میزان الحق میں جو حقیقت میں میزان الباطل ہے، اور طریق الحیات میں جو حقیقت میں طریق الہیات ہے، حضرت محمد ﷺ اور قرآن وحدیث کے حق میں ایسے بے ادبانہ الفاظ لکھے ہیں کہ ہمارا دل اور قلم نقل کرنا نہیں چاہتا۔

سو اس قسم کے الفاظ نقل کرنے سے باز رہ کر ان الفاظ کو جو پہلے دو مولوی صاحبوں کے اور عام محمدیوں کے حق میں کہے ہیں فقط حل الاشکال سے نقل کرتا ہوں۔
حل الاشکال کے پہلے صفحہ میں جناب پولوس کا قول نامہ دویم گرنقیوں کے باب سے نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

(۱) ”کہ مصنف موصوف کے حق میں مضمون اس کا صادق آیا۔“

اور اس قول میں یہ جملہ بھی ہے:

”اس جہاں کے رب (یعنی شیطان) نے ان کے فہموں کو جو بے ایمان

ہیں اندھا کر دیا ہے۔“

اس جگہ مصنف کشف الاستار کو بے ایمان اور اندھا بتلایا۔

(۲) (صفحہ ۲):

”مصنف نے تعصب کی راہ سے انصاف کی آنکھ قصد ابند کر لی ہے۔“

(۳) (صفحہ ۳):

”اس کا مدعا اور مطلب محض تکرار و تعصب تھا اور بس۔“

(۴) (صفحہ ۴):

”ساری کتاب اعتراضات باطلہ اور دعاوی مہملہ اور مطاعن نامناسبہ

سے بھری ہے۔“

(۵) پھر اسی صفحہ میں ہے کہ:

”کتاب موصوف خلاف و باطل سے مملو ہے۔“

(۶) صفحہ ۱۹:

”مصنف نے غرور کی راہ سے گمان کیا ہے۔“

(۷) (صفحہ ۲۴):

”محض مغروری اور بے دینی ہے، خدائے رحمن و رحیم اس پر رحم کرے اور

اس کو اس کج فہمی کے دام سے نکالے۔“

(۸) (صفحہ ۲۵):

”نہ محض مصنف کی کم علمی و نادانی بلکہ اس کی خوش فہمی اور طرف داری پر

بھی دلالت کرتی ہے۔“

(۹) پھر اسی صفحہ میں ہے کہ:

”ظاہر اُغرور اور تعصب نے مصنف کو ایسا مسلوب الفہم کیا، اور اس کی

عقل اور انصاف کی آنکھ ایسی بند کر دی۔“

(۱۰) (صفحہ ۳۸):

”قطع نظر اور گفتگوئے باطلہ سے یہ بھی کہا۔“

(۱۱) (صفحہ ۴۲):

”اپنی لال عینک اتارے۔“

(۱۲) پھر اسی صفحہ میں ہے کہ:

”یہ بات سب باطل اور عاقل ہے۔“

(۱۳) صفحہ ۵۰

”یہ تو عین مغروری اور بے دینی ہے۔“

(۱۴) پھر اسی صفحہ میں ہے کہ:

”کیا مصنف کا دل غرور اور خود بینی سے ایسا بھرا ہے۔“

(۱۵) پھر اسی صفحہ میں ہے:

”یہ تو عین نادانی اور حد مغروری ہے۔“

(۱۶) صفحہ ۵۶:

”اس کا بیان بالکل پایہ اعتبار سے ساقط اور محض باطل اور عاقل ہے۔“

(۱۷) پھر اسی صفحہ میں ہے:

”یہ حد تعصب اور بے دینی ہے۔“

(۱۸) (صفحہ ۸۷):

”وہ بات جس سے وہ عقل کو کم بتاتا ہے محض بے جا اور ایک حیلہ حوالہ

ہے۔“

یہ الفاظ مولوی سید ہادی علی کے حق میں تھے، اب مولوی آل حسن کے حق میں

لیجئے جیسے

(۱) صفحہ ۱۱۷:

”وہ سمجھ میں اس بت پرست صوبہ دار سے کمتر اور بے ایمانی میں ان

یہودیوں سے بدتر ہوگا۔“

(۲) (صفحہ ۱۱۸):

”اب مولوی صاحب کمال بے احترازی اور بے دینی سے صفحہ ۵۹۲ میں

لکھتے ہیں۔“

(۳) صفحہ ۱۲۰:

”مولوی صاحب کے دل سے انصاف اور دین داری دونوں غائب

ہوئے ہیں۔“

یہ الفاظ تو صاحب استفسار کے حق میں تھے۔

اور صفحہ ۸۹ میں سب محمدیوں کے حق میں یوں ارشاد کرتے ہیں:
 ”محمدی لوگ بڑے وسوسہ (والے) اور بہت سی باطل باتوں کے قائل
 ہیں۔“

حالانکہ کوئی وسوسہ تثلیث کے اعتقاد سے بڑھ کر نہ ہوگا، اور جس لفظ پر میری
 شکایت کی تھی اسی لفظ کو آخر مکاتبات میں مولوی آل حسن کے حق میں یوں لکھتے ہیں (۱):
 ”صاحبان عقل کے نزدیک یہ بات گریز کا ذریعہ نہ بن سکے گی۔“

اور اگر تم لوگوں کا انصاف اسی کو چاہے کہ نہیں تمہارا ہی لکھنا برا ہے پادری جو
 لکھیں سو بجا ہے، تو اس وقت متی کی انجیل کے ۵ باب کے ۴۴ درس کو ملاحظہ کیجئے۔

دوم

دوم یہ کہ اتنی غنایت رکھیں کہ جہاں الزامی دلیل میں کوئی کلمہ نازیبا انبیاء علیہم
 السلام یا حواریین کی نسبت دیکھو تو عوام کے مغالطہ دینے کو جان بوجھ کر یوں نہ فرمائیں
 کہ یہ شخص انبیاء یا حواریوں کی نسبت بے ادبی کرتا ہے، اور یقین جانیں کہ میں اس
 شخص کو جو انبیاء علیہم السلام کی شان میں دل کے اعتقاد سے ذرا بھی بے ادبی کرے
 مردود اور کافر سمجھتا ہوں، اور یہی اہل اسلام کا عقیدہ بھی ہے، اور اکثر اس کتاب میں
 اپنی برأت ایسے اعتقاد گستاخی سے تاکیداً لکھ بھی آیا ہوں، شاید جہاں اس بات کی

(۱) بلکہ ”اختتام مباحثہ دینی“ میں جو اس کتاب کی تالیف کے بعد میری نظر سے گذرا اس میں خود میرے ہی حق
 میں یہ لفظ لکھا ہے (نسخہ ۱۸۰۰ء صفحہ ۴):

”مولوی صاحب نے بہت سی باتیں کیں مگر اصل جواب سے گریز کی ہے۔“

اور صفحہ ۶:

”ہاں ادھر ادھر سے بات تو کہی قرآن کے حق میں لیکن نہ جواب دہی کی راہ سے بلکہ صرف اس مقصد سے کہ اسی
 طرح جواب سے گریز کرنے پر ایک پردہ ڈالے۔“ ۱۲ منہ

تصریح نہ ہو اسے لے کر نچانے نہ لگیو، جیسا کہ فنڈر صاحب نے حل الاشکال کے اندر عوام کے مغالطے کے لئے استفسار والے کے حق میں ایسا ہی کیا ہے، حالانکہ وہ بھی اپنی کتاب میں کئی جگہ تصریح کرتا ہے کہ ایسا امر میں نے الزاماً کیا ہے نہ اعتقاداً۔ اور کئی مقامات جو سر دست مجھ کو یاد ہیں اس کی کتاب سے نقل کر دیتا ہوں (نسخہ ۱۲۶۱ ہجری) مقدمہ کے اندر ہے (صفحہ ۸):

”اس استفسار میں جہاں کہیں پادری صاحبوں نے گستاخانہ تقریر لکھی ہے اس کا جواب بھی ویسے ہی الزام دیا گیا۔“

اور تیرہویں استفسار کے آخر میں ہے (صفحہ ۷۷۱):

”یہ سب شبہ جو میں نے انبیاء کی پیشین گوئی پر کئے تو میں نے اپنے دل سے نہیں کیے، بلکہ میں ہزار دل سے بیزار ہوں، اس لئے کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ انہوں نے ایسا کہا ہے یا نہیں، اور اگر کہا ہے تو ان کا مطلب نہیں معلوم کیا ہوگا، بلکہ یہ شبہ صرف پادریوں کی تقریروں پر مبنی ہیں، یعنی جس بنیاد پر وہ ناحق شبہات بیان کر کے لوگوں کو گمراہ کیا کرتے ہیں اسی بنیاد پر یہ شبہ انبیاء بنی اسرائیل پر عائد ہوتے ہیں۔“

اور سترہویں استفسار میں ہے (صفحہ ۵۵۸):

”میں نے بہ نسبت حضرت عیسیٰ کے جو ملحدانہ تقریر لکھی، واللہ صرف الزاماً لکھی، اور اللہ کی عنایت سے میرے دل میں اس کا وسوسہ بھی نہیں۔“

پھر اسی استفسار میں ہے (صفحہ ۵۹۴):

”ان کو تکذیباً میں نقل نہیں کرتا ہوں، خداوند تعالیٰ مجھے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور توہین سے محفوظ رکھے، مگر صرف پادریوں کے الزام کے لئے نقل کرتا ہوں۔“

پھر چند روایتوں کے نقل کے بعد اسی استفسار میں ہے (صفحہ ۶۰۴):

”میں بفضلہ تعالیٰ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی نسبت سوء
ظن سے بری ہوں۔“

اور اسی طرح کتاب کے آخر میں لکھتا ہے۔

سوم

سوم اگر جواب لکھو تو میرے مطلب کے بیان کرنے میں تحریف نہ کیجئے، جیسا
کہ فنڈر صاحب نے اکبر آباد کے مباحثے کے بیان میں جو صد ہا آدمیوں کے سامنے
ہوا تھا تحریف کی، اور ان کو اتنے بڑے دروغ بے فروغ اور اس بہتان سے شرم نہ آئی،
اور اپنی بدنامی سے نہ ڈرے، کہ دنیا نے دیکھ کر اس پر نفریں کی، خیر ہوا جو کچھ ہوا۔
اللہ یھدینا ویھدیکم الی صراط مستقیم۔

تیسرا امر

مناجات اور دعا

مناجات

یا الہی تو ہے غفار الذنوب اور بڑا ذوالفضل ستار العیوب
 ہر گھڑی عصیاں بنا میرا شعار عمر غفلت میں کئی انجام کار
 میں نہ لایا حکم کو تیرے بجا بلکہ ہر لحظہ رہا کرتا خطا
 ہر طرح کے جرم کا مصدر بنا ہر وضع مذموم کا مظہر بنا
 امر سے تیرے رہا منہ موڑتا نہی پہ تیرے رہا میں دوڑتا
 ہے نہیں میرے گناہوں کی شمار جیسے تیرے فضل کی اے کردگار
 لیک با ایں رو سیاہی یا الہ تیرے در پہ آیا ہوں میں عذر خواہ
 اور مانگوں ہوں بامید نجات تجھ سے اے میرے حق والا صفات
 یہ دعا اب یا رحیم و یا غفور عفو فرما میرے سب جرم و قصور
 فضل سے اپنے مجھے دلشاد رکھ رحمت اپنے میں مجھے آباد رکھ
 اپنے سب بندوں مقدس کے طفیل رکھ مدام اپنے کرم کے ریل پیل
 اہل دنیا کی طرف حاجت نہ چھوڑ رشتہ اس حاجت کو تو دے توڑ موڑ
 ہاتھ یا دل یا زبان سے ذوالجلال ماسوا اپنے نہ کروانا سوال

زندگی بھر اپنے رستہ پر چلا پھر مجھے ایمان سے تو لے اٹھا
بعد مرنے کے جہنم سے بچا جود سے اپنے تو کر جنت عطا
پھر رضا اپنی سے کر کے سرفراز رکھ تو اپنے قرب میں اے بے نیاز

ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطانا ربنا ولا تحمل علينا إصراً

كما حملته على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به واعف

عنا واغفر لنا وارحمنا أنت مولنا فانصرنا على القوم الكافرين (۱)

(۱) یعنی اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں (اور کار نیک ہم سے جاتا رہے) یا چوکیں (اور بے قصد ہم سے بدی صادر ہو جائے) اے رب ہمارے نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری (یعنی بھاری بھاری حکم اور سخت سخت تکلیفیں) جیسا رکھا تھا ہم سے اگلوں پر (یعنی بنی اسرائیل پر) اے رب ہمارے نہ اٹھوا ہم سے جسکی طاقت ہم کو نہیں (یعنی بلا اور عذاب اور شیطانی غلبہ اور ہر وہ چیز جو تیری فرمانبرداری سے روکے) اور درگزر کر ہم سے (اور ہماری بھول چوک کو مٹا دے) اور بخش ہم کو (یعنی ہمارے گناہ بخش دے) اور رحم کر ہم پر تو ہمارا صاحب ہے، سو مدد کر ہماری کافروں کی قوم پر (جہاد لسانی اور سنی دونوں میں)

تصنیف کتاب کی تاریخیں

اگرچہ یہ کتاب ۱۲۶۹ھ بار سوا نہتر ہجری میں تیار ہوئی تھی، اور اس اعتبار سے ”برہان اعظم“ اس کی تاریخ تھی، لیکن چونکہ اکبر آباد کی مراجعت کے بعد دوبارہ اس کی تکمیل ہوئی، اور اس تکمیل سے شعبان ۱۲۷۱ھ بارہ سوا کہتر ہجری میں فراغت پائی، اس لئے ختم کا سال ہی اعتبار کے لائق ٹھہرا، اس اعتبار سے کئی تاریخیں لکھی جاتی ہیں مصنف کی لکھی ہوئی تاریخیں:

ہوئی جب فراغت بفضل متین ہوا فکر تاریخ تب دل نشین
یکا یک ہوا ہاتف آواز وہ تامل نہ کر لکھ نکاتش متین (۱۲۷۱)
ایضاً:

ہوئی مجھ کو فراغت جب دوبارہ ہوا تاریخ کا فکر آشکارا
تامل میں تھا جو ناگہ فلک سے کئی نوبت مجھے ہاتف پکارا
زہے شمس الضحیٰ (۱۲۷۱) اول میں بولا زہے فیض و مدد قادر دوبارا
کہایوں تیسری نوبت میں ارشاد زہے سلم (۱۲۷۱) رہ محکم خدا را
سر (۱) حاسداوڑا (۱۲۷۱) چارم میں بولا کنش مقبول ہر کس کردگارا
جب آئی پانچویں نوبت تب اس نے یہ فرمایا قوی تر رد (۱۲۷۱) نصاری

چند اور تاریخیں از مصنف:

ہے جو یہ از فضل رب کردگار
دیتا ہے ہاتھ ندا تاریخ لکھ
”ہو ہدایت (۱۲۷۱) خیر کی“ لکھ
پھر ”مضامین رنگین“ چوتھی یا پانچویں
مکن ”کمال فخر فکر“ اس کی چھٹی (۶)
لکھ ”یہ دو خورشید (۱۲۷۱) لامع“ اٹھویں (۸)
”کامل فخر منیر“ ہے (۱۲۷۱) گی نویں (۹)
”کار مرضی“ دسویں (۱۲۷۱) لکھ کر گیارہویں (۱۱)
بعد اس کے گرہوں ہوائے عزیز
بارہویں کی لکھ لے ”نغز و آبدار“ (۱۲۷۱)

اور یہ بھی ایک تاریخ ہے:

متین کامل اقوی (۱۲۶۹) رد نصارے

اور یہ بھی ایک تاریخ ہے:

حجت ملت محمد نامدار (۱۲۶۹)

اور بھی تاریخیں ہیں:

نظیر عالی، منظور جناب واحد، منظور محبت ہادی، مقبول جلیل عظیم، خیرات
کلی (۱۲۷۱)، اہل خیرات کا جواب، (۱۲۷۱) زہے فیض فائز و محبت (۱۲۷۱)، سخن نادر
ومنیر (۱۲۷۱)

ایک دوست کا قطعہ تاریخ

اور ایک دوست جزاہ اللہ خیرانے یوں لکھی۔

جب یہ کتاب مستطاب ہوئی ختم با آب و تاب جس سے ہوا حق کا ظہور ہر ایک پے مثل آفتاب

شلیٹ کی ظلمت اٹھی اور رسم شگش گھٹی اسلام کا غلبہ ہوا برہان کے رو بے اریاب
 ورد زباں ہر ایک کے اس کے مصنف کے لئے دیوے تھے اس کی جزا تادیر خدا والا جناب
 خوش ہووے تھے سے مصطفیٰ اور ہو تیرا روز جزا شافع بہ پیش کبریا جو تھے کو بخشے بے حساب
 توصیف اور تاریخ کا مجھ کو جو آیا کچھ خیال ہاتھ نے دی مجھ کو خدا اس میں نہ کھا کچھ بیچ و تاب
 ثقلین سے پر ذوق ہو بلغ العلی (۱۲۷۱) بکمالہ توصیف اور تاریخ میں کہتا ہے ہر ایک شیخ و شاب
 اور شفیق مکرم نواب اسماعیل خاں صاحب نے ایک تاریخ برجستہ آیات قرآنی
 سے نکالی، اور وہ یہ ہے:

وما هو الا ذکر للعالمین

”اختتام دینی مباحثہ“ پر ایک نظر

حمد اور نعت کے بعد رحمت اللہ بن خلیل الرحمان غفر لھما اللہ المنان کہتا ہے کہ اس کتاب کی تالیف کے بعد ”اختتام دینی مباحثہ“ کا رسالہ جو پادری فنڈر صاحب نے تالیف کر کے چھپوایا ہے میری نظر سے گذرا، ان کی بعض افترابندی پر نہایت افسوس ہوا اور اس بات کا بھی افسوس ہے کہ اس کتاب کی تالیف سے پہلے وہ رسالہ میری نظر میں نہ گذرا، ورنہ اس کے اقوال کو اس کتاب کے مناسب مقامات میں نقل کر کے ان کا رد کرتا، اور علیحدہ رد کرنے کی حاجت نہ رہتی، خیر انشاء اللہ اگر اتفاق ہوا تو اس کا علیحدہ جواب لکھوں گا، لیکن چونکہ اس آخری تصنیف میں پادری صاحب نے بعض بعض باتیں مجبوراً کچھ کھول کر کہہ دیں جو میرے اور مسلمانوں کے کام کی ہیں کہ کسی پادری صاحب کے مقابلے میں نقل کی جاویں، اس لئے اس جگہ ان کو نقل کئے دیتا ہوں، نسخہ ۱۸۵۵ء جو اکبر آباد میں سکندرہ کے چھاپے خانے میں اردو زبان میں چھاپا گیا ہے۔ (۱)

تحریف کے بارے میں

(صفحہ ۲ و ۳)

میرے حال میں لکھتے ہیں:

”گا ہے ان علماء کا قول پیش کیا کہ علم میں تو فاضل اور کامل تھے، لیکن مسیحی

ایمان میں ضعیف اور ناقص مثل (۱) پیلی (۲) لیکرک (۳) میکالس

(۱) جاننا چاہئے کہ جہاں اس کتاب کی دونوں جلدوں میں سفیدی چھوڑی گئی ہے سو اس نیت سے ہے کہ اگر

تصنیف سے فراغت کے بعد کسی ترجمہ شرح یا تاریخ یا اپنے مذہب کی کتاب سے اس جگہ میں بڑھانا مناسب ہوگا

تو بڑھایا جائے گا، اس لئے ناظرین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر میری زندگی میں اتفاق ہوا تو بڑھا دوں گا

وگرنہ اس کو صحیح البیاض سمجھنا چاہئے، ہاں اگر ناظر کو بصیرت کامل اس باب میں ہو تو اس صورت میں اس کو بھی

اجازت ہے کہ بڑھا کر کامل کر دے، اور بدون بصیرت کامل کے اللہ ہر ہرگز ایسی جرأت نہ کرے۔ ۱۲ منہ

(۴) برٹشینڈ (۵) استائنڈ لین (۶) ایوالڈ وغیرہ اور اسی سبب سے ہے کہ ان علماء نے اپنی کتاب کے بعض مقاموں میں الہام کے بیان اور مسیحی ایمان کے اور مسئلوں میں بھی غلط اور خلاف حقیقت کے لکھا ہے، پھر ہمارے معتبر علماءؤں کے قول کو مثل ہارن، ہنری اور اسکٹ وغیرہ کے قصداً مبالغہ کر کے نقل و بیان کیا ہے، چنانچہ جو جو انہوں نے انجیل کے بعض لفظوں کی تحریف اور بعض آیات کے مشتبہ ہونے کے باب میں لکھا ہے، اس نے ایسا بیان کیا کہ گویا وہ مقرر ہوئے کہ انجیل اور توریت کی اکثر آیات میں تحریف (۱) پائی ایلخ۔“

(یہاں تک پادری صاحب کی عبارت تھی)

(صفحہ ۱۱)

”بعض محمدی (۲) ہماری کتابوں میں یہ بات دیکھ کر کہ جسٹن شاہد نے جو قدیم مسیحی عالموں میں سے تھا، کہا ہے کہ یہودیوں نے مسیح کے بعد توریت کی بعض آیتوں کو تبدیل کیا ہے، پس کہے ہیں (۳) کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی علماء مقرر ہیں کہ توریت مسیح کے بعد تحریف و تبدیل ہوئی ہے، مگر یہ بات خلاف واقعہ ہے، کیونکہ صرف بعض علماء قدیم اور بعض فضلاء متاخرین نے جسٹن کا قول قبول کیا ہے، نہ سب نے، اور دریافت اور تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اس نے سہو کیا ہے، وہ عبرانی زبان سے واقف نہ تھا، پس جب اس نے معلوم کیا کہ یونانی ترجمہ کہ اس کے پاس تھا اور جس کو سپٹوا جنٹ کہتے ہیں سب بات میں عبرانی نسخہ سے جو یہود کے پاس دیکھا مطابق نہیں آتا ہے، پس اس نے گمان کیا کہ انہوں نے اپنے نسخے کو بدل ڈالا، لیکن حال یہ ہے، کہ وہ یونانی ترجمہ بعض جگہ غلط ہے نہ نسخہ عبرانی۔“

(۱) یہ پادری صاحب کی افترا بندی ہے۔ ۱۲

(۲) یعنی میں اور ڈاکٹر وزیر خان صاحب۔ ۱۲ منہ

(۳) اس جگہ پادری صاحب نقل مذہب میں خیانت کرتے ہیں۔ ۱۲

(یہاں تک پادری صاحب کی عبارت تھی)

(صفحہ ۵۰):

”اگرچہ ہم لوگ قائل ہیں کہ بعض حروف اور الفاظ میں تحریف وقوع میں آئی ہے، اور بعض آیات کی بابت مقدم و موخر اور الحاق (۱) کا شبہ ہے، تو بھی انجیل کو وہ بے تحریف و بے تبدیل کہتے ہیں، اس لحاظ سے کہ اس کا مضمون اور مطلب نہیں بدل گیا، بلکہ باوجود ان سب ویریوس ریڈنگ کے سب نسخوں میں وہی تعلیمات، وہی گذارشات، وہی نصائح اور وہی احکام ہیں، اور سب میں مسیح کی صلیبی موت اور قیام اور اس کی الوہیت و ابہیت اور اس کے کفارہ اور شفاعت کی وہی خبر ہے، اور ظاہر ہے کہ تحریف و تبدیل کتاب کی نہ اس کے بعض الفاظ کی تحریف سے بلکہ صرف اس کے عمدہ مطالب اور مضمون کی تحریف اور تبدیل سے ثابت اور مدلل ہوتی ہیں۔“

(یہاں تک پادری صاحب کی عبارت تھی)

(صفحہ ۵۵ تا ۵۸)

گوں کی کتاب کے چوتھے باب کی تیسری فصل سے یوں نقل کیا ہے کہ:
”گریسباخ اور شولز نے اپنی سب محنت اور دقت سے ساری انجیل میں صرف تیرہ چودہ غلطیاں پائی ہیں کہ آیت کے مضمون سے علاقہ رکھتی، اور اسے کچھ اور کر دیتی ہیں، اور وہ یہ ہیں۔“

اولیٰ اعمال کے ۲۰ باب کی ۲۸ آیت کہ یوں ہے، کہ خدا کی مجلس کو جسے اس نے اپنے ہی لہو سے مول لیا چراؤ۔“

اب گریسباخ کہتا ہے کہ لفظ خدا غلط ہے، اور اس کی جگہ میں لفظ خداوند

(۱) اس قول کے موافق پادری صاحب نے تحریف تو مانی، مگر عذر یہی ہے کہ اب تک عمدہ مطالب تحریف نہیں

رکھنا چاہیے، مگر شولز نے لفظ خدا صحیح ٹھہرایا ہے۔

دوسرا۔ پہلا ٹیموٹیوس کے ۳ باب کے ۱۶ آیت میں یوں مرقوم

ہے کہ:

”بالا اتفاق دینداری کا بڑا بھید ہے، خدا جسم میں ظاہر ہوا، روح سے راست ٹھہرا لے۔“

اب گریسباخ کہتا ہے کہ صحیح یوں ہے کہ:

”بالا اتفاق دینداری کا بڑا بھید ہے وہ کہ جسم میں ظاہر ہوا لے۔“

یعنی لفظ ”خدا“ کی جگہ لفظ ”وہ“ رکھتا ہے، مگر شولز لفظ خدا صحیح اور لفظ وہ

غلط جانتا ہے۔

تیسرا۔ یہودا کے پہلے باب کی ۱۴ آیت میں لکھا ہے کہ:

”وے خدا کا جو اکیلا مالک ہے، اور ہمارے خداوند یسوع مسیح کا انکار

کرتے ہیں حالانکہ گریسباخ اور شولز دونوں کہتے ہیں، صحیح یوں ہے کہ وے

ہمارے اکیلے مالک اور خداوند لے۔“

چوتھا۔ پہلا یوحنا کے ۵ باب کی ۷ اور ۸ آیتوں میں یوں مسطور

ہے کہ:

”تین ہیں (جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں، باپ اور کلام اور روح قدس،

یہ تینوں ایک ہیں اور تین ہیں) جو زمین پر گواہی دیتے ہیں لے۔“

اب گریسباخ اور شولز ان باتوں کو جو حلقہ میں ہیں الحاقی جانتے ہیں، لیکن

اور محققین مثل ہنکل وغیرہ ان الفاظ کو صحیح اور اصل جانتے ہیں۔

پانچواں۔ مکاشفات کے ۸ باب کی ۱۳ آیت میں یوں ہے کہ:

”ایک فرشتے کو آسمان کے بیچوں بیچ اڑتے ہوئے لے۔“

گریسباخ اور شولز کہتے ہیں کہ:

”فرشتہ کی جگہ لفظ عقاب چاہیے۔“

چھٹا۔ یعقوب کے دوسرے باب کی ۱۸ آیت میں مسطور ہے کہ:

”تو اپنا ایمان بے عمل کے مجھ پر ظاہر کرالیں۔“

اب گریسباخ اور شولز اسکو صحیح جانتے ہیں، مگر بہترے نسخوں میں یوں ہے کہ:

”تو اپنا ایمان عمل کے ساتھ مجھ پر ظاہر کر۔“

ساتواں۔ اعمال کے ۶ باب کی ۷ آیت میں مرقوم ہے کہ:

”روح نے انہیں جانے نہ دیا۔“

حالانکہ گریسباخ اور شولز کہتے ہیں کہ:

”صحیح یوں ہے پر روح عیسیٰ نے انہیں جانے نہ دیا۔“

آٹھواں۔ افسیوں کے ۵ باب کی ۲۱ آیت میں لکھا ہے کہ:

”خدا کے خوف سے ایک دوسرے کی فرمانبرداری کروالیں۔“

اب گریسباخ اور شولز کہتے ہیں کہ:

”خدا کی جگہ لفظ مسیح چاہیے۔“

نواں۔ مکاشفات کے پہلے باب کی ۱۱ آیت میں یوں ہے کہ:

”میں ایقا اور امیکا اول و آخر ہوں۔“

اب گریسباخ اور شولز الفاظ اول و آخر الحاقی بتاتے ہیں۔

دسواں۔ متی کے ۹ باب کی ۷ آیت میں مسطور ہے کہ:

”اس نے اسے کہا کہ تو کیوں مجھے اچھا کہتا ہے، اچھا تو کوئی نہیں، مگر

ایک یعنی خدا۔“

حالانکہ گریسباخ کہتا ہے کہ:

”یوں چاہیے کہ تو مجھ سے کیوں نیکی کی بابت پوچھتا ہے الیں۔“

مگر شولز پہلے الفاظ کو صحیح اور اصل جانتا ہے۔

گیارہواں۔ فیلیپوں کے ۴ باب کی ۱۳ آیت میں یوں مرقوم ہے کہ:

”مسیح سے جو مجھے طاقت بخشا ہے، میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔“

حالانکہ گریسباخ اور شولز کہتے ہیں کہ لفظ مسیح الحاق کیا گیا ہے۔

بارہواں۔ اعمال کے ۸ باب کی ۳۷ آیت میں یوں مسطور ہے کہ:

”فیلیپ نے کہا: اگر تو اپنے تمام دل سے ایمان لاتا ہے تو روا ہے، اس

نے جواب میں کہا: میں ایمان لاتا ہوں کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے۔“

پھر ۹ باب کی ۶، ۵ آیتوں میں مذکور ہے کہ:

”اس نے پوچھا کہ اے خداوند تو کون ہے؟ خداوند نے کہا: میں یسوع

ہوں، جسے تو ستاتا ہے، پینے کے کھیل پر لات مارنا تیرے لئے برا ہے، اس نے

کانپ کے اور حیران ہو کر کہا اے خداوند تو کیا چاہتا ہے کہ میں کروں؟ خداوند

نے اسے کہا: ”لے۔“

اور ۱۰ باب کی ۶ آیت میں لکھا ہے کہ:

”وہ ایک شمعون دباغ کے یہاں جس کا گھر سمندر کے کنارے ہے

مہمان ہے، جو کچھ تجھے کرنا چاہئے وہ تجھ کو بتا دے گا۔“

حالانکہ وہ لفظ جو ان آیات کے بیچ حلقہ میں ہیں گریسباخ اور شولز کے قول کے

مطابق الحاق ہیں، (انتہی قول گو سن صاحب)۔

ان مذکورہ الفاظ و آیات کے سوا بعض اور آیات اور جملے ہیں جو بعض

محققین کے مطابق الحاق ہیں، مثلاً یوحنا کے ۸ باب کی پہلی آیت سے ۱۱ تک، پھر

یوحنا کے ۵ باب کی ۴ آیت، پھر متی کے ۶ باب کی ۱۳ آیت کے ان الفاظ پر کہ

”بادشاہت اور قدرت اور جلال خیرا ہمیشہ ہے“ الحاق کا گمان ہے، پھر متی ۱۷

باب کی ۳۵ آیت میں یہ الفاظ کہ ”جو نبی کی معرفت کہا گیا پورا ہووے الی آخر

الآیت“ یوحنا کے ۱۹ باب کے ۲۴ آیت سے متی میں داخل ہوئے ہیں۔

اور بعض آیات والفاظ مقدم موخر بھی ہوئے ہیں، مثلاً رومیوں کے ۸ باب کی پہلی آیت کے یہ الفاظ کہ ”جسم کے طور پر نہیں، بلکہ روح کے طور پر چلتے“ اسی باب کی چوتھی آیت سے مقدم ہوئے ہیں۔

اور پھر پہلے گرنٹیوں کے ۱۰ باب کی ۲۸ آیت میں یہ جملہ کہ ”زمین اور اس کی معموری خداوند کی ہے“ اسی باب کی ۲۶ آیت سے متاخر اور مکرر ہوا ہے۔ اور رومیوں کے ۱۶ باب کی ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ آیتوں کے حق میں گریساخ کہتا ہے کہ:

”پندرہ باب کے شروع میں تھے اور متاخر ہو کر ۱۶ باب کے آخر میں داخل ہوئے۔“

خلاصہ! اگرچہ اور بھی الفاظ اور جملے ہیں، جن پر تبدیلی یا الحاق کا شبہ آتا ہے مگر عمدہ ترین یہی ہیں، جو مذکور ہوئے، یعنی ان میں تبدیلی اور الحاق اتنا نہیں ہوا جیسا کہ آیات مسطورہ میں، اور اس لئے انکا ذکر ضرور (ضروری) نہیں جانا اور جانا چاہئے کہ اکثر ان آیتوں میں شبہ تبدیل نہ آیت یا جملہ بلکہ صرف ایک ہی لفظ پر ہے اور بس۔“

(یہاں تک عبارت پادری صاحب کی تھی جو انہیں کے الفاظ سے منقول ہوئی)۔
(صفحہ ۱۳۰):

”یہ بات سچ ہے کہ ویروس ریڈنگ بہت ہیں، اور کہ ہر حال میں تمام یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ صحیح کون ہے مگر ہماری بات اس پر نہیں تھی، بلکہ اس پر کہ باوجود ان سب ویروس ریڈنگ اور الحاق کے پھر بھی انجیل میں تحریف و تبدیل نہیں پائی ہے، یعنی اس کے تعلیمات و احکام وغیرہ میں فرق نہیں ہوا۔“

(یہاں تک پادری صاحب کی عبارت تھی)

نسخ کی بابت

(صفحہ ۴۶):

”جاننا چاہیے کہ توریت کی نسبت مسیحی لوگ نسخ کے قائل ہیں، مگر نہ اس مضمون سے محمدی توریت کو منسوخ کہتے، اور پھر قابل التفات و اطاعت کے نہیں جانتے ہیں، بلکہ اس مضمون سے کہ توریت کے ظاہرات و فروعات یعنی توریت کے وہ احکام جو یہودیوں کی ظاہری عبادت کے رسم اور عادات اور ان کے ملکی انتظام و آداب سے علاقہ رکھتے تھے، مسیح کے ظہور سے منسوخ ہوئے ہیں۔“

(یہاں تک پادری صاحب کی عبارت تھی)۔

بہر حال کچھ بات بناویں عیسائیوں کی مجال نہیں کہ جس تحریف اور نسخ کے ہم مدعی ہیں، اور ان کی تشریح اس کتاب میں چودہویں اور سترہویں سوال کے جواب میں گذری، انکار کر سکیں، اور پادری صاحب کے کلام میں کہیں جو مغالطہ یا دھوکہ ہے ان سوالوں کے جوابوں کے قاری پر مخفی نہیں رہ سکتا۔ والسلام۔

سند کی بابت

(صفحہ ۳۶):

”بعض صحیفوں (یعنی عہد عتیق کے بعض صحیفوں) کی بابت معلوم نہیں کہ کون سے نبی کے ہاتھ سے لکھے گئے ہیں، مثلاً ایوب، روط، سلاطین وغیرہ کے حق میں یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ کس نبی نے ان کو لکھا ہے، اور بعض کتب میں اور نبیوں کی بات بھی داخل ہے، مثلاً کتاب زبور میں ایسے زبور بھی ہیں جو داؤد سے نہیں ہیں، اور ویسا ہی موسیٰ کی پانچویں کتاب کی آخری فصل، جس میں موسیٰ کی وفات کی خبر ہے، کسی اور نبی سے اس کتاب میں الحاق کیا گیا۔“

(صفحہ ۳۷):

”عبرانیوں کا خط، اس کے حق میں بالیقین تمام نہیں کہہ سکتے کہ کون سے حواری نے اس کو لکھا ہے، لیکن اغلب یہ ہے کہ پولس حواری نے اس کو لکھا ہے۔“

(صفحہ ۳۸):

”بعض نامجات کے حق میں مثلاً عبرانیوں کا دوسرا پطرس کا نام، دوسرے و تیسرے یوحنا کے نام اور یعقوب اور یہودا کے نام اور مکاشفات کے حق میں بعض قدماء کچھ شبہ رکھتے تھے کہ آیا فی الحقیقت حواریوں کے لکھے ہوئے ہیں کہ نہیں، اور اسی سبب سے یہ صحف اول ہی سے ہر وقت انجیل سے مجلد نہیں ہوئے تھے۔“

(صفحہ ۳۹):

”لیکن نامہ مذکورہ بالا رفتہ رفتہ عموماً مسیحی جماعتوں میں مشہور ہو کر سب کو یقین ہوا کہ وہ صحف فی الواقع حواریوں کے ہیں، پس آخر وہ بھی کتاب انجیل سے ملائے گئے۔“

تشلیث کی بابت

(صفحہ ۷۱):

”اگرچہ مسیحی کلام الہی کے مضمون پر اب ابن اور روح القدس یعنی باپ بیٹے اور روح القدس کو ذات صفات و جلال میں متساوی جانتے اور مانتے ہیں، تب بھی کلام کے حکم کے بموجب اقامت ثلاثہ کے درمیان میں امتیاز حقیقی رکھتے ہیں، اور ہر ایک اقنوم کے ساتھ شخصیت کو لگاتے ہیں، پر نہ اس مضمون سے کہ گویا تین ذات یا تین خدا ہیں، بلکہ صرف خدائے واحد کو مانتے ہیں، اور اس کی پاک ذات کی وحدانیت پر کلی اعتقاد رکھتے ہیں، اس طور پر کہ خدا کی پاک ذات میں اس طرح سے کہ وحدانیت معدوم نہیں ہوتی ہے تین شخصیت یا تین مخصوصیت یعنی

ذات کے ساتھ تین نسبت ذاتیہ یا تین اقنوم مستحسن اور مخفی جانتے ہیں، لیکن اس بات کی تفصیل اور ثبوت کہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ذات کی وحدانیت باوجود تین اقنوم کے معدوم نہیں ہوتی ہے، یہ انسان کی طاقت سے باہر اور عقل کی قوت سے خارج ہے۔“

(یہاں تک پادری صاحب کی عبارت تھی)

اور پہلے پادری صاحب شخصیت کے اطلاق سے گھبراتے تھے، لیکن جب ہم لوگوں کی تحریر میں اس پر لے دے دیکھی اور جواب نہ بن پڑا تو آپ بھی اب اس اطلاق کو گوارا رکھا۔

(صفحہ ۷۵):

”اس صورت میں کہ تثلیث اور الوہیت مسیح انجیل میں بیان اور حکم ہوا ہے، لہذا ایمان دار بندہ بے درک و دریافت کے ان کو فروتنی اور خوبی اور خوشی سے قبول کرتا اور ایمان لاتا ہے۔“

(یہاں تک پادری صاحب کا کلام تھا)

نسخوں کی تعداد جن سے مقابلہ ہوا

(صفحہ ۵۲ و ۵۳):

”اور عدد نسخ کا کہ مقابلہ ہوئے اس منوال پر ہے کہ میل، ہنل، ویت، یسٹین، گریساخ وغیرہ نے چھ سو چون اور شولز صاحب نے ۱۲۷۶ (۱) قدیمی نسخوں کو مقابلہ کیا ہے۔“

ڈاکٹر کوتن صاحب کی کتاب اسناد کے چوتھے باب کی تیسرے فصل کو

(۱) ان میں پہلے نسخے بھی داخل ہیں صفحہ ۵۲، شولز صاحب ڈاکٹر گریساخ کے تقریباً پچاس برس بعد ہوا ہے۔ ۱۲

دیکھئے، پس وہ نسخے جو مقابلہ میں آئے بہر حال بارہ سو سے زیادہ ہیں، اور ان کے علاوہ فرنگستان کے کتب خانوں میں اور بھی نسخے ہیں کہ مقابلہ میں نہیں آئے ہیں، اس سبب سے کہ یا تو ان نسخوں کے مانند قدیم اور معتبر نہیں ہیں یا صرف ان کی نقلیں ہیں، اور ان قدیم نسخوں میں سے جو مقابلہ ہوئے بعض پوری انجیل ہیں، بعض اناجیل اربعہ اور بعض انجیل کا ایک یا کئی ایک صحیفے اور بعض انجیل کی صرف ایک دو فصل یا کئی ایک فصل کے حصے ہیں۔

(صفحہ ۵۴):

”ڈاکٹر گوٹن صاحب کی کتاب کے چوتھے باب کی تیسری فصل سے اتنا ظاہر ہے کہ بہتیرے الفاظ گریسباخ نے غلط سمجھے، شولز صاحب نے بتائے ہیں کہ صحیح اور اصل ہیں“۔ ۱۲

ختم المقابلة

الحمد لله على نواله والصلاة والسلام على سيدنا محمد

وعلى آله

اس دوسری جلد کی تصحیح مع جلد اول ازالۃ الشکوک محی محمد یعقوب خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حوالدار پیشین کی شرکت میں فقیر عبدالوہاب کان اللہ لہ و الأسلافہ نے شعبان المعظم ۱۲۸۸ ہجری میں مکمل کی۔

وصلی اللہ علی جمیع الأنبیاء والمرسلین وعلی ملائکته أجمعین

آمین ثم آمین

حضرت مولانا کیرانوی اور تاریخ گوئی

تاریخ گوئی کا فن اردو ادب میں عنقا ہوتا جا رہا ہے، حضرت مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس فن میں بھی یدِ طولیٰ حاصل تھا، اشعار میں تاریخ گوئی اور مشکل کام ہے، مولانا موصوف نے بڑی روانی اور سلاست سے اشعار میں بھی تاریخ گوئی کی ہے، ازالۃ الشکوک کے اخیر میں مولانا مرحوم نے تاریخ گوئی پر مشتمل چند اشعار کہے ہیں انہیں بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے، حضرت مولانا کیرانوی نے اپنی اکثر تصنیفات میں سن تصنیف بیان کرنے کے لئے تاریخ گوئی کا سہارا لیا ہے خواہ اشعار کی شکل میں یا الفاظ کی صورت میں یہاں طوالت کے خوف سے صرف ازالۃ الشکوک سے نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

نقش دلکش خوب رنگین پاسدار	ہے جو یہ از فضل رب کردگار
اس کی یوں ”ہو خیر جاری یادگار“	دیتا ہے ہاتھ ندا تاریخ لکھ
دوسری تیسری ”باغ براہین کرشار“	”ہو ہدایت (۱۲۷۱) خیر کی“ لکھ
”لکھ خیالات بزرگ“ اے نامدار	پھر ”مضامین رنگین“ چوتھی یا پانچویں
پھر ”ظفر کامل“ کودے ہفتم قرار	سمن ”کمال فخر فکر“ اس کی چھٹی (۶)
اس کی دو جلدوں کا کر کے اعتبار	لکھ ”یہ دو خورشید (۱۲۷۱) لامع“ اٹھویں (۸)
کی جیو فرخ اسے پروردگار	”کامل فخر منیر“ ہے (۱۲۷۱) گئی نویں (۹)
لکھ ”زہے پیر مغز“ اے والا تبار	”کار مرضی“ دسویں (۱۲۷۱) لکھ کر گیارہویں (۱۱)
بارہویں کی لکھ لے ”نغز و آبدار“ (۱۲۷۱)	بعد اس کے گرہوں ہوائے عزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ازالۃ الشکوک ادبی نقطہ نظر سے

ازالۃ الشکوک میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ اردو کے صاحب طرز ادیب اور انشاء پرداز معلوم ہوتے ہیں، عبارت رواں دواں، کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی، سادگی و برجستگی ہر صفحہ اور پیرا گراف سے عیاں، زبان عربی اور فارسی الفاظ سے گراں بار نہیں، جگہ جگہ ہندی اور مقامی الفاظ کا حسین آمیزش۔

یہ کتاب اس دور میں لکھی گئی جب ہمارا ملک ہندی اور اردو کی کشمکش سے پاک تھا، دونوں زبانوں میں صرف رسم الخط کا فرق تھا، نہ ہندی زبان کو سنسکرت کے آڑے ٹیڑھے شبدوں کی بیڑیاں لگی تھیں نہ اردو کو ناموس عربی و فارسی الفاظ سے جکڑا گیا تھا، بلکہ دونوں کے ناموں کے درمیان بھی کوئی بڑا خط امتیاز نہیں کھینچا گیا تھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت مولانا کیرانویؒ نے اپنی اردو کتابوں (ازالۃ الشکوک، اعجاز عیسوی وغیرہ) میں کتب مقدسہ کے اردو تراجم کو ”ترجمہ ہندیہ“ ہی کے نام سے موسوم کیا ہے، ازالۃ الشکوک کے اس نئے ایڈیشن میں بھی اسی کو باقی رکھا گیا ہے۔

ازالۃ الشکوک کا زمانہ تصنیف ۱۲۶۹ھ۔ ۱۲۷۱ھ ہے، اس کتاب کی تصنیف پر ڈیڑھ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن اگر کچھ متروک الفاظ اور بعض نامانوس تعبیروں سے چشم پوشی کر لیں تو محسوس ہوتا کہ یہ دور حاضر میں لکھی ہوئی کتاب ہے، پوری کتاب اردو نثر کے اعلیٰ نمونوں سے بھری ہوئی ہے لیکن تاریخ ادب اردو پر لکھنے والے پیشہ ور مصنفین کو اتنی فرصت اور توفیق کہاں ہے کہ ان مذہبی کتابوں سے اردو ادب کے بہترین نمونے لے کر انہیں اردو ادب کی تاریخ میں جگہ دیں۔

حضرت مولانا کیرانویؒ صرف اردو کے بہترین نثر نگار ہی نہیں تھے بلکہ اردو

شعر گوئی میں بھی انہیں کمال حاصل تھا، ازالۃ الشکوہ میں حضرت مولانا کیرانوی کے اشعار ان کی قادر الکلامی، برجستہ گوئی اور بلند ادبی و شعر بی کی نشاندہی کرتے ہیں یہاں پر حمد، نعت اور مناجات کے چند اشعار بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔

نظم

بدیع السموات و الارض ہے عبادت اسی کی فقط فرض ہے
نہیں کوئی موجود اس کے سوا نہیں کوئی معبود اس کے سوا
خدائی میں بے مثل و ضد ہے وہی ولم یولد اور لم یلد ہے وہی
نہیں اس کی تحمید حد بشر کہ اپنی بھی اس کو نہیں کچھ خبر

نظم

وہ ہے مرکز عالم کن فکان وہ ہے باعث صحت جسم و جان
چلے حکم کے ساتھ جس کے درخت ہوئے نقش پا بر سر سنگ سخت
کیا جس نے ماہ دو ہفتہ کو دو بلائے نہ کیوں عمر رفتہ کو دو
منگا ایک برتن میں پانی قلیل رکھا ہاتھ اس میں باذن جلیل
ہر اک انگلی سے چشمہ جاری ہوا جسے جتنا منظور تھا پی لیا
حجر اور شجر نے بھی کی یہ ندا سلام علیک اے رسول خدا
وہ لاریب محبوب معبود ہے وہی خلق آدم سے مقصود ہے
مراتب ہول اس کے بیان مجھ سے کیا کہ ہیں اس کی امت میں کالانبیاء

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ازالۃ الشکوہ کی اہمیت و خصوصیات پر ان صفحات کو اس مناجات اور دعا پر ختم کیا جائے جس پر حضرت مولانا مرحوم نے اپنی اس کتاب کو ختم کیا ہے۔

مناجات

یا الہی تو ہے غفار الذنوب اور بڑا ذوالفضل ستار العیوب
 ہر گھڑی عصیاں بنا میرا شعار عمر غفلت میں کٹی انجام کار
 میں نہ لایا حکم کو تیرے بجا بلکہ ہر لحظہ رہا کرتا خطا
 ہر طرح کے جرم کا مصدر بنا ہر وضع مذموم کا مظہر بنا
 امر سے تیرے رہا منہ موڑتا نہی پہ تیرے رہا میں دوڑتا
 ہے نہیں میرے گناہوں کی شمار جیسے تیرے فضل کی اے کردگار
 لیک با ایں رو سیاہی یا الہ تیرے در پہ آیا ہوں میں عذر خواہ
 اور مانگوں ہوں بامید نجات تجھ سے اے میرے حق والا صفات
 یہ دعا اب یا رحیم و یا غفور عفو فرما میرے سب جرم و قصور
 فضل سے اپنے مجھے دلشاد رکھ رحمت اپنے میں مجھے آباد رکھ
 اپنے سب بندوں مقدس کے طفیل رکھ مدام اپنے کرم کے ریل پیل
 اہل دنیا کی طرف حاجت نہ چھوڑ رشتہ اس حاجت کو تو دے توڑ موڑ
 ہاتھ یا دل یا زبان سے ذوالجلال ماسوا اپنے نہ کروانا سوال
 زندگی بھر اپنے رستہ پر چلا پھر مجھے ایمان سے تو لے اٹھا
 بعد مرنے کے جہنم سے بچا جود سے اپنے تو کر جنت عطا
 پھر رضا اپنی سے کر کے سرفراز رکھ تو اپنے قرب میں اے بے نیاز

ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا ربنا ولا تحمل علينا اصراً

كسا حملته على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به واعف

عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين۔